

اک برکرم فضا فضا میں برسا  
کعبہ سے چلا تو چھا گیا طیبہ پر

پھر کفر کی گھنٹا گھنٹا میں برسا  
طیبہ سے اٹھا تو کر بلا میں برسا

(ساغر نظامی)

# تاریخ اسلام

دور رسالت

از عالم افضل سے السلام  
تک

حفظ کن تاریخ را پائیدر شو  
از نفس پائے مہبده زندہ شو

## تاریخ کی اہمیت

- ۱۔ تاریخ حق و باطل کے قوانین کی صدیوں تک گونجنے والی آواز ہے۔
- ۲۔ تاریخ انسانی زندگی کے تجربات کی کان ہے، دورِ حاضر کے نوجوانوں کو گذشتہ نسلوں کے تجربات سے فائدہ اٹھانے کے لئے تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔
- ۳۔ تاریخ شانِ الہی کی منظر اور وجودِ خالق کی بین دلیل ہے۔
- ۴۔ تاریخ وہ مرکزی مضمون ہے جس کے ارد گرد نصابِ تعلیم کے قصر کو تعمیر کرنا چاہیے۔
- ۵۔ تاریخ وہ عظیم الشان محرک ہے جو حققتہ قوم کو سیدار اور مردہ ملت کو زندہ کرتا ہے۔
- ۶۔ تاریخ انسانی فطرت میں دلچسپی کی خالق ہے۔
- ۷۔ تاریخ ملت کے نوجوانوں میں جوشِ عمل پیدا کرتی ہے۔ ان کے تصورات روشن کرتی ہے۔ اور انہیں اُن کے ماضی سے متعارف کراتی ہے اور ان کے مستقبل کو شاندار بنانے میں مدد دیتی ہے۔
- ۸۔ تاریخ نظریات و اعتقادات، خواہشات و افکار، احساسات کثیرہ برتری مسائل معیشت و اقتصادیات کے تصادم کو کہتے ہیں۔
- ۹۔ تاریخ اُن خوشگوار یا ناگوار نتائج کا تذکرہ ہے جو تضادِ طاقتوں کے ٹکرائے میں ظہور میں آتے ہیں۔

۱۰۔ تاریخ ایسے واقعات کو کہتے ہیں جن کے گہرے نقوش محض ایک خاص دور کے انکار و افعال پر پڑ کر ٹہرتے ہوئے ہوں۔ بلکہ ان کے اثرات نسل انسانی پر مرتب ہوتے ہیں۔

۱۱۔ تاریخ مذہبی اور امر و نواہی کو جو نظماً ہر انسانی طبائع کے لئے ناگوار ہیں۔ خوشگوار اور دلچسپ بنا کر قابل عمل بناتی ہے۔

۱۲۔ تاریخ فلسفہ اخلاق جیسے خشک مضمون کو قصوں اور کہانیوں کی چاشنی سے دلچسپ و لطیف اور رنگین بناتی ہے۔

۱۳۔ تاریخ حق و باطل میں تمیز پیدا کرتی ہے۔ حق کے ثمرات، اور باطل کے فحیح نتائج کا عرفان پیدا کرتی ہے۔

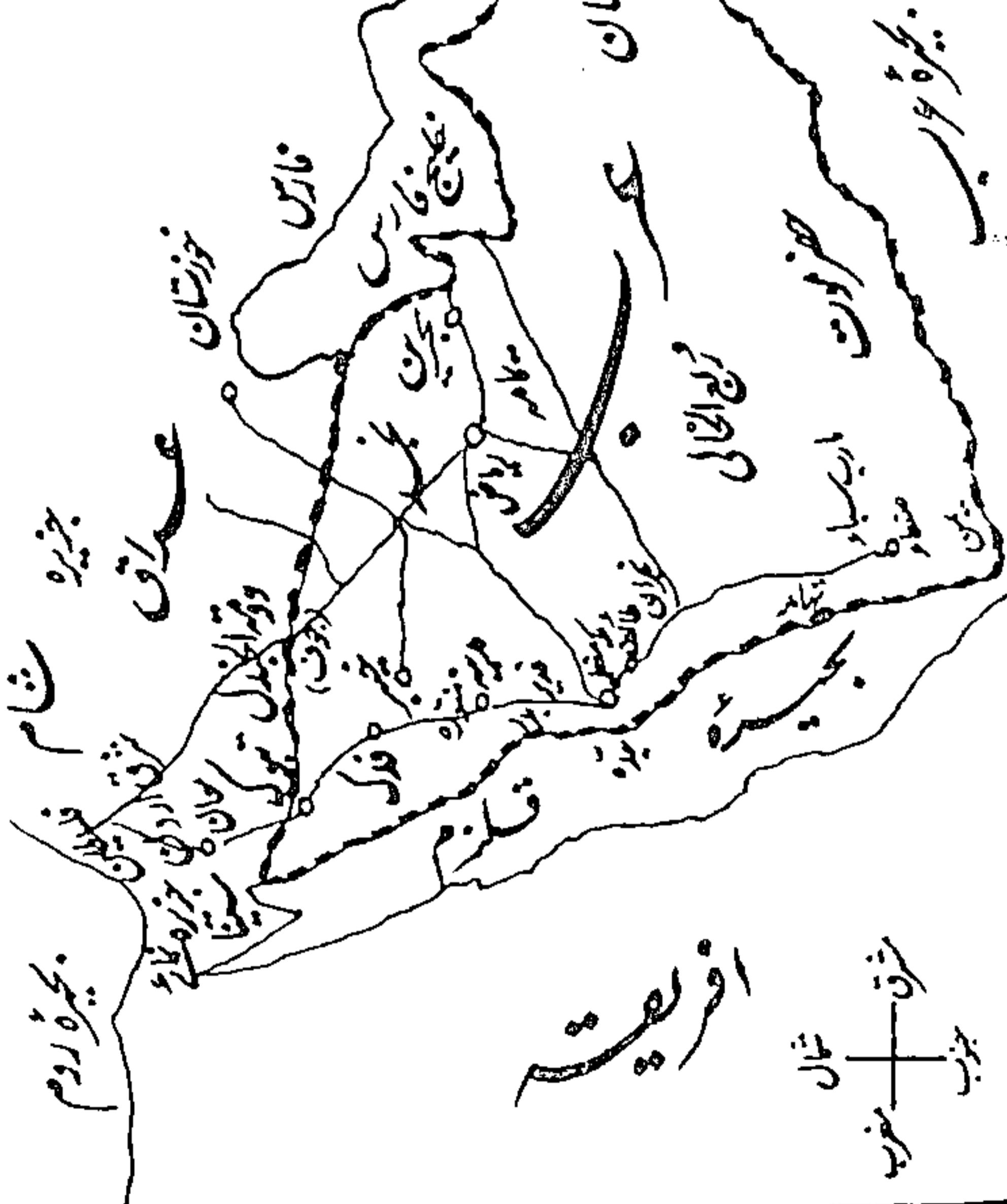
۱۴۔ تاریخ عزم و استقلال کی عظمت کا انسانی طبیعت پر سکہ بٹھا کر انسان کو کشمکش حیات میں کامیابی کے لئے آمادہ کرتی ہے۔

تاریخ کی یہی خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے اسے الہام کا جزو قرار دیا گیا۔ الہامی کتابیں اکثر تاریخی واقعات سے مالا مال ہیں خود قرآن حکیم کا ایک انتہائی حصہ تاریخ سلف کے لئے وقف کر دیا گیا ہے اس سلسلہ پر اعجاز کتاب میں انتہائی ایجاز کے ساتھ واقعات تاریخ و سیرت کو بیان کیا گیا ہے۔ ان واقعات کے نتائج کو صالح اخلاق، صالح معاشرت اور صالح تمدن کی تاریخ کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں انتہائی نیک انسانوں کے واقعات ہیں۔ تاکہ ان سے نیکی کی ترغیب ہو۔ اور نہایت برے انسانوں کے واقعات بھی ہیں۔

تاکہ برائی سے نفرت ہو اور ہم اس سے بچ سکیں ہمیں تاریخ نویسی  
میں قرآن کی اس روش کو ہی اختیار کرنا چاہیے۔

محرر لطیف انصاری

خراسان  
بجستان ایران  
کران



دولت اسلامیہ  
(دور رسالت میں)

پہچانہ  
100 200 300 400 500  
میل

شاہراہ تجارت

جزیرہ

عراق

خوزستان

فارس

کران

بحرین

قطر

عمان

ترج الخالی

عراق

ارب سبعا

جزیرہ روم

شام

جزیرہ

عراق

فارس

کران

بحرین

قطر

عمان

عراق

ارب سبعا

جزیرہ روم

جزیرہ روم

عراق

فارس

کران

بحرین

قطر

عمان

عراق

ارب سبعا

جزیرہ روم

شمال  
جنوب  
شرق  
مغرب

100 میل



ولادت علیؑ - کعبہ کی تعمیر چلیا۔

یا بچہ ال یا اب ربیت او دعوت اسلام

سبقت اسلام - دعوت ذوالشعبہ - مخالفت قریش - حایت ابو طالب - کفار کی پیشکش اور ان کے مظالم

چھٹا باب ہجرت حدیثہ و مشکل بائیکاٹ وغیرہ

پہلی ہجرت حدیثہ - دوسری ہجرت حدیثہ - حضرت عمرؓ کا اسلام - مشعل بائیکاٹ - آدر نظر بندی - عجم کا سال - حضرت ابو طالب کی وفات کا اثر - سفر طائف

سنا سوال باب الحرت مدینہ

تیلخ بعیت عقبہ اولی و عقبہ ثانیہ - والاندہ - ہجرت علی رضی اللہ عنہ - سونا - غار ثور - کفارہ علیؑ - مدینہ میں ولادہ مسیحیوں کی - ہاجرین و انصار - دستور و آئین مدینہ

اٹھواں باب رغزوات اور ان کے اسباب

غزوہ بدر اور اس کے نتائج - حضرت فاطمہؑ کا عقد - غزوہ احد - حضرت حمزہؓ کی شہادت - مفزورین احد - جناب امیر کا ثبات - رسول اللہؐ کے مصائب - حضرت عمرؓ کی عزاداری کے لئے آہتمام - رسول اللہؐ کی شہادت - ولادت امام حسنؑ و حسینؑ - رحلت جناب فاطمہؑ بنت اسد - سوال باب غزوہ احزاب یا جنگ خندق

صفحہ	عنوان	شمار
۱۲۰-۱۳۳	جنگ کے اسباب مسلمانوں کی تیاری۔ عمر بن عبدالود کی مبارز طلبی حضرت علیؑ میدان میں۔ فتح خندق اور اس کے نتائج۔ وسوال پاب ر صلح حدیبیہ	۱۰
۱۳۳-۱۴۱	بیعت رضوان بشرائط صلح حضرت عمر کا مکالمہ صلح حدیبیہ کے نتائج۔ عمرہ الصلح	۱۱
۱۴۱-۱۴۲	گیارہ سوال پاب حکمرانوں کو دعوت اسلام، کسریٰ ایران۔ قیصر روم۔ شہنشاہ حبش۔ حکمران بحرین۔ عمان۔ مصر۔ یمامہ۔ شام و بصری۔	۱۲
۱۴۲-۱۴۳	بارہ سوال پاب مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات، علیؑ فتح خیبر و محار سلطنت اسلامیدہ۔ حجاز میں یہودیوں کی پوزیشن اور ان کی رشتہ دوانیاں۔ جنگ خیبر۔ فتح خیبر اور اس کے نتائج۔ مہاجرین حبشہ کی واپسی۔ فدک	۱۳
۱۴۳-۱۴۴	تیرہ سوال پاب رسول کا مکہ میں داخلہ، طلقاء بنی امیہ کا اسلام۔ مکہ پر فوج کشی۔ قریش کی شکست فتح مکہ کے نتائج۔ رحمتہ للعالمین کی شان عفو و رحمت	۱۴
۱۴۴-۱۸۱	چودھواں سوال پاب جنگ حنین اور اس کے اسباب، طائف کا محاصرہ بنی امیہ کی اندرونی کیفیت۔ فتح حنین علیؑ بال قیامت کی تقسیم	



صفحہ	عنوان	نمبر
۲-۱۸۲	پندرھواں باب درومیوں سے مقابلہ، جنگ موتہ - غزوہ تبوک - علیؑ خلیفہ رسولؐ - غزوہ تبوک کے نتائج و اثرات - قرطاس نصاریٰ -	۱۵
۶-۱۹۲	سولھواں باب تبلیغ سورہ براہ - واقعہ مباہلہ	۱۶
۱۰-۱۹۶	سترھواں باب درحجۃ الوداع اور واقعہ غدیر خم، کار رسالت کی تکمیل - آخری خطبہ - ذریعہ ہدایت قرآن و اہلبیتؑ علیؑ رضیؑ کی ولیعهدی کا اعلان - تہنیت - حارث بن نعمان فہری کا واقعہ	۱۷
۲۲-۲۱۱	اٹھارھواں باب عدالت سرکار رسالت اور پیش اسامہ کی تیاری واقعہ قرطاس - امامت حضرت ابوبکر - وفات تھمیر و تکفین	۱۸
۲۲۳-۲۵۶	انیسواں باب در اخلاق و اوصاف محمدیہ قرآن ترجمان اخلاق - قاطبہ بصدۃ منی علیہ مبارک - رفتار و گفتار خوراک لباس - آداب اطوار وغیرہ - خوف خدا محبت الہی - توکل علی اللہ صبر و شکر حسن معاہدہ مساوات شجاعت - مدامت گفتاری - مشرکین منافقین کیساتھ سلوک	۱۹
۲۵۶-۲۶۲	بیسواں باب در سیاسیات سرکار رسالت حکومت اور اسلام - انسانی زندگی کا مکمل پروگرام - سرکار رسالت کا نظریہ حکومت - انتظام ملکی وغیرہ -	۲۰

# پہلا باب

## عرب کی اہمیت اور جغرافیائی حالت

دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جس نے عرب کا نام نہ سنا ہو۔ وہ مشہور ہے جس میں اللہ کے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے اور حضور کے بعد اہل بیت اطہار کے بارہ معصوم امام کائنات کی ہدایت کا ذریعہ بنے یہ عرب کہلاتا ہے۔

اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ کے مطالعہ سے پہلے اس سرزمین کے جغرافیائی حالات کا جاننا نہایت ضروری ہے کیونکہ جغرافیہ کا تاریخ پر بڑا گہرا اثر پڑتا ہے۔ عرب کے شمال میں صحرائے شام ہے مشرق میں خلیج فارس اور خلیج عمان ہیں۔ جنوب میں بحیرہ عرب اور مغرب میں بحیرہ قزاقم

یا بحیرہ احمر (RED SEA) واقع ہیں۔ اس کے تین طرف سمندر ہے۔ اور جانب شمال خشکی یعنی شام کا ملک ہے۔ ایشیا کے جنوب مغرب میں عرب کا صحرائی ملک بڑا عظیم ایشیا کا ایک جزیرہ نما ہے۔ جو دنیا کا سب سے بڑا جزیرہ نما اور وسعت میں فرانس سے دگنا ہے۔ عرب کے باشندے اسے جزیرہ العرب کہتے ہیں۔ حقیقت میں یہ جزیرہ نہیں بلکہ جزیرہ نما ہے بلکہ عملی طور پر یہ جزیرہ ہی ہے چونکہ اس کے شمال میں نفوذ کا نہایت گرم صحرا ہے۔

## رقبہ وراپاوی

عرب کا مجموعی رقبہ دس لاکھ مربع میل ہے۔ اس صحرا

ملک کا عرض سات سو سے بارہ سو میل تک ہے اور پوری رقبہ

ساتھ ستر لاکھ کے قریب ہے جس میں سے دس لاکھ افراد حجاز میں بستے ہیں۔

## مختلف حصے

یہ زمین کا وسیع قطعہ مختلف حصوں یا صوبوں میں تقسیم ہوا ہے۔ یہ مختلف حصے زمین کی حیثیت آب و ہوا اور اپنے باشندوں

شکل و صورت کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔

حجاز - ملک عرب کا یہ شمالی پہاڑی حصہ ہے جو سرحد شام تک پھیلا ہوا ہے۔ یہی وہ سرزمین ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت اسماعیل کو آباد کیا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ کیا کہ ان کے اس سعید بیٹے کی اولاد میں سے اپنے آخری نبی کو مبعوث فرمائے گا۔ اور ان ہی کی اولاد سے بارہ سو سال بعد سرور یعنی بارہ امام ہوں گے اور انہیں بڑی قوم بنائے گا جیسا کہ آج تک پشینگوئی توہیت میں موجود ہے۔ توہیت میں حجاز کا نام فاران ہے۔ اس صورت مشہور شہر مکہ معظمہ - مدینہ منورہ اور بندر گاہ جدہ ہیں۔

مکہ معظمہ - اسی شہر میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ اسی شہر میں خانہ کعبہ یعنی اللہ کا گھر ہے جس کی طرف رخ کر کے دنیا بھر کے مسلمان نماز پڑھتے ہیں۔ اسی خانہ خدا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ اس شہر میں محسن اسلام حضرت ابوطالب کا مزار ہے جن کی عزت و وقار کے سبب میں اسلام نے اپنی ابتدائی منزلیں طے کیں اور محسن اسلام خدیجہ طاہرہ کی قبر مکہ میں ہی اسی شہر میں ہے جن کی دولت اسلام کی مالی ضروریات کو پورا

کرنے میں صرف ہوئی۔

مدینہ طیبہ یا مدینہ منورہ۔ اس مبارک شہر کا قدیمی نام یثرب تھا۔ جب رسول اللہ  
ہجرت فرما کر اس شہر میں سکونت پذیر ہوئے۔ تو اسے مدینۃ الرسول یا مدینۃ النبویہ  
کہنے لگے۔ پھر کثرت استعمال سے مدینہ مشہور ہو گیا اور اس کی عزت و احترام کی  
وجہ سے اسے مدینہ منورہ یا مدینہ طیبہ یا مدینہ مبارکہ کہتے ہیں۔ یہ شہر مکہ معظمہ سے  
دو سو ستر میل شمال کی جانب آباد ہے۔ اس کی آب و ہوا مکہ معظمہ سے بہتر  
ہے۔ یہ شہر اس قدر گرم خشک نہیں جس قدر مکہ معظمہ ہے۔ اسی جگہ مسیح نبوی  
اور سرکار رسالت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روضہ پاک ہے۔ اور اسی  
جگہ حضرت علیؑ کی والدہ سرکار شفقت حضرت فاطمہ بنت اسد سرکار  
عصمت بیہ عالم حضرت فاطمہ زہراء۔ سرکار صلح حضرت امام حسن سرکار  
صدی حضرت امام زین العابدین علی بن حسین سرکار علم و عرفان امام محمد باقر اور  
سرکار صدق و صفا امام جعفر صادق علیہم السلام کے مزارات مقدسہ ہیں۔ نیز بہت  
سے صحابہ اخیار اور پیغمبر اکرمؐ کی چند بیویاں بھی مدفون ہیں۔ جس قبرستان میں  
یہ مزارات مقدسہ ہیں۔ اسے جنت البقیع کہتے ہیں۔ سرکار رسالت کے  
والد ماجد حضرت عبداللہؑ کا پاک مدفن بھی مدینہ طیبہ میں ہے۔ جنت البقیع  
کی جلیل الشان عمارتوں کو جو اسلامی فن تعمیر کا بہترین نمونہ سمجھیں۔ سابق  
شاہ نجد و حجاز عبدالعزیز ابن سعود نے مسما کر ادا کیا تھا۔ اب عرف قبروں  
کے نشان باقی ہیں۔

جدہ۔ حجاز کی بندرگاہ ہے۔ جہاں دوسرے ملکوں سے آنے والے حجاج سال

عرب پر اترتے ہیں۔ یہ بحیرہ فلزم کے ساحل پر واقع ہے۔

ان بڑے شہروں کے علاوہ حجاز میں چھوٹے چھوٹے قصبے اور بستیاں بھی ہیں۔

بدر - احد - حدیبیہ - فدک - غدیر خم - خیبر اور طائف وغیرہ جن کا ہمارے اس تاریخ سے گہرا تعلق ہے۔

طائف - مکہ کے قریب واقع ہے۔ یہ دامن کوہ میں ایک سرسبز و شاداب

جگہ ہے۔ یہاں سے پانی کے چشمے بہتے ہیں اور پھلوں کی کثرت ہے۔ اس

چمن زار حجاز (GARDEN OF HIJAZ) کہنا بے جا نہیں۔ طائف

میں علاوہ اور پھلوں کے گور کثرت سے ہوتا ہے۔ طائف حجاز کا صحت اور

مقام (SANITORIUM) ہے۔ حجاز کے امیر لوگ موسم گرما یہیں

گزارتے ہیں۔

بدر - تاریخی مقام ہے جہاں مسلمانوں کو کفار قریش سے سب سے پہلی لڑائی

لڑانی لڑنا پڑی۔

احد بھی تاریخی اہمیت کا مقام ہے۔ یہاں بھی کفار قریش سے جنگ

ہوئی تھی۔

حدیبیہ - اس عظیم الشان صلح کی یادگار ہے۔ جہاں پیغمبر امن نے کفار مکہ

سے صلح کی تھی۔

فدک - وہ زرخیز علاقہ ہے جو فتح خیبر کے دیدہ کی وجہ سے لڑے بغیر باقی

آیا تھا اور رسول اللہ کا خالصہ یعنی خالص ملکیت تھا جسے رسول اللہ

اپنی بیٹی معصومہ کو بنی فاطمہ الزہراء کو دے دیا تھا تاکہ جو مال حضرت خدیجہ

اور حضرت ابوطالب نے اسلام کے لئے صرف کیا تھا۔ اس کا کچھ معاوضہ ہوجا  
 خدیجہ رحمہ اللہ وہ مقام ہے جہاں مولائے دو جہاں رسول اللہ نے ولایت علی ابن ابی طالب  
 کا اعلان کر کے انہیں اپنا جانشین اور اپنے بعد کے لئے مولا قرار دیا تھا۔  
 خیبر۔ وہ عظیم الشان تاریخی مقام ہے۔ جہاں رسول اللہ سے یہودیوں کی پہلی اور  
 آخری لڑائی ہوئی۔ ابتدا میں مسلمانوں کے خیبر پر لگاتار حملے ہوتے رہے لیکن  
 فتح نہ ہوا۔ اس وقت جب مسلمانوں پر انتہائی بالوسی طاری تھی۔ حیدر کرار علی رضی اللہ  
 عنہ نے خیبر کو فتح کیا۔ اس لئے آپ فاتح خیبر کہلاتے ہیں۔ یہ لڑائی اسلامی سلطنت کا  
 سنگ بنیاد تھا اور اسی لڑائی کے دبدبہ سے یہودی نوآبادیاں، فدک، تمیم اور  
 وادی القرے جو نہایت زرخیز تھیں مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں اور ان کی مالی  
 حالت درست ہوئی۔ حجاز کے علاوہ عرب کے دوسرے حصے یہ ہیں۔

تہامہ بحیرہ قلزم اور پہاڑوں کے درمیان ایک تیس میل چوڑا میدان ہے جسے  
 تہامہ کہتے ہیں۔

النفود۔ عرب کا شمالی ریگستان ہے جہاں بادِ سموم کے طوفان آتے ہیں یہاں  
 موسم سرما میں کچھ بارشس ہو جاتی ہے اور اس بارش سے کچھ چھاڑیاں آگتی ہیں  
 جو بدو عربوں کے مویشیوں کی خوراک ہوتی ہیں۔

حزہ۔ لائف کی سرزمین ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ میں یہاں آتش فشاں  
 پہاڑ تھے یہ بخمد لاوہ کی پتھریں نامہوار زمین ہے۔ یہاں سے چوپایوں اور انسانوں  
 کے لئے گزرنا مشکل ہے۔ احساء اور بحرین عرب کے بخر علماء تھے ہیں۔

صحرائے الدھنا۔ عرب کا بخر علاقہ ہے جو نجد سے حفر موتہ تک پھیلا ہوا ہے۔

بین - آب و ہوا کے لحاظ سے عرب کا بہترین علاقہ ہے یہاں باقاعدہ زراعت ہوتی ہے۔ یہ خطہ عرب کے جنوب مغربی گوشہ میں واقع ہے یہاں کافی ٹہت ہوتی ہے۔  
 نجد - جزیرہ نمائے عرب کا وسطی علاقہ جو حجاز کے مشرق کی طرف واقع ہے۔ اس کا دار الحکومت الرياض ہے اور بلند ترین پہاڑ کوہ شمر ہے۔ اس کا اکثر حصہ صحرائی ہے۔

حضرت موت عرب کا جنوبی حصہ ہے۔ عذاب الہی سے تباہ ہونے والی عاد و ثمود قوموں کا وطن تھا۔ یہاں قبائلی شیوخ حکمران ہیں جو عدن کی برطانوی حکومت کے زیر اثر ہیں۔

عجمان - صحرائے الدھنا کے مشرق میں ہے۔ یہ ایک علیحدہ حکومت کا ملک ہے یہاں کھیتی باڑی ہوتی ہے اور معدنیات بھی نکالے جاتے ہیں۔

بخران - یہ عربی علاقہ بین کے شمالی ساحل پر واقع ہے۔ رسول اللہ کے زمانے میں یہاں عیسائی آباد تھے، وہ مناظرہ کے لئے سرکار رسالت کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے جب انہوں نے مبارکہ اختیار کیا۔ تو رسول اللہ نے انہیں مباہلہ کا چیلنج دیا اور اس مباہلہ میں حضور معصومہ کو نہیں حضرت فاطمہ اور سرکار ولایت علی ابن ابی طالب اور سبطین شریفین حضرت امام حسن اور امام حسین کو لے گئے۔ نہ کسی صحابی کو ساتھ لیا تھا اور کسی اہم المومنین کو عیسائی ان نورانی صورتوں سے ایسا متاثر ہوئے کہ مباہلہ سے انکار کیا اور جزیرہ بینا منظور کر لیا۔ بخران میں بارش ہوتی ہے۔ اس لئے یہ علاقہ کھیتی باڑی کا علاقہ ہے۔

عسیر۔ بحران سے ملا ہوا عسیر کا علاقہ ہے یہاں بھی بارش ہوتی ہے۔ اس لئے  
بین کی طرح یہاں بھی زراعت خوب ہوتی ہے ۛ

عرب ہیں کوئی مستقل دریا نہیں جو سال بھر جاری رہتا  
ہو۔ مگر حرب بارش ہوتی ہے تو بارش کا پانی چنہ پھینکتے

یا چند دن بہنے کے لئے کچھ گزر گاہیں بناتا ہے۔ اس بہنے والے پانی کو "سبیل" اور اس  
گزر گاہ کو "وادی" کہتے ہیں۔ عرب ان گزر گاہوں میں کنویں کھودتے ہیں اور انہیں ان  
کنویں سے پانی آسانی سے مل جاتا ہے ۛ

ان وادیوں سے متصل زمینوں میں کھجوروں کے باغات ہوتے ہیں۔ ان ہی  
وادیوں کے ساتھ عرب کی برطکیں، شاہراہیں اور رستے ہیں۔ جن پر عرب سفر کرتے  
ہیں۔ مشہور وادیوں کا ہم ذکر کرتے ہیں ۛ

وادی حنیفہ۔ خطہ نجد کی وادی ہے۔ اسی کے فیضان سے نجد میں کھجوریں پیدا  
ہوتی ہیں ۛ

وادی الرمد۔ یہ وادی عرب کے وسط سے گزرتی ہے۔ یہیں سے شروع ہوتی ہے  
خط العرب پر ختم ہو جاتی ہے۔

عرب بہت ہی گرم علاقہ ہے۔ خطہ سلطان اس کے  
درمیان سے گزرتا ہے۔ یہاں سخت گرمی پڑتی ہے

اور صحراؤں میں تو رباؤ سموم، چلتی ہے۔ چونکہ ریگستان ہے اور ریت کی نمائندیت  
ہے کہ جلد ہی گرم ہو جاتی ہے اور جلد ہی سرد پڑ جاتی ہے۔ اس لئے دن سخت گرم  
ہوتے ہیں اور راتیں سرد اور خوشگوار ہوتی ہیں۔ اس لئے عرب عموماً راتوں میں



سفر کرتے ہیں :

**پیداوار** عرب کی سب سے بڑی پیداوار کھجوریں ہیں۔ یمن میں گندم اور لہسن دوسرے اناج بھی پیدا ہوتے ہیں۔ نخلستانوں میں مکئی جو اور گندم کی کاشت بھی ہوتی ہے۔ عمان اور احساء کے علاقوں میں چاول بھی بوائے جاتے ہیں۔ احساء اور بحرین کے علاقوں میں تیل کے چشمے ہیں جو غیر ملکی کمپنیوں کے اجارے میں ہیں۔ بحرین میں سمندر سے موتی بھی نکالے جاتے ہیں :

**درخت** عرب کے عام صحراؤں میں کیکر، ببول اور خاردار جھاڑیاں پائے جاتی ہیں :

**مویشی** عرب کا مشہور جانور اونٹ ہے جسے صحرا کا جہاز کہتے ہیں۔ وہ عربوں کی اکثر ضروریات زندگی بہم پہنچاتا ہے۔ سواری اور مال برداری کے کام آتا ہے۔ عرب کے گھوڑے بھی مشہور ہیں۔ بہترین نسل کے گھوڑے نجد میں ہوتے ہیں۔

**خوراک** عربوں کی عام خوراک کھجوریں، ستو، اونٹنی کا دودھ اور اونٹ کی گوشت ہے۔

**باشدے** عرب میں دو طرح کی آبادی ہے حضری اور بدوی۔ حضری ایسے لوگوں کو کہتے ہیں جو شہروں اور قصبوں میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ بدوی ایسے لوگوں کو کہتے ہیں جو خانہ بدوش ہیں۔ یہ لوگ پانی اور چراگاہوں کی تلاش میں ایک جگہ سے دوسری جگہ گھومتے رہتے ہیں۔ بدو کا لفظ باد یہ سے نکلا ہے۔ باد یہ سے مراد صحرا ہے۔ ملک کی زیادہ آبادی انہی بدوؤں کی

ہے۔ ریوڑ چرانان کا پیشہ ہے۔ مویشیوں پر ان کی گذر اوقات ہے۔ عرب کے تمام باشندے سامی نسل سے ہیں یعنی وہ حضرت نوحؑ کے بیٹے سام کی اولاد ہیں۔

عرب کی تاریخ میں ان کی تین جماعتیں مشہور ہیں۔

(۱) عرب بائدہ (۲) عرب غارہ یا بنی قحطان (۳) عرب مستعربہ یا بنی عدنان۔

۱۔ عرب بائدہ۔ عرب کے قدیم باشندے ہیں جو انقلاباتِ زمانہ سے تباہ و برباد ہو چکے ہیں۔ اب سرزمین عرب پر ان کا نشان تک نہیں۔ ان میں طسم۔ جدیس۔ عاد و ثمود مشہور قبائل ہوئے ہیں۔

۲۔ عرب غارہ یا بنی قحطان۔ سام کی چوتھی اور حضرت نوحؑ کی پانچویں پشت میں قحطان نامی شخص کی اولاد ہیں۔ ان لوگوں کا اصل وطن یمن تھا جہاں انہوں نے عظیم الشان سلطنت قائم کی تھی۔ قحطان کی تیسری پشت میں سیاہ اکبر اس سلطنت کا بانی تھا۔ یمن سے نکل کر یہ عرب بائدہ کی تباہی کے بعد تمام عرب میں پھیل گئے تھے۔ ان کی مشہور شاخیں بنی جرہم بنی یعرب بنی لحم، بنی عسان اور بنی کندہ ہیں۔

۱۔ بنو لحم نے سرحد عرب و ایران پر ایک ریاست قائم کر لی تھی۔ جس کا صدر مقام حیرہ تھا۔ یہ ریاست ایرانیوں کے ماتحت ایک حکومت تھی۔

۲۔ بنو عسان کی حکومت سلطنتِ روم کے زیر اثر رومن امپائر کی سرحد پر تھی۔ انہوں نے رومیوں کے اثر سے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا۔

۳۔ بنو کنذہ کی ریاست وسط عرب میں پھیلی ہوئی تھی۔

۴۔ بنو خزرج اور بنو اوس بھی عرب عاربہ یعنی قحطان کی اولاد ہیں۔ ان کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ یہ شرب ہیں آباد ہوں اور مکہ کا جلاوطن رسول خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب شرب کو بدینہ منورہ بنائے تو یہ ان کی نصرت کی سعادت سے انصاری کہلائیں اور ان کی اولاد قیامت تک انصاری کی نسبت سے فخر کرتی رہے۔

۵۔ عرب مستعربہ یا بنی عدنان۔ یہ لوگ حضرت اسمعیلؑ کی اولاد سے ہیں۔ عدنان آپ سے چالیسویں پشت ہیں تھے۔ حجاز اور نجد کے اکثر باشندے حضرت اسمعیلؑ کی اولاد ہیں۔ قریش بھی اسی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ قریش میں سے بنو ہاشم وہ شاخ ہے جن کے افراد حضرت ابراہیم و حضرت اسمعیل علیہم السلام کے مذہب کے امانت دار تھے اور امت مسلمہ تھے۔ انہیں یہ فخر ہے کہ انبیاء کا سردار اور رسولوں کا خاتم ان میں ہی پیدا ہوا اور پھر رشد و ہدایت اس خاندان میں قیامت تک کے لئے وقف ہو گئی۔ رسول اللہ کے بعد ولایت و امامت عصمت و طہارت، علم و حکمت یہ سب اوصاف ان کے حصہ میں آئے۔

## سوالات

- ۱۔ ملک عرب کی اہمیت اس کا حدود اربعہ ، رقبہ ، آبادی اور جغرافیائی صورت کو بیان کرو۔
- ۲۔ عرب کن کن حصوں میں منقسم ہے۔ ہر حصہ کی خصوصیات اور جغرافیائی حالت کو بیان کرو۔
- ۳۔ مندرجہ ذیل مشہور مقامات پر نوٹ لکھو۔  
خیبر۔ فدک۔ غدیر۔ بدر۔ احد۔ حیدریہ۔ طائف اور جدہ۔
- ۴۔ مکہ معظمہ کی خصوصیات کیا ہیں؟
- ۵۔ جنت البقیع پر نوٹ لکھو اور اس کی موجودہ حالت پر بھی تبصرہ کرو۔
- ۶۔ یمنہ طیبہ کی خصوصیات کو بیان کرو۔
- ۷۔ عرب کی وادیوں کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟
- ۸۔ عرب کی آب و ہوا بیان کرو۔
- ۹۔ عرب کی پیداوار کو تفصیل سے لکھو۔ نیز وہاں کون کون سے میوے پائے جاتے ہیں اور کون کون سے درخت پائے جاتے ہیں۔
- ۱۰۔ عرب کی سوشل حالت بیان کرو اور حضری اور بدوی کی اصطلاحوں کو واضح کرو۔

۱۱ - عرب بائذہ - عرب عاربہ اور عرب مستعربہ سے کون لوگ مراد ہیں -

۱۲ - بنی قحطان کا اصلی وطن اور ان کی ملکی عظمت کو بیان کرو -

۱۳ - بنو لخم - بنو غسان - بنو کنده - اوس و خزرج پر نوٹ لکھو -

۱۴ - بنو عدنان کون ہیں ؟ ان کی روحانی عظمت کو تفصیل سے بیان کرو -

# دوسرا باب

سرکار رسالت سے پہلے دنیا اور بالخصوص عرب کی حالت

## دنیا کی حالت

سرکار رسالت سے پہلے دنیا پر ایک خزاں کا عالم تھا۔ عالم انسانیت پر کفر و ضلالت، ظلم و جور اور فسق و فجور کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ گذشتہ انبیاء کی محنت برباد ہو چکی تھی۔ مختلف سابقہ تہذیبوں کے اثرات زائل ہو چکے تھے۔

دین عیسوی میں شرک چکا تھا۔ تثلیث نے توحید کو مسخ کر دیا تھا۔ یسوع علیہ السلام کو کوئی خدا کا بیٹا کہتا تھا۔ کوئی خدا۔ حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کے بتوں کی پرستش ہو رہی تھی جس کے اب تک آثار فرقہ رومن کیتھولک میں موجود ہیں۔ ظاہری رہبانیت نے انسانی اخلاق کو تباہ کر دیا تھا۔ پادریوں کی جہالت سے علمی تحقیقات کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ یہودی جو اپنے آپ کو خدا کے چہتے بیٹے سمجھتے تھے۔ ان پر ذلت طاری ہو چکی تھی۔ ہندوستان میں بت پرستی عام تھی۔ حیوانوں، درختوں، قدرت کی طاقتوں، پتھر کے بتوں، اجرام فلکی سورج، چاند اور ستاروں کو خدا سمجھ کر پوجا جا رہا تھا۔ کروڑوں

دیوتاؤں کی عبادت ہو رہی تھی۔ وام مارگ زوروں پر تھا۔ یہ وہ سنگ انسانیت مذہب تھا جس میں ہر طرح کی بدکاری مگناہ قتل و غارت اور فسق و فجور کو نیکی اور عبادت سمجھا جا رہا تھا۔ ان افعال کے ترکیب مہاتما یا مہاپریش کہلاتے تھے۔ ایرانیوں میں ثنویت کا عقیدہ سراپت کر گیا تھا یعنی وہ دو خداؤں کے قائل تھے۔ خیمزیشکی کے خدا کو یزدان اور شر یعنی بدی کے خدا کو اہرمین کہتے تھے۔ آتش پرستی عام تھی۔ محرمات سے بیاہر چلے جاتے تھے۔ مصر میں ستارہ پرستی عام تھی۔ پادریوں کی جہالت سے یونانی علم و حکمت کے خزانے مفصل پڑے تھے۔ طاقت کی دنیا بھر میں حکمرانی تھی۔ غریبوں ناداروں کو کچلا جا رہا تھا۔ سر ریڈ ارمی کے خون آشام پنجے کمزوروں کا خون بہا رہے تھے۔ سو و خوری عام تھی۔ ظلم و استبداد کا بازار گرم تھا۔

خالق عالم نے چاہا کہ دنیا کا آخری نبی سارے عالم کا ہادی بن کر آئے اور عرب کی سرزمین سے توحید، اخوت انسانی مساوات اور امن کا پیغام ساری دنیا کو سنائے۔ مگر جس سرزمین سے یہ الہی پیغام بلند ہونے والا تھا۔ اس کی اپنی حالت ناگفتہ بہ تھی۔

## عرب کی حالت

سرکار رسالت سے پہلے زمانہ کو اسلام کی اصطلاح میں دور جاہلیت کہتے ہیں۔ جب ہم حالات کا جائزہ لیتے ہیں۔ تو یہ نام عرب کے اس زمانے کے حالات کے پیش نظر موزوں ترین نام ہے۔

یہودیوں کی کتاب میں ہے۔

۱۔ بت پرستی۔ عرب میں بت پرستی کا مذہب بت پرستوں نے اپنا مذہب بنا لیا۔ یہودیوں نے بت پرستی کو کفر قرار دیا۔ بت پرستوں نے بتوں کو خدا کی تصویر بنا کر بتوں کو خدا کی جگہ دینا شروع کیا۔ بت پرستوں نے بتوں کو خدا کی جگہ دینا شروع کیا۔ بت پرستوں نے بتوں کو خدا کی جگہ دینا شروع کیا۔

۲۔ خدا کا انکار۔ بت پرستوں کے نزدیک بتوں کی جگہ خدا کی جگہ دینا شروع کیا۔ بت پرستوں نے بتوں کو خدا کی جگہ دینا شروع کیا۔ بت پرستوں نے بتوں کو خدا کی جگہ دینا شروع کیا۔

۳۔ بت پرستی۔ بت پرستوں نے بتوں کو خدا کی جگہ دینا شروع کیا۔ بت پرستوں نے بتوں کو خدا کی جگہ دینا شروع کیا۔ بت پرستوں نے بتوں کو خدا کی جگہ دینا شروع کیا۔

۴۔ بت پرستی۔ بت پرستوں نے بتوں کو خدا کی جگہ دینا شروع کیا۔ بت پرستوں نے بتوں کو خدا کی جگہ دینا شروع کیا۔ بت پرستوں نے بتوں کو خدا کی جگہ دینا شروع کیا۔

۵۔ یہودیوں کی کتاب میں ہے۔ بت پرستوں نے بتوں کو خدا کی جگہ دینا شروع کیا۔ بت پرستوں نے بتوں کو خدا کی جگہ دینا شروع کیا۔ بت پرستوں نے بتوں کو خدا کی جگہ دینا شروع کیا۔

۶۔ عیسائیوں کی کتاب میں ہے۔ بت پرستوں نے بتوں کو خدا کی جگہ دینا شروع کیا۔ بت پرستوں نے بتوں کو خدا کی جگہ دینا شروع کیا۔ بت پرستوں نے بتوں کو خدا کی جگہ دینا شروع کیا۔



تھے عیسائی کر لیا تھا۔ اس لئے عرب میں عیسائی مذہب کے پیرو بھی  
موجود تھے۔

۴۔ اُمتِ مسلمہ :- اولادِ ابراہیم و اسمعیل میں سے ایک گروہ اُمتِ مسلمہ  
عرب میں موجود تھا۔ جنہوں نے کبھی بت پرستی نہیں کی تھی۔ یہ خدا پرست  
موجد تھے۔ ملتِ ابراہیمی اور دینِ حنیف پر تھے۔ یہی حضرت محمد مصطفیٰ  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باپ دادا تھے۔ چنانچہ حضرت ہاشم حضرت  
عبدالمطلب، حضرت عبداللہ اور حضرت ابوطالب سب اُمتِ  
مسلمہ اور دینِ حنیف پر تھے۔ یہ مذہبِ ابراہیم کے امانت دار تھے۔  
اور حضرت اسمعیل کے اوصدیا تھے۔ ان کا دل عرب کی مشرکانہ حالت پر  
کھٹنا تھا اس لئے دعائے خلیل کے منتظر تھے۔ اس خاتم الانبیاء کا انتظار  
کر رہے تھے جو دعائے ابراہیم و اسمعیل کے مطابق اسی اُمتِ مسلمہ  
میں سے مبعوث پر رسالت ہونے والا تھا۔

**سیاسی حالت** | جزیرہ نمائے عرب کے باشندے کبھی کسی خاص حاکم  
کے محکوم نہیں رہے۔ ان میں اگر کوئی نظام تھا تو  
صرف یہی کہ وہ اپنے قبیلہ کے ایک سردار کے ماتحت تھے مختلف قبائل آپس میں لڑتے  
رہتے تھے اور قتل و غارت میں مبتلا تھے بکر و تغلب کی چالیس برس کی لگاتار  
لڑائیاں زمانہ رسالت سے تھوڑے عرصہ پہلے ختم ہوئی تھیں۔ حضر موت اور کنذ کے  
لوگ برسوں کی مسلسل جنگ میں تباہ و برباد ہو چکے تھے۔ یثرب کے قبائل اوس  
و خزرج اپنی لڑائیوں میں اپنے سردار ضائع کر چکے تھے۔ خانہ کعبہ میں

حرب الفجار کا سلسلہ جاری تھا۔ اور اللہ کا گھر میدان جنگ بنا ہوا تھا پہاڑوں اور صحراؤں میں خود مختار جرائم پیشہ قبائل آباد تھے جن کی بدولت سارا ملک قتل و غارت کی مصیبت میں گھرا ہوا تھا۔ حیرہ کے عربی حکمران حالانکہ بہت ہی صاحب اقتدار تھے ان کا مال بھی آسانی سے عکاظ کے بازاروں میں نہیں بیچ سکتا تھا۔ حج کے موسم میں جرائم پیشہ قبائل لوٹ مار سے خوب ہاتھ رنگتے تھے۔ اسلم اور غفار کے قبیلے حاجیوں کا مال لوٹنے میں مشہور تھے۔ طے کا قبیلہ جس قدر معزز و ممتاز تھا۔ اسی قدر چوری اور رہزنی میں بدنام تھا۔ عرب کے دو مشہور شاعر سبک ابن اسلمہ اور نابط شرعہ کی شاعری کی جان تھی۔ مگر ان کی شاعری کے کلیتاً غارتگری کی کہانیاں ہیں۔ لوٹ مار سے ملک کی تجارت تباہ ہو چکی تھی ملک کی شاہراہیں محفوظ نہ تھیں تجارتی قافے جن پر ملک کی گزراوقات تھی۔ ان سے سفر نہیں کر سکتے تھے۔ یہ تو ملک کی اندرونی حالت تھی اور بیرونی کیفیت یہ تھی۔ ملک کی سرحدوں پر روم و ایران جیسی ذی اقتدار سلطنتوں کا قبضہ ہو چکا تھا زرخیز و سرسبز قطعہ ت ان کے قبضہ میں جا چکے تھے۔ قریب تھا کہ عرب پر پیامرچی طاقتیں اپنا تسلط قائم کر لیں۔ بین و عمان اور بحرین کے علاقوں پر ایران کا مالکانہ قبضہ تھا۔ آل منذر کی حکومت کو فنا کر کے ایرانیوں نے ملک کے اندرونی حصوں میں اپنے قائم بڑھا دیئے تھے۔

عرب سے ملے ہوئے حدود شام کے علاقوں پر رومیوں کا قبضہ تھا۔ آل عمان اور عرب کے دوسرے چھوٹے چھوٹے قبائل کے رئیس عیسائی مذہب قبول کر چکے تھے اور ان کی ملکی امداد سے اہل روم میں مایہ ناز کی تیاریاں کر رہے تھے

شام اور فلسطین کے جلا وطن یہودی سرحد شام سے وسط حجاز تک آباد ہو گئے تھے نجیر، تمبیا، قدک، وادی القرے جیسے زرخیز علاقے ان کے قبضہ میں تھے جہاں انکی تجارتی منڈیاں تھیں۔ قدیم زمانے میں یہودیوں کی کثرت مال نے جس طرح سپین اور یورپ کے دوسرے ملکوں میں یہود کو ملکی نظم و نسق کا ایک خوفناک جزو بنا دیا تھا۔ اسی طرح عرب میں بھی ان کی یہی صورت حال تھی۔ ان کا معاشی اقتدار (ECONOMICAL DOMINATION) ملک کے باشندوں کو تباہ کر رہا تھا۔ انہوں نے اپنی صیہونی نوآبادیوں میں مضبوط قلعے تعمیر کر لیے تھے ان کا فوجی اقتدار (MARSHAL DOMINATION) ملک کی آزادی کو سلب کرنے پر تیار ہوا تھا۔ وہ عرب میں صیہونی حکومت کے خواب دیکھ رہے تھے۔

المختصر سرکار رسالت سے پہلے عرب میں اندرونی خلفشار بھی تھا اور عرب کو بیرونی خدشات بھی پیش تھے۔

عربوں میں جس طرح شراب خوری عام تھی۔ اسی طرح  
**اخلاقی و تمدنی حالت** زنا، فسق و فجور بھی عام تھا۔ شراب خوری سے

اگر ہر گھر شراب خانہ تھا تو سارا ملک بدکاری کا ڈھ بنا ہوا تھا۔ زانیہ عورتیں اپنے مکانوں پر جھنڈے گاڑ لیتی تھیں۔ اسی لئے ذات الرایات "جھنڈے والیاں" کہلاتی تھیں۔ شراب سے شرابہ ہو کر بے حیائی کی باتیں کرنا عیب نہ تھا جو ان کی دن رات کی دل لگی تھی۔ عربوں کو اپنی زبان اور ادب پر بہت ناز تھا۔ شاعری میں انہوں نے کمال حاصل کیا تھا۔ شعر و سخن میں اپنی بدکاریوں کا

تذکرہ فخر اور ناز سے کرتے تھے۔ اور اپنی محبوب عورتوں کے نام لے لے کر بڑی  
 کی داستاںیں بیان کی جاتی تھیں۔ حقیقی ماں کے علاوہ باپ کی دوسری بیویوں سے  
 خواہشاتِ نفسانی کو پورا کرنا ان کا معمول تھا۔ بیویوں کی تعداد مقرر نہیں تھی۔  
 لوگ بیبیوں شادیاں کر لیتے تھے۔ صنفِ نازک یعنی عورت ان کی نظروں  
 میں بہت ذلیل تھی۔ اس لئے بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ مگر امت مسلمہ  
 ان عیوب سے پاک تھی۔ عرب کی تاریخیں پڑھ جائیے۔ عرب کی قدیم داستاںوں  
 کا مطالعہ کیجئے۔ عرب کی گذشتہ روایات کو غور و فکر سے ٹٹولئے۔ حضرت محمد مصطفیٰ  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آبا و اجداد میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ملے گا جس کے  
 دامنِ جلال پر جاہلیت کے رسم و رواج کا ایک خفیہ سے خفیہ داغ ہے۔

کے۔ یہ اپنی معصومانہ زندگیوں سے دینِ حنیف ملتِ ابراہیم یعنی ایت کو بیان کرو  
 تماموشِ مبلغ تھے اور ان تمام برائیوں سے پاک تھے۔ عقائد کیا تھے؟  
 ثانیہ بن چکی تھیں۔

عربوں کی سوسائٹی تین طبقوں میں بٹی ہوئی تھی۔ سیاسی حالت کیا تھی؟ بالخصوص  
 غریب اور مفلس طبقہ تیسرا گروہ عرب میں اسکاات بیان کرو۔  
 جو رکات تھے مشق تھا۔ صرف عرب میں اپنے عرب کو کون کون سے بیرونی  
 اللہ کا گھرانہ ہی ایسا گروہ تھا۔ جس سے تفصیل سے لکھیے۔

وہ اس تیسرے گروہ کے ہر مشکل سے پہلے عرب کی اخلاقی، معاشرتی اور  
 عرب ہیں قدیم یونان کی باہمی؟

علامہ دونوں طرح کے علامہ موج سے قبل عرب کے نائفتہ بہ اخلاقی

ہوتی تھی اور ان بد نصیب انسانوں کے ساتھ حیوانوں سے بدتر سلوک کیا جاتا تھا یہ عرب سوسائٹی کا مظلوم ترین گروہ تھا۔ بڑے بڑے سرمایہ دار سوڈا پر روپیہ دیتے تھے۔ ان کے ہاں سوڈا کی شرح نہایت ظالمانہ تھی۔

عرب کا بیشتر حصہ صحرائی اور بنجر تھا۔ اس لئے قدرتی طور پر عرب کے باشندوں

## اقتصادی و معاشی حالت

کی معاشی حالت اچھی نہیں تھی۔ اس اقتصادی حالت کو باہمی جنگوں اور لوٹ کر مارنے اور بھی تباہ کر دیا تھا۔ اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جنہیں پیٹ بھر کے دولت ان کا نصیب نہیں ہوتا تھا۔ ملک کی حالت کو بہتر بنانے کے لئے خاندان آزادی کو سونے تجارت کو رواج دیا تھا۔ قصی اور ہاشم عرب میں تجارتی خواب دیکھ رہے دار تھے۔ بعض عربوں میں تجارت کے وہ خرابیاں آگئی۔ المختصر سرکار کے غلط استعمال سے پیدا ہوتی ہیں۔ مگر خاندان اور عرب کو بیرونی خدشات بھی ہاک و پاکیزہ تھا۔ یہ لوگ کماؤ اور تقسیم کرو عربوں میں۔

## اخلاقی و تمدنی حالت

زنا۔ فسق و تبائل آباد تھے۔ انہوں نے ایرانی اور رومی اگر ہر گھر شراب خانہ تھا۔ تو سارا ملک بدکاری اپنی معاشی حالت کو اچھا کر لیا تھا اپنے مکانوں پر جھنڈے گاڑ لیتی تھیں۔ اسی لئے ما اور ایران کی سدینیں انہیں اپنے والیاں کہلاتی تھیں۔ شراب سے شراب ہو کر بے حیہ جو ان کی دن رات کی دل لگی تھی۔ عربوں کو اپنی زبخال خال تھے۔ البتہ عرب کے تھا۔ شاعری میں انہوں نے کمال حاصل کیا تھا۔ شعر بافتہ تھے۔ یہ لوگ عبرانی اور

لاطینی زبانیں بھی جانتے تھے۔

## سوالات

- ۱۔ سرکارِ رسالت سے پہلے مجموعی طور پر دنیا کی کیا حالت تھی؟
- ۲۔ وام مارگ کس ملک کا مذہب ہے۔ اس مذہب کے اصول کیا ہیں؟
- ۳۔ سرکارِ رسالت سے پہلے عیسائی اور یہودی دنیا کی کیا حالت تھی؟
- ۴۔ سرکارِ رسالت سے پہلے عرب کی مذہبی حالت کو بیان کرو اور تباہی و دہریہ، زندقہ اور صائین کے عقائد کیا تھے؟
- ۵۔ اُمتِ مسلمہ پر ایک تفصیلی نوٹ لکھو۔
- ۶۔ سرکارِ رسالت سے پہلے عرب کی سیاسی حالت کیا تھی؟ بالخصوص عرب کی اندرونی سیاسی مشکلات بیان کرو۔
- ۷۔ سرکارِ رسالت سے پہلے عرب کو کون کون سے بیرونی خدشات پیش تھے؟ اسے تفصیل سے لکھیے۔
- ۸۔ سرکارِ رسالت سے پہلے عرب کی اخلاقی، معاشرتی اور تمدنی حالت کیا تھی؟
- ۹۔ سرکارِ رسالت سے قبل عرب کے نائنہ پر اخلاقی

معاشرتی اور تمدنی ماحول میں اُمتِ مسلمہ کی کیا پوزیشن  
تھی ؟ -

۱۰۔ سرکارِ رسالتؐ لے پہلے عربوں کے معاشرتی نظام کا  
کیا نقشہ تھا ؟

۱۱۔ سرکارِ رسالتؐ سے پہلے عربوں کی معاشی اور اقتصادی  
حالت کیا تھی ؟

۱۲۔ سرکارِ رسالتؐ سے پہلے عربوں کی تعلیمی حالت بیان  
کیجئے ۔

# تیسرا باب

اُمتِ مسلمہ ، خاندانِ رسالت

بھی پانچواں

عرب میں قریش کا قبیلہ ممتاز قبیلہ تھا۔ جو فہر کی اولاد سے تھا۔ فہر کا لقب قریش تھا۔ حضرت فہر تیسری صدی عیسوی میں ہوئے۔ یہ معد بن عدنان کی اولاد سے تھے جو آل ابراہیم کی اُمتِ مسلمہ سے تھے۔

اس خاندان میں پانچویں صدی عیسوی میں قصی ہوئے ہیں جنہوں نے قصی عرب میں بڑی عزت و بلندی حاصل کی۔ حضرت قصی نے مکہ معظمہ کی مندر شاہ آبادی کو شہر میں تبدیل کیا۔ خانہ کعبہ کو دوبارہ تعمیر کیا۔ اپنی رہائش کے لئے عظیم الشان عمارت بنائی جس کا ایوان کو نسل ہال کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ عرب اسے دار الندوہ کہتے تھے اور اس میں جمع ہو کر معاشرتی، تجارتی اور تمدنی امور کے فیصلے کرتے تھے۔ انہوں نے عرب کا دستور بنایا۔ نظام حکومت کو ترتیب دیا۔ خوراک، پانی کی بہم رسانی اور شیکسوں کے آئین و قوانین وضع کئے۔ ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت قصی عرب میں تمدن کے بانی اور قوانین عرب کے وضع تھے۔ انکی ان خدمات اور



ان کے روحانی اقتدار کی وجہ سے عرب کے تمام معزز قبائل نے ان کی اطاعت میں اپنی گردنیں خم کر دیں اور انہیں اپنا سردار اور حاکم ان تسلیم کیا۔ حضرت قصی کا انتقال ۲۸۰ء میں ہوا۔

**خاندان قصی** | خاندان قصی کے افراد مسلمہ اپنے روشن کیرکٹر کی وجہ سے خانہ کعبہ کے محافظ بھی تھے۔ موسم حج کے منتظم بھی اور عرب کے مصالح بھی۔ ان کی رائے ہر معاملہ میں مدائیب تھی۔

**عبدمناف** | قصی کے بیٹوں میں عبدمناف کو کعبہ کی تولیت اور قریش کی ریاست حاصل ہوئی۔ کعبہ کی تولیت ایک بہت بڑا منصب تھا جو اس خاندان سے مخصوص تھا۔ اس کے علاوہ سخاوت، شجاعت، عدالت غرضیکہ تمام اخلاقِ حسنہ سے عبدمناف آراستہ تھے۔

**ہاشم** | عبدمناف کے فرزندوں میں حضرت ہاشم بڑے صاحبِ عدولت اور بااثر تھے۔ اگرچہ ان کے بھائیوں میں عبدالمشس کا بھی شمار ہوتا ہے۔ مگر اپنے باپ کے اوصاف کی پوری شان حضرت ہاشم ہی میں جلوہ نما تھی۔ اس لئے عبدمناف کے بعد تمام وہ شرف جو عبدمناف کو حاصل تھے۔ حضرت ہاشم کے لئے تسلیم کئے گئے۔

**بنی امیہ کا بنی ہاشم سے عتا** | امیہ جو اپنے کو عبدالمشس کا بیٹا کہتا تھا۔ اس نے ہاشم کا مقابلہ کرنا چاہا اور چاہا کہ عزت اور سرداری کا تاج حضرت ہاشم کے سر سے اتار لے۔ مگر اسے ناکامی اور سوائی ہوئی۔ اس ناکامی سے مخالفت کی آگ کے شعلے اگرچہ وقتی طور

بدب گئے۔ مگر حسد و عناد کی چنگاریاں اندر ہی اندر سلگتی رہیں۔ بنی امیہ اور بنی ہاشم کے اختلاف کی بنیاد یہیں سے شروع ہوتی ہے۔

بنی ہاشم اور بنی امیہ کا اختلاف قبائلی عناد نہ تھا بلکہ دونوں قبیلوں کی طبیعتیں متضاد تھیں۔

بنی ہاشم موحد خدا پرست تھے تو بنو امیہ ماحول کے اثرات سے بت پرست ہو چکے تھے بنی ہاشم میں شفقتِ خلق کا جذبہ تھا۔ تو بنی امیہ سرسریہ ارانہ و سہیت سے انسانیت کا خون چوستا چاہتے تھے بنی ہاشم عقیقت و پاکدامن تھے بنی امیہ ریگیلے مزاج اور عیاش۔ بنی ہاشم ایثار و قربانی سے موصوف بنی امیہ اقتدار دوست خود غرض۔ بنی ہاشم مجسمہ روحانیت صاحبانِ ریاست و حائریہ بنی امیہ مجسمہ مادیت۔ علمبردار ریاست ماویہ طبیعتوں کا یہ اختلاف رنگ لایا۔ ابوسفیان ناما مکان محمد مصطفیٰ سے لڑتار ہا بمعویہ ابن ابوسفیان نے حضرت علی سے بغاوت کی مبتعد لڑائیاں لڑا اور ہزار ہا مسلمانوں کا خون اس بغاوت سے بے دریغ بہایا اور اس کا بدیٹا زید اس خوزیری کا باعث ہوا۔ جو درود رکھنے والے انسانوں کو قیامت تک خون کے آنسو رلاتی رہے گی اور بنی امیہ کے تاجداروں نے بنی ہاشم کے خون پہلے نہیں کبھی دریغ نہ کیا۔

حضرت ہاشم نہایت شریف، معزز و ممتاز تھے۔ کعبہ کی معزز خدائیں ان کے سپرد تھیں۔ جو انہوں نے نہایت قابلیت سے انجام دیں۔ انہوں نے اپنے اثر و رسوخ سے عرب کی تجارت کو فروغ دیا قبصر روم سے خط و کتابت کر کے کچھ خاص حقوق عرب تاجروں کے لئے حاصل کئے تھے۔ انہوں نے عرب جیسے بنجر ملک

میں قلتِ غذا کی گتھیوں کو اپنے ناخن تدریس سے سلجھا دیا تھا۔ ہاشم ان کا لقب اس لئے مشہور ہوا کہ انہوں نے ایک دفعہ قحط کے زلے میں روٹیاں، شوربہ میں چور کے لوگوں کو کھلائیں۔ (عربی میں ہاشم چور نے کو کہتے ہیں) حضرت ہاشم کا انتقال ۵۱ھ میں ہوا۔

**عبدالمطلب** | عبدالمطلب حضرت ہاشم کے فرزند نہایت بلند مرتبہ انسان تھے۔ وہ عرب میں سید البطحاء کے لقب سے مشہور ہیں

حضرت عبدالمطلب نے ۵۹ سال تک مکہ پر حکومت کی۔ ان کا اعتماد، توکل اور خدا پر بھروسہ ۶۱۰ھ میں واقعہ اصحاب فیل سے ظاہر ہوا۔ ابرہہ نے کعبہ پر حملہ کیا۔ حضرت عبدالمطلب کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے اصحاب فیل کو تباہ و برباد کر دیا۔ ۵۱ھ کا سال عربی روایات میں اسی لئے عام الفیل کہلاتا ہے۔

حضرت عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے جن میں سے حضرت عبد اللہ اور حضرت ابوطالب ایک ماں کے لطن سے تھے۔ حضرت عبدالمطلب کے چار بیٹوں کا ہماری اس تاریخ سے گہرا تعلق ہے۔ حضرت عمران ابوطالب والد حضرت علی مرتضیٰ، حضرت عبد اللہ والد حضرت محمد مصطفیٰ صلعم، حضرت حمزہ عم سید الشہداء اور حضرت عباس مورث اعلیٰ خاندان عباسیہ۔ ایک بیٹا ابولہب تھا جو اسلام کی تحریک امن کا سخت مخالف تھا۔ اس کی شادی نسی امیہ میں ہوئی تھی بسری اثرات اس کی طبیعت میں گھر کر گئے تھے۔

**حضرت ابوطالب** | حضرت عبد اللہ اور حضرت عبدالمطلب کی زندگی میں حضرت ابوطالب کا انتقال فرما چکے تھے۔ اس لئے حضرت عبدالمطلب

کی وقت کے بعد ان کے تمام اختیارات حضرت ابوطالبؑ کو حاصل ہوئے  
 حضرت ابوطالبؑ شیخ البطحاء اور سید القریش کے نقاب سے مشہور ہیں۔  
 وہ تمام انبیاء علیہم السلام کے ورثوں کے وارث تھے اور وہ ان امانتوں  
 کے بھی وارث تھے جو حضرت ابراہیمؑ و اسمعیلؑ کی متروکہ تھیں ان امانتوں میں  
 سب سے بڑی امانت جو ان کی حفاظت میں آئی۔ وہ تقیم عبد اللہ محمد مصطفیٰ کی  
 ذات تھی۔ اور وہ قدرت کے مقاصد جو اس ذات سے وابستہ تھے۔ ان سب کی  
 حفاظت حضرت ابوطالبؑ کے متعلق تھی۔



## سوالات

- ۱۔ اصطلاح قریش پر نوٹ لکھیے۔
- ۲۔ حضرت قصی کے حالات بیان کیجئے اور ثابت کیجئے کہ تمدن عرب کے بانی اور عرب کے وضع آئین تھے۔
- ۳۔ خاندان قصی کی خصوصیات بیان کیجئے اور عبدمناف پر نوٹ لکھیے۔
- ۴۔ بنی امیہ اور بنی ہاشم کے عناد کی بنا کیا تھی؟ اور ان دونوں خاندانوں کے اختلاف کی وجوہات کیا تھیں؟
- ۵۔ حضرت ہاشم کی خصوصیات کو بیان کیجئے۔
- ۶۔ حضرت عبدالمطلب کے حالات بیان کیجئے۔
- ۷۔ حضرت ابوطالب کی کیا خصوصیات ہیں۔
- ۸۔ خاندان رسالت کا شجرہ نسب لکھیے۔ جس میں مختلف افراد کے رابطہ کی وضاحت ہو۔

# پوٹھاپاب

سرکار رسالت کی ولادت اور ابتدائی زندگی

سنة عام الفیل سے سال نبوت تک

حضرت عبداللہ کی وفات

حضرت عبدالطلب کو اپنے چھوٹے بیٹے حضرت عبداللہ سے بہت محبت تھی۔ سترہ

برس کی عمر میں حضرت عبداللہ کا نکاح ثیرب کی ایک معزز خاتون حضرت آمنہ سے ہوا۔ اس نکاح سے سات مہینے کچھ دن بعد حضرت عبداللہ کا انتقال ہو گیا۔

سرکار رسالت محمد مصطفیٰ کی ولادت حضرت عبداللہ کی وفات کے ایک

مہینہ چند دن بعد بروز دوشنبہ ۲۹۔ اگست ۵۷۰ء مطابق ۱۲ ربيع الاول سنة عام الفیل مکہ معظمہ کے مقام شعب ابی طالب میں ہوئی۔ آپ کے دادا حضرت عبدالطلب نے نشتائے الہی کے مطابق آپ کا نام محمد رکھا۔

عرب کے قانون کے مطابق حضرت محمد دادا کی میراث سے محروم تھے۔ چونکہ ان کے باپ کا انتقال دادا کی زندگی میں ہو چکا تھا۔ مگر اس یتیم عبداللہ کو اپنے باپ کے ورثہ میں ایک خادمہ ام ایمن۔ پانچ اونٹ اور چند دنبیاں

میں۔ اس سے ظاہر ہے کہ نبی وراثت ہوتے ہیں۔ اسی طرح اپنے بعد اپنے دشمنوں کے لئے ورثہ چھوڑتے ہیں۔ انہی ام امین نے آپ کو بچپن میں کھلا یا نختا۔ ان کا نام برکت تھا۔

**والدہ کا انتقال** | حضرت کی عمر چھ برس کی تھی۔ جبکہ ماں کا سایہ شفقت سر سے اٹھ گیا۔ آپ کی پرورش آپ کے دادا نہایت محبت سے کرنے لگے۔

**دادا کی وفات** | ابھی آپ کی عمر آٹھ سال کی ہوئی تھی۔ کہ شہیق دادا نے وفات پائی۔

**حضرت ابوطالب کی کفالت** | حضرت عبدالمطلب نے وقت وفات حضرت ابوطالب کے سپرد کی۔ حضرت ابوطالب اوسان کی اہلیہ حضرت فاطمہ بنت اسد آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ انہیں اپنے بیٹوں سے بھی بڑھ کر جانتے تھے۔ حضرت ابوطالب انہیں اپنے ساتھ سلواتے تھے اور جب تجارت کے لئے سفر پر جاتے تھے تو انہیں اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔

**بچپن** | سرکار رسالت محمد مصطفیٰؐ کبھی بچوں میں مہیجہ کر نہیں کیلے۔ اگر کوئی مہیجہ کیلنے کے لئے کہتا تو فرماتے۔ ہم کیلنے کے لئے پیدا نہیں کئے گئے ہیں۔ پھر ان کو نصیحت فرماتے بچپن سے ہی آپ کے چہرہ سے بزرگی اور متانت کے آثار نمایاں تھے۔



گھر کی دنیویوں کی گلہ بانی | دس برس کی عمر میں آپ نے سیرت انبیاء پر گھر  
کی دنیویاں چرانے کا کام اپنے ذمہ لیا۔ اللہ تعالیٰ

کو اس سے یہی منظور تھا کہ آپ کو فضائے قدرت کے مناظر مشاہدہ کرانے جائیں  
تاکہ آپ صنایع عالم کے عجائبات دنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔ نیز اللہ یہ  
بتلانا چاہتا تھا کہ بنی نوع انسان کی گلہ بانی ان کے سپرد ہونے والی ہے۔  
حضور اکثر فرمایا کرتے تھے۔

”تمام انبیاء نے بکریاں اور دنبیاں چرائی ہیں۔“

ایک دفعہ اصحاب نے عرض کیا: کیا آپ نے بھی یا رسول اللہ؟

فرمایا: میں میدان قرار لیتا ہوں دنبیاں چرایا کرتا تھا۔

سرکار رسالت کی کاروباری زندگی | آپ کے چچا حضرت ابوطالب بہت

کی تجارت تھی۔ حضرت ابوطالب تجارتی سفر میں سرکار رسالت کو اپنے ساتھ  
لے جلتے تھے۔ تجارت کے لئے آپ نے شام اور یمن کے سفر کئے۔ حضور  
نے بھی تجارتی کاروبار ہی شروع کیا۔ آپ کی دیانت کی وجہ سے اکثر  
عرب کے لوگ اپنا روپیہ تجارت کی غرض سے آپ کو دینے لگے۔ جو  
لوگ آں حضرت کو روپیہ سپرد کرتے تھے۔ حضور اُسے منافع کے  
ساتھ واپس فرماتے تھے۔ معاملہ کی صفائی کی وجہ سے آپ عرب بھر  
میں صادق اور امین کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ آپ نے شام، یمن

سے قریب ایک صحرا کا نام ہے۔ اسے طبقات ابن سعد

اور عثمان میں کئی کاروباری سفر کئے۔ نوجوانی میں ہی عربوں نے آپ کی سچائی اور دیانت کو تسلیم کر لیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھنے لگے۔

سیرکار رسالت محمد مصطفیٰ کی عمر پندرہ سال کی معاہدہ حلف الفضول تھی کہ ۵۸۶ء کے قریب قریش اور قبیلہ بنی

قیس میں لڑائی شروع ہوئی۔ چونکہ یہ لڑائی ان مہینوں میں ہوئی تھی۔ جن میں جنگ و جدل منع تھی۔ اس لئے اس جنگ کو حرب فجار کہتے ہیں۔ اس جنگ کے بعد ایک معاہدہ ہوا۔ جو تاریخ میں حلف الفضول کے نام سے مشہور ہے۔ تاریخ صاف اقرار کر رہی ہے۔ کہ اس قدر شریفانہ اصول پر عرب میں کوئی معاہدہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ اس معاہدہ کی تحریک بنی ہاشم کی طرف سے ہوئی تھی۔ حضرت عبدالمطلب کے بعد بے آئینی زوروں سے شروع ہو گئی تھی۔ جنہی لوگوں کی زندگی محفوظ نہیں تھی بنی ہاشم کا حساس دل انسانی تکلیفوں اور زمانہ جاہلیت کی بے باکانہ جراتوں کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے انہوں نے پروسیبیوں اور جنبیوں کی حمایت اور حفاظت کا بیڑا اٹھا لیا۔ اس معاہدہ میں عہد کیا گیا۔ کہ ہم ہمیشہ مظلوم کا ساتھ دیں گے۔ اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں گے۔ جب تک کہ اس کا حق ادا نہ ہو جائے۔ اور ہم اسباب زندگی میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ حضرت محمدؐ اس معاہدہ میں شریک تھے۔ اور آپ ہمیشہ اس شرکت پر نازاں رہے

## حضرت خدیجہ سے نکاح

حضرت محمد مصطفیٰؐ جب شام اور یمن میں جا کر کاروبار کرتے تھے تو جو لوگ تجارت میں حضور کے شریک ہوتے تھے انہیں بہت نفع حاصل ہوتا تھا بلکہ یمن قبیلہ قریش میں ایک معزز و ولیمہ خاتون خدیجہؓ تھیں جو پاکیزگی سیرت کی وجہ سے طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں تجارت اور کاروبار کے لحاظ سے عرب کے تاجروں میں کوئی ان کے برابر نہ تھا۔ عرب کے لوگ انہیں عرب تاجروں کی ملکہ کہتے تھے جب اہل مکہ کا قافلہ تجارت کے لئے روانہ ہوتا تھا تو اکیلا حضرت خدیجہؓ کا مال تمام قریش کے مال کے برابر ہوتا تھا۔

حضرت ابوطالب نے سرکار رسالت سے مشورہ کے بعد حضرت خدیجہؓ کو مشورہ دیا کہ وہ حضرت محمدؐ سے عرض کریں کہ آپ میرا سامان تجارت بھی لے جایا کریں۔ چنانچہ حضرت خدیجہؓ کی درخواست پر آپ ان کا مال لے کر شام گئے جس سے ان کو بہت نفع ہوا۔ حضرت خدیجہؓ کا غلام بیسر بھی ساتھ تھا۔ حضرت خدیجہؓ حضورؐ کی دیانت اور نیکی سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ آپ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ حضورؐ نے قبول فرمایا۔ حضرت ابوطالب نے نکاح پڑھا۔ اس نکاح میں حضرت ابوطالب نے جو خطیبہ پڑھا۔ اس سے آپ کا موحد خدا پرست اور مسلم ہونا ثابت ہے۔ اس نکاح کے وقت حضورؐ کی عمر ۲۵ سال اور حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال تھی۔ یہ نکاح بہت ہی مبارک ثابت ہوا۔

۱۔ حضرت خدیجہؓ کی تمام دولت و ثروت اسلام کی نشر و اشاعت پر

صرف ہوئی۔

۲۔ رسولؐ کی مالی مشکلات حضرت خدیجہؓ کے مال سے حل ہو گئیں۔  
 ۳۔ اس نکاح سے سیدہ طاہرہ فاطمہ الزہراءؑ پیدا ہوئیں۔ جن سے رسول اللہؐ  
 کی اولاد دنیا میں پھیلی گویا یہ نکاح بقلے بقلے نسل سرکارِ رسالتؐ کا باعث ہوا۔

۱۳۔ رجب ۳۰ عام الفیل یعنی ۶۰۰ء میں جبکہ  
 رسول اللہؐ کی عمر تیس سال کی تھی حضرت ابو طالبؓ

مولودِ کعبہ کی ولادت

کے ہاں امیر المؤمنین حضرت علیؑ پیدا ہوئے۔ اس امر میں اسلامی روایات  
 متفق ہیں۔ کہ جناب فاطمہ بنت اسد کے بطن سے حضرت علیؑ السلام  
 کی ولادت وسط بیت اللہ خانہ کعبہ میں ہوئی۔ یہ وہی علیؑ ہیں۔ جن کے  
 قوتِ بازو سے اسلام بچلا پھولا۔ سرکارِ رسالتؐ کے اس معجزہ شجاعت  
 کی پرورش اور تربیت حضور ہی کے سایہ رحمت میں ہوئی۔ جس کا ذکر خود تربیت  
 پانچواں باب میں کیا ہے۔

اے لوگو! قرابت اور مخصوص درجہ کے لحاظ سے جو نسبت  
 مجھے رسول اللہؐ سے ہے۔ تم جانتے ہو۔ رسول اللہؐ نے مجھے اس  
 زمانہ میں اپنی آنکھوں میں رحمت میں لیا جبکہ میں ابھی پیدا ہی ہوا تھا۔ مجھے  
 اپنے سینے سے لگایا اور مجھے اپنے بستر میں سلایا یا میلر جسم ان کے جسم سے چھوڑنا  
 تھا کہ میں ان کی خوشبو کو سونگھتا تھا۔ اور حضورؐ کسی چیز کو چھاننے

۱۔ مستدرک امام مالک جلد ۲ صفحہ ۴۸۳۔ ازالۃ الخفا مقصد ۲ صفحہ ۲۵۰  
 وسیلۃ النجات صفحہ ۶ مطبوعہ مکتبہ

تھے پھر اسے مجھے کھلاتے تھے۔ میں ہر وقت آپ کے ساتھ خلقِ  
 خوبیوں کے رستے طے کرتا تھا۔ اور دن رات رسول اللہ کے بہترین اخلاق  
 سے فائدہ اٹھاتا تھا۔ میں اس طرح آپ کے پیچھے پیچھے چلتا  
 تھا۔ جس طرح اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے نقش قدم پر چلتا ہے۔  
 آپ ہر روز میرے لئے اپنے اخلاق سے ایک علم بلند کرتے تھے اور  
 مجھے اس کی پیروی کا حکم دیتے تھے۔ آپ ہر سال عازرا میں گوشہ  
 نشینی اختیار فرماتے تھے۔ میں آپ کو دیکھتا تھا اور میرے  
 سوا کوئی آپ کو نہیں دیکھتا تھا۔ اس زمانہ میں اسلام کے ایک گھیر میں رسول  
 اللہ اور خدیجہ کے سوا کوئی نہ تھا اور میں ان کا تیسرا تھا۔ میں وحی رسالت  
 کے نور کو دیکھتا تھا اور نبوت کی خوشبو سونگھتا تھا۔ میں نے نزول وحی  
 کے وقت شیطان کی گریہ و زاری کو سنا۔ میں نے عرض کیا یہ کیسی گریہ و  
 زاری ہے؟ فرمایا: یہ شیطان ہے۔ جو اپنی عبادت سے مایوس  
 ہو گیا ہے۔ اے علی! میں جو سنتا ہوں وہی تو سنتا ہے۔ جو میں  
 دیکھتا ہوں۔ وہی تو دیکھتا ہے۔ لیکن یہ کہ تو نبی نہیں بلکہ تو وزیر  
 ہے اور یقیناً تو خیر و نیکی پر ہے۔

۶۰۶ء میں جبکہ آنحضرت کی  
 عمر ۳۵ یا ۳۶ سال کی تھی۔ مکہ

کعبہ کی تعمیر چل رہی تھی اور رسول امین

میں سیلاب آیا اور خانہ کعبہ کی دیواریں گر گئیں۔ قبائل عرب نے خانہ کعبہ کو

سہ ماہی البلاغ جلد ۲ صفحہ ۱۸۲ خطبہ القاصدہ خطبہ نمبر ۱۸۴۔ مطبوعہ مصر۔

دوبارہ تعمیر کیا۔ مگر جب حجر اسود کو نصب کرنے کا وقت آیا۔ تو جھگڑا ہو گیا۔ ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ یہ بنیادی پتھر اسی کے ہاتھ سے نصب ہو۔ جب کوئی فیصلہ نہ ہو سکا تو قریب تھا کہ لڑائی کا ہنگامہ گرم ہو۔ تلوایں کھنچ چکی تھیں۔ خونریزی کے عہد ہو چکے تھے۔ کہ قوم کے ایک بوڑھے نے یہ تجویز پیش کی۔ کہ کل جو شخص سب سے پہلے خانہ کعبہ میں داخل ہو۔ اسے فیصلہ کرنے والا ثالث مان لیا جائے۔ اور جو وہ فیصلہ دے اسے قبول کر لیا جائے۔ دوسرے روز جو سب سے پہلے داخل ہوئے وہ امن عالم کے علمبردار الامین محمد مصطفیٰؐ تھے چنانچہ سب لوگ خوش ہو گئے۔ کہ الامین جو بھی فیصلہ کرے گا مناسب موزون ہو گا۔ آپ کے حسن مذاہر اور دنیا کو دیکھئے۔ آپ نے اپنی چادر بچھا کر اس میں پتھر کو رکھا اور تمام قبیلوں کے سرداروں سے کہا۔ کہ وہ چادر کو کناروں سے پکڑ کر اٹھائیں۔ جب یہ پتھر اس طرح اپنے مقام پر پہنچ گیا۔ تو حضور نے اسے اپنے ہاتھ سے اٹھا کر دیوار کعبہ میں نصب کر دیا اور اس طرح حضور نے ساری قوم کو خونریزی میں الجھنے سے بچا لیا۔

رسول اللہ کی چالیس سالہ زندگی

باد جو دیکھ عرب کا ملک بدکاری و عیاشی، قتل و غارت، شراب خوری، فسق و فجور

اور بت پرستی کا مرکز تھا۔ زنا۔ بدکاری۔ جو آ اور بے حیائی عرب کی زندگی کے رگ و ریشم میں سرایت کئے ہوئے تھی۔ مگر حضور ان تمام برائیوں سے بلند و بزرگ تھے۔ اعلان نبوت کے بعد رسول اللہ نے قرآن مجید کے مطالبات جن چیزوں سے منع کیا۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ حضور نے کبھی ان چیزوں کو قبل نزول قرآن کیا ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ قرآن کو اپنے سینہ میں لے

کر دنیا میں آئے تھے اور چالیس سال آپ نے قرآنی احکام کی اپنے عمل اور کلمہ سے تبلیغ کی۔ قبل اعلان نبوت آپ کی سیرت آپ کی زندگی قرآن مجید کی ایک ایک آیت کی عمل سے تفسیر کر رہی تھی۔ آپ اپنی سیرت سے اعلان فرماتے تھے میں بندہ خدا ہوں۔ مجھے کتاب دیدی گئی ہے اور نبی بنا دیا گیا ہے۔ نبی نبی ہوتا ہے۔ اگرچہ دودھ پیتا بچہ ہو۔ کون کہتا ہے کہ آپ کو چالیس سال تک علم نہ ہوا۔ کہ آپ نبی اور رسول ہیں۔ ہاں چالیس سال کی عمر میں آپ کو پذیرلیعہ جبرئیل امین وحی ہوئی۔ کہ جو کتاب الہی آپ کے سینہ میں محفوظ ہے۔ اسے بتدریج دیکھنے کو پہنچا دیجئے چنانچہ آپ نے اعلان نبوت فرمایا اور جن چیزوں کو عمل سے چالیس سال پیش کیا تھا۔ اب زبان سے ان کی طرف دعوت دینے لگے۔

## سوالات

- ۱۔ حضرت عبداللہ کی خصوصیت اور ان کی وفات بیان کیجئے۔
- ۲۔ سرکار رسالت کی ولادت کو بیان کیجئے۔
- ۳۔ سرکار رسالت کی پرورش کن کن افراد سے متعلق رہی اور ہر فرد کے زمانہ کفالت کا ذکر کیجئے۔
- ۴۔ سرکار رسالت کے بچپن کے حالات بیان کیجئے۔ جس میں حضور کی گلہ بانی کا بھی تذکرہ ہو۔
- ۵۔ سرکار رسالت کی کاروباری زندگی کو بیان کیجئے۔

۶ - معاہدہ حلف الفضول پر تفصیل سے روشنی ڈالیے۔  
 ۷ - محسنہ اسلام حضرت خدیجہ کے نکاح کے حالات بیان کیجئے  
 اور بتلایئے کہ یہ نکاح کن کن وجوہات سے نہایت  
 مبارک تھا۔

۸ - مولودِ کعبہ حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کی  
 ولادت کے حالات لکھئے۔

۹ - حضرت علیؑ کی تربیت کے حالات ان کی اپنی زبان سے  
 بیان کیجئے۔

۱۰ - کعبہ کی تعمیر جدید اور سرکارِ رسالت کے تدبیر اور امن  
 دوستی کو بیان کیجئے۔

۱۱ - رسولِ امینؐ کی چالیس سالہ زندگی کو تفصیل سے  
 بیان کیجئے۔



# پانچواں باب

## بیت اعلان نبوت اور دعوتِ اسلام

### میرکار رسالت کی مکی زندگی

### اس نبوت سے پہلے نبوت تک

جب دنیا میں کفر و شرک اٹھا کو پہنچ گیا اور ظلم و جور، فسق و فجور کے تاریک بادلوں نے ساری دنیا کو تیرہ و تاریک بنا دیا تو غیرت الہی جوڑ میں آئی اور سرکارِ ختمی مآب محمد مصطفیٰ کو پذیریدہ وحی توحید الہی کی اشاعت اور پیغامِ امن پہنچانے کا حکم ہوا۔ آپ نے اعلانِ نبوت فرمایا۔ اور دعوتِ اسلام دی۔

سب سے پہلے آپ کی شریکہ زندگی حضرت خدیجہ بنت ابی طالب نے جو آپ کی دیانت و امانت اور استقامت اور استقامت کی

حق گوئی اور حق پسندی کو سب سے زیادہ قریب سے دیکھنے والی تھیں۔ آپ کی دعوت پر لبیک کہا۔ اس کے بعد آپ کے چچا زاد بھائی علی مرتضیٰ نے جنہوں نے دس برس تک آپ کے دامن تربیت میں پرورش پائی تھی

آپ کی رسالت کی تصدیق کی ۔

مسلم اول شہِ مزاں علیؑ غشق را سر پائیہ ایماں علیؑ  
انگلستان کے شہرہٴ آفاق مورخ ایڈورڈ گبن نے اس واقعہ کا ان  
الفاظ میں ذکر کیا ہے ۔

ایک نوجوان پیرو کی سی ہمت و جرأت کے ساتھ آپ کے  
خیالات کی صداقت کا اعتراف کیا۔

حضرت علیؑ کے بعد سرکارِ رسالت کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ  
نے حضور کی دعوت پر لبیک کہا۔

پھر کہا جاتا ہے کہ اسی زمانے میں حضرت ابو بکر اسلام لائے ۔ مگر طبری  
کی ایک روایت میں ہے ۔

محمد بن سعید ناقل ہیں کہ میر نے اپنے باپ سے پوچھا کہ آپ  
لوگوں میں حضرت ابو بکر سے پہلے اسلام لائے ۔ انہیں  
نے کہا نہیں ۔ ان سے قبل پچاس آدمیوں سے زیادہ اسلام  
لا چکے تھے ۔

۱۔ الحج السطالہ لسنہ ۳۹۲ . تقریب التہذیب ابن حجر عسقلانی ص ۲۱۰ و صفحہ  
الاجاب جلد اول . اعجاز التنزیل ص ۲۹ و صفحہ

HISTORY OF DECLINE AND FALL OF ROMAN EMPIRE

۵۰ - طبری ص ۱۱۶ و نہایت ابن ہشام

۵۱ - تاریخ طبری ۔

بہر کیف حضرت علیؑ اور زبیر بن عارضہ کے بعد مکہ کے چند مشہور افراد حضرت ابو بکر  
حضرت عثمانؓ حضرت زبیر بن عوام اور حضرت عمارؓ یا سر وغیرہ نے بھی اسلام  
کا رخ کیا۔

بعثت سے تین برس تک رسول اللہؐ مخفی طور پر  
دعوتِ ذوالعشیرہ تبلیغ فرماتے رہے۔ لوگ ڈھکے چھپے مسلمان

ہوتے رہے تین برس کے بعد آپؐ کو اپنے قریبی رشتہ داروں کو دعوت دینے  
کا حکم ہوا۔ یہ واقعہ دعوتِ ذوالعشیرہ کے نام سے مشہور ہے۔

آپؐ نے اپنے رشتہ داروں کو جمع کیا اور کھانا کھلانے کے بعد انہیں اس  
طرح خطاب فرمایا۔

اے اولادِ عبدالمطلب! جس خدا نے تم کو افضل ترین نعمتیں عطا کی

ہیں۔ اس کے نام سے تم لوگوں کو میں اس دنیا کی برکتیں اور آئندہ کی

تمام خوشیاں بخشا ہوں۔ پس تم میں سے کون میری تائید کرے میرے بھائی

میرا جانشین، میرا وزیر بننا پسند کرتا ہے۔ یہ سن کر سب

لوگ خاموش ہو گئے۔ بعض لوگ تعجب کرتے اور تمسخر

کرتے تھے۔ آخر حضرت علیؑ نے اپنی جوانانہ دلیری کے ساتھ

پیغمبر کے حضور میں عرض کیا۔ حضور! میں حاضر ہوں اور سزا

رسالت نے اپنے ہاتھ اس جوان کی گردن میں ڈال دیئے اور اسے اپنے

سیدتہ سے لگا کر آیا و از بلن فرمایا۔ کہ تم سب لوگ میرے بھائی

میرے وزیر میرے جانشین کو دیکھ لو۔ اور اس کی فرمانبرداری کرو۔ نوحوان  
 علیؑ کی اس جرأت و مستعدی پر قریش نے ایک حقارت آمیز قہقہہ  
 لگا کر اس کم سن خلیفہ کے باپ ابو طالبؓ کو اپنے بیٹے کے سامنے  
 جھکنے اور اس کی فرمانبرداری کرنے پر ملامت کی۔

## دعوتِ عامِ قریش کی مخالفت اور حضرت ابو طالبؓ کی حیا

اب رسول اللہؐ نے دعوتِ اسلام عام کر دی۔ بت پرست کاٹھ توجید  
 پڑھنے لگے۔ انسانی ظلم و ستم سے تنگ آئے ہوئے انسان مساوات کی دعوت  
 پر لبیک کہنے لگے۔ توحید کا ڈنکا بجنے لگا۔ بت پرستی مٹنے لگی۔ سربراہی  
 کی برائیاں دور ہونے لگیں۔ اسلام کی ترقی کو کفارِ قریش برداشت نہ کر  
 سکے۔ ان مخالفت کرنے والوں میں چند شاہیر قریش اور قریش کے چند

۱۔ دانشمندی اور جن کی مشہور کتاب *Successes of Muhammad*

بنان ڈیون پورٹ کی مشہور کتاب *Apology for Muhammad and his*

گبن کی مشہور کتاب *HISTORY OF DECLINE AND FALL OF ROMAN EMPIRE*

اور اسلامی کتاب میں یہ واقعہ بالفاظ مختلفہ موجود ہے۔ دیکھو تفسیر خازن تفسیر سراج المنیر  
 تفسیر ثعالبی۔ تفسیر واحدی۔ تفسیر ابن مرددہ۔ تفسیر ابن ابی حاتم۔ کنز العمال۔ دلائل النبوة

حلیتہ مالولیا۔ ذخیرۃ المال عجیبی۔ مختار صلیب مقدسی۔ تہذیب الآثار۔ تاریخ طبری۔ کتاب

الکتفا۔ تاریخ کامل بن اثیر۔ تاریخ ابو الفدا۔ روضۃ الصدا۔ حبیب البیہر۔ مدارج

النبوة۔ ازالۃ الخفاء۔ مدارج النبوة۔

خاص قبیلے آگے آگے تھے۔

ابو جہل - جو قبیلہ قریش کا ایک ہٹ دھرم سردار تھا۔

ابو لہب - رسول اللہ کا چچا۔

ابو سفیان - بنو امیہ کا سردار اور اس کی بیوی ہندہ بنت عتبہ۔

سب سے زیادہ جس قبیلہ نے مخالفت کی وہ بنو امیہ تھے۔ چنانچہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں۔

آنحضرتؐ کی نبوت کو خاندان بنی امیہ اپنے رقیب رہا شتم کی فتح خیال کرتا تھا۔ اس لئے سب سے زیادہ اسی قبیلہ نے آنحضرتؐ کی مخالفت کی۔

بنو امیہ کا بنو المصیرہ بنو مخزوم۔ رسول اللہ کے سب سے زیادہ مخالفت قبیلہ بنو امیہ، بنو المصیرہ اور بنو مخزوم تھے۔ بنی مخزوم کو بھی بنی ہاشم سے مخالفت تھی۔ ولید بن مصیرہ اس خاندان کا رئیس تھا یہ خالد کا پاپا اور ابو جہل کا چچا تھا۔ ان قبائل کے متعلق رسول اللہ نے خود فرمایا ہے۔

”ہم سے سب سے زیادہ بغض و عداوت رکھنے والی قوم

بنو امیہ، بنو مصیرہ اور بنی مخزوم ہے“

قریش کی شدید مخالفت میں حضرت ابوطالبؓ ہر طرح سے رسول اللہؐ

سہ سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۱۵۸

سہ نصاب کا فیہ صفحہ ۱۰۶ تطہیر الجنان ابن حجر کی صفحہ ۱۵۴

کے مددگار اور معاون تھے۔ قریش کے مذہبمندان اور ان کی راہ میں حضرت ابوطالب کا وقار، اثر و اقتدار کا وہ تھا۔ ابوطالب رسول اللہ کے لئے سپر بنے ہوئے تھے۔ کفار مکہ کی پیش نہیں جاتی تھی۔ آخر وہ ایک وفد کی صورت میں حضرت ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہنے لگے کہ آپ اپنے بھتیجے کو سمجھائیں۔ کہ وہ ہمارے مذہب کی مذمت سے باز آجائے۔ حضرت ابوطالب نے اس وفد کی معروضات کو خود رسالت میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا:-

”چچا جان! اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر ہاندر کھریں تو میں پھر بھی اپنے مقصد سے باز نہیں آؤں گا۔ یا تو یہ دین پھیلے گا۔ یا اس مقصد کے لئے میری جان جائے گی“

بھتیجے کے اس عزم و استقلال کو دیکھ کر حضرت ابوطالب نے کہا:-

”بیٹا! تم اپنا کام کیے جاؤ۔ یہ لوگ تمہارا بال بھی بیٹا نہیں کر سکیں گے“

کفار قریش کی پیشکش سے روکنے کے لئے ایک اور حال چلا گیا،

کو جو کہ ایک باوقار سردار تھا۔ آپ کے پاس بیٹھا۔ بھتیجے کے لئے عرض کیا:-

”اے محمد! قوم میں بھڑک اٹھانے سے کیا فائدہ ہے۔ اگر آپ کا مقصد ہمارے مذہب کی مخالفت سے سرداری حاصل کرنا ہے

تو ہم سب متفق ہو کر آپ کو سردار تسلیم کر لیتے ہیں۔ اگر آپ کو کسی بڑے گھرانے کی خوبصورت عورت سے نکاح کرنا ہے تو ہم اس کا انتظام کر دیتے ہیں۔ اگر آپ دولت مند بننا چاہتے تو ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ مگر آپ ہمارے مذہب کی مخالفت ترک کریں۔“

رسول اللہ نے عقبہ کو خلاف امید جواب دیا۔ اور اسے قرآن حکیم کی چند آیات سنائیں جن سے متاثر ہو کر عقبہ لوٹا اور کفارِ قریش کو مشورہ دیا۔ کہ وہ حضور کو ان کے اپنے حال پر چھوڑ دیں۔ مگر وہ ایسی بات کہاں مانتے تھے۔

اس کے بعد کفارِ قریش نے مسلمانوں پر  
**کفارِ قریش کے مظالم** | ایسے مظالم برپا کئے جن کے تصور سے

رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں حضرت یاسر جو مکہ کے ایک مفلس مسلمان تھے۔ ان مظالم کو برداشت کرتے کرتے دنیا سے چل بسے۔ ان کی بیوی حضرت سمیہ کو ابو جہل نے برہمی مار کر شہید کر دیا۔ ان کے بیٹے عمار اسی قسم کے مظالم کا شکار تھے حضرت جناب ابن اللات پر بھی انتہائی سختیاں کیں۔ ایک روز انہیں دہکتے ہوئے کوٹھوں پر لٹا دیا۔ اور جیب تک وہ ٹھنڈے نہ ہو گئے۔ انہیں نہ چھوڑا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو عرب کی جلنتی ہوئی ریت پر لٹا دیتے تھے اور ان کی چھاتی پر تپتے ہوئے پتھر رکھ دیتے تھے۔ اس پر ان کی زبان پر احد، احد کے کلمات جاری رہتے تھے۔ حضرت زبیرہ جو کہ ایک مسلمان کنیز تھیں۔

ابو جہل نے ان کی آنکھیں نکال دیں۔ ان سختیوں پر رسول اللہ ﷺ ہمیشہ انہیں تسلی دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ تم لوگ اللہ کی رحمت کے منتظر رہو۔

## سوالات

- ۱۔ آنحضرتؐ کی دعوتِ اسلام پر سب سے پہلے کن تین افراد نے تصدیقِ رسالت کی اور پھر کون کون اسلام لایا؟
- ۲۔ دعوتِ ذوالعشیرہ سے کیا مراد ہے؟ اور واقعہ کی تفصیل بیان کیجئے۔
- ۳۔ قریش کی مخالفت اور حضرت ابوطالبؓ کی حمایت کا حال بیان کیجئے۔
- ۴۔ سرکارِ رسالتؐ اور اسلام کے شدید ترین مخالف کون سے قبائل تھے؟
- ۵۔ کفارِ قریش کی پیش کش اور سرکارِ رسالتؐ کا اس پر رویہ بیان کیجئے۔
- ۶۔ کفارِ قریش کے وفد کے معروضات کو حضرت ابوطالبؓ نے جب پیش کیا۔ تو سرکارِ رسالتؐ نے کیا جواب دیا اور اس پر حضرت ابوطالبؓ نے کیا کہا؟
- ۷۔ مسلمانوں پر کفارِ قریش کے مظالم کو تفصیل سے بیان کیجئے۔



# چھٹا باب

ہجرتِ حبشہ معاشرتی بائیکاٹ کا شعبہ ای طالب میں نظر بند رہی

حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہ کی وفات کا سفرِ طائف

## سہ سالِ نبوت سے ستر سالِ نبوت تک

سہ ماہی ہجرتِ حبشہ  
مسلمانوں پر انتہائی سختیاں ہو رہی تھیں، رسول اللہ ﷺ کا دل انتہائی درد و غم کے جذبات لئے سوئے تھا۔ اس لئے آپ نے مسلمانوں کی ایک جماعت کو مشورہ دیا کہ وہ ہجرت کر کے حبشہ میں چلے جائیں۔ یہاں کا عبید بن جراح نے اس ارشاد پر مسلمانوں کا ایک چھوٹا سا قافلہ جس میں بارہ مرد اور چار عورتیں تھیں ستر سالِ نبوت رات کے وقت روانہ ہوا اور شیبہ کی بندرگاہ سے جہاز پر سوار ہو کر حبشہ پہنچا۔ یہ قافلہ حضرت عثمان کی سرپرستی میں روانہ ہوا اور تین مہینے حبشہ میں مقیم رہا۔ اس زمانہ میں انہیں غلط افواہ ملی کہ اہل مکہ مسلمان ہونے لگے ہیں یہ لوگ واپس آئے تاکہ کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط ہے

یہ لوگ بڑی مشکل سے چھپ چھپا کر یا کسی کی پناہ لے کر مکہ میں داخل ہوئے

۵۰ سال نبوت میں پہلی ہجرتِ حبشہ  
دوسری ہجرتِ حبشہ

ہوئی۔ اور مسلمان حبشہ کے تین مہینے کے  
قیام میں اہل حبشہ کی رواداری اور حکومتِ حبشہ کی عدالت کا تجربہ  
کر چکے تھے۔ اس سرزمین پر انہیں آزادی مذہب بھی حاصل تھی۔

اور ہر طرح کی سہولیتیں بھی مہیا تھیں۔ اس لئے ۵ سال نبوت  
میں کفارِ مکہ کے ظلم و جور سے تنگ آئے ہوئے مسلمانوں کو رسول اللہ نے  
حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا پھر مشورہ دیا۔ اس وقت ہجرت کرنے والے

میں سے دو اور اٹھارہ عورتیں تھیں۔ یہ قافلہ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ  
کی قیادت میں روانہ ہوا۔ کفارِ قریش نے اس قافلہ کا تعاقب کیا۔ مگر  
کفار کے پہنچنے سے پہلے یہ لوگ کشتیوں میں سوار ہو چکے تھے۔ اس لئے

کفار کے پہنچنے سے نکل کر خفیہ طور پر حبشہ میں پہنچ گئے۔ حبشہ میں انہیں امن  
ملا۔ آزادی نصیب ہوئی اور یہ اچھی فضا میں اطمینان کی زندگی بسر کرنے لگے  
لیکن مسلمان نہاجرین کے اس اطمینان کو کفارِ قریشی برعکس نہ کر سکے۔ انہوں نے

عمر بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو تحفے تحائف دے کر نجاشی کے دربار میں  
اس وفد نے نجاشی کے دربار میں حاضر ہو کر تحفے تحائف پیش کرنے کے بعد اپنے مرد و  
پیش کیے۔ اور کہا کہ مکہ کے کچھ شریر لوگ تم سے بھاگ کر آپ کے ملک میں پناہ

لے چکے ہیں۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ انہیں ہمارے حوالے کر دیا جائے۔ نجاشی نے کہا

جب تک ہم دوسرے فریق کی بات نہ سنیں کوئی قبضہ نہیں کر سکتے۔ چنانچہ رسول

کے بھائی اور ہاجرین کے سالار حضرت جعفر ابن ابی طالبؓ دربار میں بلائے گئے  
 جب حضرت جعفرؓ مع جماعت ہاجرین حاضر دربار ہوئے تو نجاشی نے دریافت کیا کہ  
 آپ لوگوں کے اصول و عقائد کیا ہیں اور آپ کے ملک والے آپ کے خلاف کیوں ہیں  
 حضرت جعفرؓ نے اپنی تقریر اس طرح شروع کی ۔

اے بادشاہ! ہمارے ملک کے لوگ جاہل تھے۔ مردار کھاتے تھے

اور یہ وہ بکا کرتے تھے۔ ان میں انسانیّت نہ تھی اور یہ سچی ہمدردی

نہاں تھی اور ہم سب کے حقوق سے نا آشنا تھے۔ کسی قانون و قاعدہ

کے پابند نہیں تھے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے انتہائی

فضل و کرم سے ہم میں ایک رسول بھیجا جس کی امانت و دیانت

صدق و عفا، حسب و نسب، زہد و تقویٰ سے ہم اچھی طرح واقف

تھے۔ اس نے ہمیں توحید کی دعوت دی اور شرک اور بت پرستی کی گمراہی سے

نکالا۔ اس نے ہمیں سچ بولنے، وعدہ وفا کرنے۔ گناہوں سے بچنے

نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کی تلقین فرمائی۔ ہمارا قصور صرف

یہی ہے۔ کہ ہم اس خدا کے سچے نبی پر ایمان لائے ہیں۔ اس جرم میں

ہماری قوم ہم پر سختی اور تشدد کرنے پر تیار گئی ہے۔ ہماری

قوم جانتی ہے کہ ہم خدا کے وعدہ لاشریک کی عبادت کر کے

پتھر، مٹی اور لکڑی کے بتوں کی پرستش شروع کر دیں۔ ان کے

جو روحنا سے بچنے کے لئے ہم نے آپ کے ملک میں پناہ

لی ہے۔"

اس تقریر کا نجاشی پر بہت اثر ہوا اور اس نے اس کلامِ خدا کے سننے کی تمنا کا اظہار کیا۔ جو رسول اللہ پر نازل ہوا تھا۔ حضرت جعفر نے سورہٴ مریم کی تلاوت فرمائی۔ نجاشی کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اس نے رسول اللہ کی صداقت کا اعتراف کیا اور کہا: بیشک حضرت محمد وہی رسول ہیں۔ جن کے تشریف لانے کی لیسوع مسیح نے خبر دی تھی۔ اللہ کا شکر ہے۔ کہ میں ان کے زمانہ میں ہوں۔

اس پر کفار مکہ کو نہایت بائوسی سے واپس لوٹنا پڑا۔ ایک عرصہ تک حبشہ میں آباد رہے۔ اور نہایت امن و اطمینان کی زندگی بسر کرتے رہے۔ ۱۰ھ میں فتح خیبر کے دن یہ ہاجرین مدینہ واپس آئے۔

۱۰ھ سال نبوت کے واقعات میں ایک **حضرت عمر کا قبول اسلام** عجیب واقعہ حضرت عمر کے اسلام لانے کا ہے۔ حضرت عمر طبیعت کے بہت سخت تھے۔ شرع میں وہ اسلام کے شدید ترین دشمن تھے۔ وہ نہایت غیظ و غضب میں سرکار رسالت کو قتل کرنے کے ارادہ سے نکلے تھے۔ ہاتھ میں تلوار کھینچی ہوئی تھی جب سرکار رسالت کی خدمت میں پہنچے۔ تو سر تسلیم خم کر لیا۔ اور کلمہٴ توحید پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

معاشرتی بائیکاٹ، شعب ابی طالب میں رسول اللہ کی نظر بندی، ۱۰ھ سال نبوت میں ہی مشرکین قریش کی سختی بڑھ گئی۔ قریش نے

جمع ہو کر ایک معاہدہ لکھا۔ جس کی بناء پر بنو ہاشم سے ہر قسم کا میل جول چھوڑ دیا۔ یہ سوشل یا ٹیکٹک ٹین برس تک جاری رہا۔ ان دنوں میں حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہ کی تمام دولت صرف ہو گئی۔ بنو ہاشم شعب ابی طالب میں گھرے ہوئے تھے۔ اس نظر بندی کے زمانہ میں ضروریات زندگی بہم پہنچانا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا۔ جو مکہ کے گرد و لواح کی آبادیوں میں دور تک نکل جاتے تھے۔ گھروں اور کھجور میں جو کچھ میسر آتا۔ اپنی بیٹھ پر رکھ کر لاتے تھے۔ شعب ابی طالب کے دروازہ پر حضرت ابو طالب پہرہ دیتے تھے اس لئے اندر آنے کی کسی کو جرأت نہیں ہوتی تھی۔ حضرت ابو طالب کو سرکار رسالت کی زندگی کی ہر وقت فکر تھی جس بستر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گئے۔ انہیں اس پر جس پر علی صلی اللہ علیہ وسلم لٹاتے تھے کچھ اور وقت گزرتا۔ تو بستر بدل دیتے تھے۔ جہاں جعفر صلی اللہ علیہ وسلم تھے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلاتے۔ پھر رات کے تیسرے پہر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ بدلتے۔ حضرت عقیل کی جگہ حضور کو سلاتے۔ اس سے غرض یہ تھی۔ کہ میرے بیٹوں بیٹے قتل ہو جائیں پرواہ نہیں۔ مگر اللہ کا رسول زندہ سلامت رہے۔ مگر آخر میں حالت یہ ہو گئی۔ کہ بنی ہاشم کے بچے بھوک کے مارے اس زور سے رونے لگے کہ ان کے رونے کی آوازیں گھائی کے پار شہر تک پہنچتی تھیں۔ سنگ دل قریش سنتے تھے۔ اور سنتے تھے۔ زندگی اکثر فاقوں میں گزرتی تھی یا درختوں کے پتوں وغیرہ پر گزارہ ہوتا تھا۔ اگر کوئی خوراک پہنچانے کی کوشش کرتا تھا۔ تو کفار باہر

چھین لیتے تھے۔

لیکن تعجب ہے کہ اس وقت تک بہت سے والدین حضرات مسلمان ہو چکے تھے پھر بھی کسی کی مالی امداد کا تذکرہ تاریخ میں نہیں ملتا۔ حالانکہ اس وقت سے بڑھ کر رسول اللہ کی مالی امداد کا کون سا وقت تھا۔

بعثت کے دسویں سال یہ سوئٹل بائیکاٹ اس وقت ختم ہوا جبکہ اس معاہدہ کو جو خانہ کعبہ میں لٹکا ہوا تھا۔ دیکھ چاٹ گئی۔

بعثت کے دسویں سال آپ کے شفیق اور گہبان چچا کا انتقال **غم کا سال** ہوا۔ ابھی یہ صدیہ تازہ تھا۔ کہ آپ کی رفیقہ حیات حضرت خدیجہ طاہرہ و فاتمہ پاکیش حضرت ابوطالب کا وفار رسول اللہ کے لئے سپر تھا پھر کیا مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ چنانچہ حضور شفیق چچا کو یاد کر کے فرمایا کرتے تھے۔

چچا جان! آپ کے بعد جو مصیبت مجھ پر آنے والی تھی کیسی جلدی پر پڑی۔ چنانچہ ان دو صدیوں کی وجہ سے یہ سال عام الحزن "غم کا سال" کہلاتا ہے۔

جب بنی امیہ نے یہ دیکھا۔ کہ **حضرت ابوطالب کی وفات کا اثر** حضرت ابوطالب کا انتقال

ہو گیا جن کا اثر قریش پر تھا اور اس سے وہ ایک محدود جگہ پر رکھے ہوئے تھے مگر اب انہوں نے میدان خالی پایا اور اسلام کے مکہ سے ہتھیصال کے درپے ہو گئے اور نئی

سلاہ حضرت عمر کے اسلام لانے کو اسلام کا وقار بڑھانے کی دلیل قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ وفات اس کے برعکس ہیں۔ رسول اللہ کے اماندان کا بائیکاٹ اسی سال ہوا۔ جس سال حضرت عمر نے اسلام کا اعلان فرمایا تھا۔ اور اس زمانہ میں رسول اللہ کے مصائب بہت بڑھ گئے تھے۔

سلاہ کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۲۹۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۲۹۔ اسنی المطالب صفحہ ۲۸

طرح سے پھران کے حسد۔ دشمنی اور غصہ کی آگ بھڑکی۔ چنانچہ وہ اپنی نئی مخالف  
پر آمادہ ہوئے اور ہاشمیوں کو ستانے کی نئی نئی تدبیریں ہونے لگیں۔

اہل مکہ کے مظالم جاری تھے۔ رسول اللہؐ نے چاہا کہ تبلیغ  
سفر طائف

لئے مکہ سے باہر مواقع تلاش کئے جائیں۔ چنانچہ آپ نے  
ارادہ کیا کہ طائف میں تبلیغ کی جائے۔ طائف مکہ سے چالیس میل کے فاصلہ پر ایک  
بارونق اور زرخیز لستی ہے۔ آپ طائف میں تشریف لے گئے اور وہاں کے اکابر کو توجہ  
و مسافرات کا پیغام دیا۔ مگر انہوں نے توجہ نہ کی بلکہ آپ پر پتھر برسائے جس سے  
اس قدر زخمی ہوئے کہ سر سے خون بہہ کر ابروؤں تک پہنچ گیا اور حضرت لہو لہا  
ہو گئے۔ اس قدر اذیت پر بھی حضور نے انہیں بددعا نہیں دی۔ معصومہ کو نہیں جھڑکا  
کاظمہ زہرا کا بیان ہے کہ یہ حضور کی زندگی میں سب سے زیادہ المناک  
دن تھا۔

## سوالات

۱۔ پہلی ہجرت حبشہ کس سال ہوئی۔ اس کا سبب کیا تھا۔ اس کا  
نتیجہ کیا ہوا؟

۲۔ دوسری ہجرت حبشہ کا سبب کیا ہوا؟ اس میں کفار قریش

سے سیرت محمدیہ صفحہ ۲۱۹ مؤلفہ مرزا حیرت دہلوی۔

- نے کیا کیا اور اس ہجرت کا کیا نتیجہ ہوا؟۔
- ۳۔ دربارِ نجاشی شاہِ حبشہ میں جو تقریر حضرت جعفرؓ ابن ابیطالبؓ نے فرمائی تھی۔ اسے بیان کیجئے۔ اس تقریر کا اثر کیا ہوا؟۔
- ۴۔ حضرت عمرؓ نے کس سال میں کس طرح اسلام قبول کیا؟
- ۵۔ شعب ابی طالبؓ کے معاشرتی بائیکاٹ کے اسباب بیان کیجئے اور بتلایئے کہ رسول اللہؐ کی یہ نظر بندی حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے پہلے ہوئی یا بعد۔ اور کتنا عرصہ بعد ہوئی؟۔
- ۶۔ شعب ابی طالبؓ میں حضرت ابوطالبؓ، ان کے فرزند ارجمند حضرت علیؓ اور محسنہؓ اسلام حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی خدمات کا تذکرہ کیجئے۔
- ۷۔ شعب ابی طالبؓ کے سوشل بائیکاٹ سے پہلے کون کون سے مشاہیر اسلام لا چکے تھے۔ اس سوشل بائیکاٹ میں سرکارِ رسالتؐ کے خاندان کی کیا حالت تھی۔ مشاہیر اسلام میں سے کس کس نے کیا کیا مدد کی؟۔
- ۸۔ غم کے سال سے کیا مراد ہے۔ اسے غم کا سال کیوں کہتے ہیں؟۔
- ۹۔ حضرت ابوطالبؓ کی وفات کے بعد اسلام پر کیا اثرات پڑے؟
- ۱۰۔ واقعہ سفر طائف اور اس کے نتیجہ کو بیان کیجئے۔



# سوالوں کا باب

## ہجرت مدینہ ۶۲۲ء

اب سرکارِ رسالتؐ نے مکہ کے باہر تبلیغی تقریریں شروع کیں۔ آپ عکاظ اور ذی الحجانہ کے میلوں میں تشریف لے جاتے اور خلق خدا کو الہی پیرو سناتے تھے۔ آپ کی ان تقریروں سے عرب کے باشندے اسلام کی تحریک امن سے واقف ہو گئے۔ ان تقریروں کا بہترین موقعہ حج کے اجتماعات تھے۔

۶۲۱ء میں ثیرب کے اوس و خزرج  
اہل ثیرب (مدینہ) میں تبلیغ کے قبیلوں کے چھ آدمی مکہ آئے ہوئے

تھے۔ مکہ کے قریب پہاڑوں میں ایک مقام عقبہ تھا۔ وہاں ان کی رسول اللہ سے ملاقات ہوئی۔ حضور نے انہیں کچھ آیات قرآن سنائیں۔ اور اسلام کی تلقین سے آگاہ کیا۔ یہ چھ کے چھ سعادت مند مسلمان ہو گئے۔

جب ثیرب کے یہ چھ آدمی اپنے وطن پہنچے تو انہوں نے تبلیغ کی اور انہوں نے تعلیمات اسلام کا پورا پورا شہر میں کیا۔ اسی

حج کے موقع پر ثیرب کے بارہ آدمی آئے اور وہ عقبہ کے مقام پر خدمت رسالت میں حاضر ہوئے اور آپ سے تعلیمات اسلام کو سن کر مسلمان ہو گئے انہوں نے رسول اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جو بیعت عقبہ اولیٰ کے نام سے مشہور ہے۔

ہے۔ ان لوگوں نے جو عہد رسول اللہ سے کیا، اس کے الفاظ یہ تھے۔

”ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ نہ چوری کریں گے۔ نہ زنا اور نہ خسرئی کریں گے۔ نہ کسی پر ہمت لگائیں گے اور نہ غیبت کریں گے۔ رسول اللہ کے ارشادات کی تعمیل کریں گے اور سست و غم میں حضور کے وفادار رہیں گے۔“

سرکار رسالت نے مصعب بن عمیر کو ان لوگوں کے ساتھ روانہ کیا تاکہ وہ مدینہ میں تبلیغ اسلام کریں۔ انہیں اپنے مقصد میں کامیابی ہوئی اور ایک سال میں یرب کے اکثر خاندانوں نے اسلام کو قبول کر لیا۔

انگلے سال ۶۲۲ء میں یرب سے ۵۰ مسلمانوں کا ایک بیعت عقبہ ماہیہ

مقام پر خدمت سرکار رسالت میں حاضر ہوئے اور حضور کی بیعت کا شرف حاصل کیا اور حضور کو مدینہ آنے کی دعوت دی۔ اس وقت رسول اللہ کے چچا حضرت عباس آپ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے دعوت دینے والوں سے فرمایا۔

حضرت محمد اپنے خاندان میں بہت معزز و ممتاز ہیں۔ ان کے رشتہ داروں نے دشمن کے مقابلہ میں ہمیشہ ان کا ساتھ دیا ہے۔ مگر تم بھی مرتے دم تک ان کا ساتھ دے سکو تو انہیں لے جاؤ۔ ورنہ اس ارادہ کو ترک کر دو۔“

اس پر ایک ثیرنی سردار براہین معروضے کہا۔

”ہم لوگ تلواروں کی گود میں پائے ہیں۔“

وہ اسی قدر کہہ سکے تھے۔ کہ ان کی بات کاٹ کر دوسرے سردار ابونہیم نے

کہا۔ "یا رسول اللہ! ایسا نہ ہو۔ کہ اسلام کو قوت حاصل ہو اور آپ پھر شہر  
سے مکہ چلے آئیں۔"

اس پر سرکار رسالت نے مسکرا کر فرمایا۔

تمہارا خون میرا خون ہے۔ تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں۔"

جب مدینہ میں مسلمانوں کی تعداد بڑھنے لگی اور وہاں اسلام روز افزا  
ہو گیا۔ ترقی کرنے لگا۔ تو حضور نے حکم الہی مسلمانوں سے جو مشرکین مکہ  
کے ظلم و ستم سے تنگ آگئے تھے۔ ارشاد فرمایا۔

تم تیرب ہجرت کر کے چلے جاؤ۔ اس ارشاد پر مسلمان دو۔ دو تین۔ تین کر کے  
تیرب چلے گئے۔

دارالندوہ اور حندوکی روٹھی

جب قریش مکہ نے دیکھا کہ تیرب میں اسلام  
کو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ اور اللہ کا دین روز  
افزون ترقی کر رہا ہے۔ تو انہوں نے دارالندوہ کو نسل ہال میں بزم مشاورت  
قائم کی جس میں قریش کے بڑے بڑے سردار عقبہ، ابوسفیان، ابو جہل، امیہ بن خلف  
ابو لہب، جبرئیل وغیرہ جمع ہوئے۔ ایک بڑھا نجدی بھی اس مجمع میں موجود تھا۔ محمد مصطفیٰ اور  
لہ لہ لہ کے قتل یا قبیحہ کی تجویز پیش ہونے لگیں۔ انہوں نے ابو جہل کی تجویز اور اس تجویز شیطانی  
کی تائید پر یہ قرار پایا کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک شخص چنا جائے اور پھر یہ تمام شخص  
ایک ساتھ مل کر تلواروں کے ساتھ حملہ کریں اور سرکار رسالت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں  
اس صورت میں نبی ہاشم بدلہ لینے کے لئے اٹھیں تو انہیں تمام عرب سے لڑنا پڑے گا۔ اور وہ  
ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے اور خون بہا کی صورت میں یا کسی ایک قبیلہ پر نہیں

لے گا۔ اس تجویز پر انہوں نے سورج غروب ہوتے ہی نماز رسالت کا محاصرہ کر لیا  
 اللہ نے اپنے حبیب کو کافروں کی اس سازش سے مطلع فرمایا۔ اور حکم دیا۔ کہ  
 تم اپنے فدائی اور جان نثار بھائی علی مرتضیٰ کو اپنی چادر اوڑھا کر اپنے بستر پر سلا دو  
 اور خود تیرب کی طرف ہجرت کر جاؤ۔ اس فرمان الہی کے مطابق رسول اللہ نے علی مرتضیٰ  
 سے فرمایا۔ مجھ کو ہجرت کا حکم ہو چکا ہے۔ پس آج تم میرے بستر پر لیٹو۔ تاکہ دشمنوں  
 کو یہ گمان رہے۔ کہ میں اپنے بستر پر پڑا ہوں اور پھر صبح کو ان کافروں کی امانتیں جو  
 پاسے پاس ہیں۔ ان کو واپس لے کر تم یہاں سے چل پڑنا اور ہم سے آملنا۔  
 سرکار رسالت حضرت علی کو بستر پر لٹا کر خود سورۃ الشہین پڑھتے نہایت  
 اطمینان سے ان کافروں کے بیچ میں سے اس طرح نکل گئے۔ کہ کسی نے بھی نہ دیکھا۔

شب ہجرت علی مرتضیٰ کا بستر رسالت پر سونا  
 اللہ کا ولی رسول اللہ  
 کا جان نثار علی بن جو

بستر رسول پر سویا اللہ نے اس واقعہ کی تصویر کشی ان الفاظ میں کی ہے۔ ومن الناس  
 بشری نفسہ ابتغام رضات اللہ۔ انسانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ کی  
 رضا میں اپنے نفس کو بیچ ڈالتے ہیں۔ جبریل و میکائیل پائنتی سر مارنے کھڑے ہیں اور  
 کہہ رہے ہیں۔ مبارک ہو۔ مبارک ہو۔ اے ابوطالب کے بیٹے اللہ تمہاری اس  
 جان نثاری سے فرشتوں پر فخر و مباہات کر رہا ہے۔

۱۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۵۰۴۹۔ تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۲۶۲۔ ابن خلدون

جلد ۲ صفحہ ۱۵۔ سورۃ البقرہ آیت ۲۰۴

علامہ شبلی لکھتے ہیں۔

رسول اللہ سے قریش کو حد درجہ عداوت تھی۔ تاہم آپ کی دیانت پر یہ اعتماد تھا۔ کہ جس شخص کو کچھ مال یا اسباب امانت رکھنا ہوتا تھا۔ آپ ہی کے پاس لا کر رکھتا تھا۔ اس وقت بھی آپ کے پاس بہت سی امانتیں جمع تھیں۔ آپ کو قریش کے ارادہ کی پہلے سے خبر ہو چکی تھی۔ اس بناء پر جناب امیر کو بلا کر فرمایا۔ مجھ کو ہجرت کا حکم ہو چکا ہے۔ میں آج مدینہ کو روانہ ہو جاؤں گا۔ تم میرے پلنگ پر میری چادر اوڑھ کر سو رہو۔ صبح کو سب کی امانتیں جا کر آپ کے آنا۔ یہ سخت خطرہ کا موقعہ تھا۔ جناب امیر کو معلوم ہو چکا تھا۔ کہ قریش آپ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں۔ اور آج رسول اللہ کا بستر خواب قتل گاہ کی سرزمین ہے۔ لیکن فاتح خیبر کے لئے قتل گاہ فرش گل تھا۔

یہ ظاہر ہے۔ کہ امانتوں کی تفصیل بیان کرنے کا موقع نہ تھا۔ صرف اشارہ کیا علیؑ جانتے تھے۔ کہ کس کس کی امانت ہے اور کس کس قدر ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ علیؑ رسول اللہ کے راز دار تھے۔ معاملات میں شریک تھے اور نائب کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔

۱۵۔ بحیال العلوم غزالی ارجح المطالب صف ۵۰۔ حلیۃ الاولیاء۔ تفسیر کبیر جلد ۲ صف ۲۸۳  
درنشور سیوطی۔ اسد الغابہ۔ تاریخ احمدی صف ۲۵۔ تاریخ خمیس جلد ۳ صف ۲۸۳۔ معارج النبوة  
جلد ۲ صف ۷۲۔ وسیلۃ النجاة صف ۷۸۔ معارج النبوة رکن چہارم صف ۳۳۔ تذکرہ خواص الامراء صف ۲۹  
فصول المہمہ صف ۳۳۔ نور الابصار صف ۱۲۸ و ۱۲۹۔ صف ۱۹۷۔ سیرۃ النبی صف ۱۹۷۔

اس واقعہ کو عیسائی مورخ گبن اس طرح لکھتا ہے۔  
 اگرچہ قاتل دروازے بزرگہبانی کر رہے تھے۔ مگر وہ دھوکے میں آکر علی  
 کو ٹھہر سمجھے جو رسولؐ کے بستر پر اسی کی بستر چادر اوڑھے سو رہا تھا۔  
 حضرت علیؑ نہایت اطمینان سے بستر رسالت پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ نے  
 اپنے کچھ اشعار میں جو خود انشا فرمائے تھے۔ اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ اشعار کا ترجمہ  
 یہ ہے۔

۱۔ "میں نے اپنی جان کے عوض اس عالی مرتبہ شخص کو بچایا۔ جو پاؤں سے  
 کنکریوں کو روندنے والے اور خدا کے پرانے گھر اور حجر اسود کا طواف  
 کرنے والوں میں سب سے افضل ہیں۔"

۲۔ "خدا کے رسولؐ کو اندیشہ ہوا۔ کہ دشمن اس کو ستائیں گے پس خدا نے  
 جو بڑی قدرت والا ہے۔ اپنے پیغمبرؐ کو ان کے شر سے بچا لیا۔"

۳۔ "پس رسول اللہؐ نے غلامی میں امن سے وہ لات گزاری۔ دشمنوں سے  
 نیچے رہے۔ اور خدا کی حفاظت اور اس کے حجاب قدرت میں امن امان  
 حاصل کی۔"

۴۔ تین دن وہاں ٹھہرے پھر ناقول کو ہماریں دی گئیں جو ایسے تیز رفتار  
 اور سبک رو تھے۔ کہ ہر طرف پھروں اور کنکریوں کو روندتے چلے  
 جاتے تھے۔"

۵۔ اور میں نے دشمنوں کے گلہ کے انتظار میں۔۔۔ رات کاٹی مگر وہ

۱۷ تاریخ زوال سلطنت روم۔

مجھے زخمی و گرفتار نہ کر سکے۔ کیونکہ بلاشبہ قتل و قیاس سے نہ ڈرنا میری  
جہلی عادت ہے!

۵۱۔ یہ میں نے ہر چیز سے قطع نظر کر کے محض دینِ خدا کی امداد کی نیت سے  
ایسا کیا ہے۔ اور آئندہ بھی یہی ٹھان لی ہے کہ جب تک قبر میں تکیہ لگا کر  
نہ لیٹوں۔

جناب امیر علیؑ ابن ابی طالبؑ نے اس موقع پر عہد کیا تھا۔ کہ وہ زندگی  
بھرا سنی جان بھیلی پر رکھ کر دینِ خدا کی اسی طرح مدد کرتے رہیں گے۔ دنیا جانتی ہے  
کہ حضرت علیؑ نے اس عہد کو اس شان سے نبھایا کہ اس کی مثال تاریخ میں  
نہیں ملتی۔

**حضرت ابو بکرؓ کی واقعہ ہجرت میں شمولیت** | جب حضرت  
علیؑ اس طرح بہتر

رسالت پر سونپے تھے۔ تو حضرت ابو بکرؓ علیؑ کے پاس آئے۔ اور سرکارِ رسالت کے  
متعلق دریافت کیا۔ حضرت نے فرمایا۔ رسول اللہؐ تو غارِ ثور کو تشریف لے گئے  
ہیں۔ اور اگر تمہیں ضرورت ہے۔ تو ان سے جا ملو۔ پس ابو بکرؓ تیزی سے روانہ  
ہوئے۔ اور رسول اللہؐ سے راستے میں مل گئے۔ رسول اللہؐ نے اندھیری رات  
میں ابو بکرؓ کے پاؤں کی آہٹ سن کر خیال فرمایا۔ کہ مشرکین میں سے کوئی پیچھے

۱۔ تاریخ خمیس جلد ۱ صفحہ ۳۶۷۔ مدارج النبوة صفحہ ۷۶۔ معارج النبوة رکن ۱۱ صفحہ ۳۔

نور الابصار صفحہ ۱۲۹ و ۱۲۸۔ فضول المہمہ صفحہ ۳۷۔ تذکرہ خواص الامم و وصیۃ الاحیاب۔  
مواہب لدنیہ۔ تاریخ التواریخ۔

آتا ہے۔ اس پر رسول اللہؐ نے اپنی رفتار کو تیز فرمایا۔ جلدی جلدی چلنے سے آپؐ کی نعل مبارک کا تسمہ ٹوٹ گیا۔ پائے مبارک کا انگوٹھا پتھر لگ کر زخمی ہو گیا۔ خون بہت جاری ہوا۔ آنحضرتؐ نے رفتار میں اور جلدی فرمائی۔ ابو بکرؓ کو خوف ہوا۔ کہ رسول اللہؐ پر شاق ہو گا۔ اپنی آواز بلند کی اور کلام کیا۔ پس رسول اللہؐ نے پہچانا اور ٹھہر گئے۔ پس ابو بکرؓ اٹھے اور دونوں چل پڑے۔ اور رسول اللہؐ کے پائے اقدس سے خون جاری تھا۔ صبح تک غار میں پہنچے۔ اور غار میں داخل ہوئے۔

مسٹر گن بکھتے ہیں :-

**غارِ ثور کا واقعہ** | قریش کے لوگوں نے (حضرت) محمدؐ کی تلاش میں

مکہ کی تمام جگہیں چھان ڈالیں اور اس غار پر پہنچے۔ جس میں وہ خود اور ان کا ساتھی چھپے ہوئے تھے۔ مگر یہ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ مکہ کی گلی کے چالے اور کبوتر کے گھونسلے نے جو خدا نے کافروں کی نگاہ سے چھپانے کیلئے پیدا کر دیا تھا۔ ان کو یقین دلایا۔ کہ اس جگہ کوئی نہیں ہے اور نہ وہاں کوئی آیا ہے۔ ابو بکرؓ نے خوف سے کانپ کر کہا۔ ہم تو صرف دو ہی ہیں۔ مگر حضرتؐ محمدؐ نے کہا۔ نہیں ہمارے ساتھ ایک تیسرا بھی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔

قرآن حکیم نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے۔

۱۔ تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۴۴۴ واقعہ ہجرت التفسیر در نشور سیوطی جلد ۳ صفحہ ۲۴۲ (سورہ توبہ) ۲۵۔ تاریخ زوال سلطنت روم۔



فقد نصره الله اذا خرجته الذين كفروا ثانی  
 اثین اذا هما فی الغار اذ یقول لصاحبه لا تحزن  
 ان الله معنا فانزل الله سکنته علیه والتوب  
 خدا نے اپنے رسول کی مدد کی۔ جب کافروں نے اس کو نکال دیا  
 اور جب غار میں تھے۔ تو دو میں کے دوسرے تھے پس وہ اپنے  
 ساتھی سے کہتے تھے۔ غم نہ کرو۔ بیشک خدا ہمارے ساتھ ہے پس  
 خدا نے اپنا سکیہ نہ اس پر یعنی پیغمبر پر نازل کیا۔

حضرت اور ابوبکر تین دن تک غار میں مقیم رہے۔ ان ایام میں عامر بن فہر  
 کھانکے کرا یا کرتا تھا اور علیؑ سامان سفر کا انتظام فرماتے تھے پس حضرت علیؑ نے بحرن  
 کے اونٹوں میں سے تین اونٹ خریدوائے۔ اور ان کے لئے ایک دلیل یعنی رہبر جنت  
 پر مقرر کیا جبکہ تیسری رات کا کچھ حصہ گزر گیا۔ تو علیؑ اونٹ لے کر آئے پس حضرت  
 اپنے اونٹ پر سوار ہوئے اور ابوبکر اپنے پر اور مدینہ کی طرف روانہ ہو پڑے۔

حضرت ابوبکر کے اونٹ | بعض مؤرخین نے لکھا ہے۔ کہ جن اونٹوں پر  
 رسول اللہؐ سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے

وہ ابوبکر کے اونٹ تھے۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے۔

حضرت ابوبکر کے دو اونٹ تھے جن کو انہوں نے چار سو درہم میں یا ایک  
 روایت کی رو سے آٹھ سو درہم میں خریدا تھا۔ اور چار مہینے تک چارہ وغیرہ  
 کھلا کر خوب تیار کر کے اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ اس موقع پر دونوں کو رسول اللہؐ کی

۱۰ تفسیر و نشور جلد ۱۰ صفحہ ۲۴ (سورہ توبہ)

خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا۔ میں انہیں قیمت دے کر قبول کر سکتا ہوں۔ پس نو سو درہم میں حضور نے حضرت ابو بکر سے ایک ناقہ خرید لیا۔<sup>۱</sup>  
اس خرید و فروخت کا ذکر کر کے شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اس کی حکمت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ کہ جناب رسول خدا نہیں چاہتے تھے۔ کہ خدا کی راہ میں کسی شخص کی امداد و اعانت کو قبول فرمائیں۔

پس ایک ناقہ پر رسول خدا اور ایک ناقہ پر حضرت ابو بکر سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

اس طرف مکہ میں جب قریش کی آنکھ کھلی۔  
**شبِ مہجرت کفار اور علیؑ** | تو فرش رسول پر بجائے رسول کے نفس رسول

علیؑ مرضی کو دیکھا جیران ہو کر پوچھا۔ محمد کہاں ہیں؟ فرمایا۔ کیا تم نے میرے سپرد کیا تھا جو پوچھتے ہو؟ یہ سن کر ان بد بختوں نے حضرت علیؑ کو اذیت دی اور حرم کعبہ میں کچھ عرصہ قید رکھ کر چھوڑ دیا۔<sup>۲</sup>

**حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ** | **علیؑ کا اولے امانات کے بعد سفر** | تین شب و روز دشمنوں کے

درمیان نہایت دلیری سے ٹھہرے رہے۔ اور حکم رسالت کے مطابق امانتوں کو واپس کیا۔ جون کے ہینے کی شدید گرمی میں اپنے خاندان کی عورتوں کو ہمراہ لے کر پتھر بلبے اور سنگلاخ راستوں کو طے فرما کر تکلیفیں جھیلتے، سو جھے ہوئے پاؤں سے جن میں چھالے پڑے ہوئے تھے۔ خدمت سرکار رسالت میں حاضر ہوئے

علیؑ کی یہ حالت دیکھ کر رسول اللہؐ کا دل بھرا آیا۔ گلے سے لپٹا لیا۔ چھالوں پر لگا  
دہن لگایا جس سے حضرت علیؑ کو شفا ہوئی۔

رسول اللہؐ غارِ ثور سے روانہ ہو کر قبا میں چودہ روز ٹھہرے  
**قبائیں پیام** اور یہاں لوگوں کی استدعا پر مسجد تعمیر فرمائی۔ اسی مقام پر

حضرت علیؑ خدمتِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ قبا میں مدینہ کے لوگ جوق در جوق  
زیارت کے لئے آتے تھے۔ دھوپ سے بچنے کے لئے ان لوگوں کے واسطے چادریاں  
تان دی جاتی تھیں۔ حضرت ابو بکرؓ بھی چادر تان کر کھڑے ہو جاتے تھے۔

جب سرکارِ رسالتؐ  
**مدینہ طیبہ میں سرکارِ رسالتؐ کا ورودِ مسعود** قبا سے مدینہ کی طرف

روانہ ہوئے۔ تو قبا سے مدینہ تک دو روپہ لوگ کھڑے تھے۔ اہل مدینہ کے  
جوش و خروش اور مسرت و انبساط کا عجیب عالم تھا۔ بکیر کے نعرے  
بلند تھے۔ ہر فرد مکہ کے جلا وطن نبی کی راہ میں آنکھیں سچھا رہا تھا۔  
مسلمانوں کی لڑکیاں اشعار پڑھ رہی تھیں۔ جن کا ترجمہ حسب ذیل ہے

چودھویں رات کا چاند ہم پر طلوع ہوا۔ وداع کی گھاٹیوں کی  
طرف سے ہم پر خدا کا شکر واجب ہے۔ جب تک دعا مانگنے  
والے دعا مانگیں۔ اللہ کے رسول! تیرے حکم کی اطاعت فرض ہے۔

رسول اللہؐ اپنے ان عقیدتمند جان نثاروں کے جوشِ محبت کو دیکھ کر

۱۔ تاریخ کامل جلد ۲ ص ۱۵۱۔ تاریخ خمیس جلد ۳ ص ۳۸۱۔ مدارج النبوة ص ۸۱

مدارج النبوة ص ۱۔ ابن علقون ص ۱۶۔

خوش تھے اور اللہ کا شکر ادا فرما رہے تھے۔

## ابو ایوب انصاری اور ان کی اولاد کا ابدی شرف

تھا۔ کہ رسول اللہؐ اپنے قدم مہینت لزوم سے اسی کے گھر کو شرف بخشیں حضورؐ نے شہر میں داخل ہو کر اپنی اونٹنی کی مہار چھوڑ دی۔ اور فرمایا۔ کہ جہاں یہ اللہ کے حکم سے ٹھہرے گی۔ ہم وہیں قیام فرمائیں گے آخر اونٹنی ابو ایوب کے مکان کے سامنے جا کر بیٹھ گئی۔ چنانچہ رسول اللہؐ کے قیام کی سعادت ابو ایوب کے حصہ میں آئی۔ یہ وہ ابدی شرف تھا۔ جس پر ابو ایوب اور ان کی اولاد ہمیشہ فخر کرتی رہے گی۔ حضرت ابو ایوبؓ قبیلہ بنی نجار کے ایک فرد تھے۔ اور اس خاندان کو رسول اللہؐ کے ننھیال ہونے کا شرف حاصل تھا۔ رسول اللہؐ کے پروردگار حضرت ہاشم کی زوجہ محترمہ اور حضرت کے دادا عبد المطلب کی والدہ معظمہ بی بی سلمیٰ اسی قبیلہ سے تھیں جناب رسالتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۲۴۔ ستمبر ۶۲۲ء مطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۰ بروز جمعرات شہر مدینہ میں داخل ہوئے تھے۔

مدینہ میں کچھ قیام فرمانے کے بعد رسول اللہؐ نے مسجد تعمیر فرمائی۔ جو کچی اینٹوں کی تھی۔ اور اس پر کھجور کے

پتوں اور گھاس پھونس کی چھت تھی۔ اس کی تعمیر میں رسول اللہؐ نے بنفس نفیس حصہ لیا۔ اس کے ارد گرد کچھ کچے حجرے بنائے گئے۔ جن میں خود حضورؐ نے اور حضور کے خاندان اور بعض مہاجرین کے سکونت اختیار کی۔

## اصحابِ صفہ

مسجد کے بالکل قریب حضور نے ایک صفہ (چوتراہ) بنایا جس پر گھانس پھونس کی چھت ڈال دی۔ اس چوتراہ پر

پر نادار و مفلس مسلمان پڑے رہتے تھے۔ اور اہل صفہ یا اصحاب صفہ کہلاتے تھے۔ سرکارِ رسالت ان کی ضروریات کے کفیل تھے۔ آپ ان کے کھانے اور کپڑے کی خبر گیری فرماتے اور اکثر اوقات ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔

رسول اللہ کے تدبیر اور دور اندیشی نے خانہ بریاد

## عقد مواعظ

مہاجرین کو انصار کے ساتھ رشتہ اخوت میں منسلک

کیا۔ اور ایک ایک مہاجر کو ایک انصاری کا بھائی بنایا۔ حضرت سلمان کو ابوذر داکا۔ حضرت ابوذر کو منذر بن عمر کا۔ حضرت عمار یا سر کو حذیفہ بھائی کا۔ مصعب بن عمیر کو ابو ایوب انصاری کا۔ زبیر بن عوام کو سلامہ بن وقش کا۔ ابو عبیدہ جراح کو سعد بن معاذ کا۔ حضرت عثمان کو اوس بن ثابت کا۔ حضرت عمر کو عتبہ بن مالک کا اور حضرت ابو بکر کو خار جہ بن زید انصاری کا۔ مگر اپنی ذات اور حضرت علیؑ کو کسی انصاری کا بھائی نہیں بنایا۔ بلکہ حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ علی میرے بھائی ہیں۔

جو لوگ ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے تھے۔ انہیں

## مہاجرین و انصار

مہاجرین کہتے ہیں۔ اور مدینہ کے جن لوگوں

۱۔ سیرت ابن ہشام ص ۱۴۹ تاریخ ابو القاسم ص ۱۳۲۔ مدارج النبوة جلد ۲ ص ۹۱ مدارج النبوة ص ۳۲۔ تاریخ خمیس جلد ۱ ص ۲۹۸ وغیرہ۔

نے حضور کی مدد کی سعادت حاصل کی، وہ انصار کہلاتے ہیں۔ جو لوگ اپنا وطن چھوڑ کر آئے تھے حضور نے ان میں سے ایک ایک کو ایک ایک انصاری کے حوالہ کر دیا۔ یہ انصار ہاجرین سے بھائیوں سے بڑھ کر سلوک کرتے تھے، گھر میں رہنے کو جگہ دی اپنے گھر کا آدھا سامان دیا۔ اپنی کھیتی باڑی کو بانٹ کر آدھا ان کے سپرد کر دیا۔ انصاریوں سے جو کاروبار کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے ہاجر بھائیوں کو اپنے کاروبار اور تجارت میں برابر کا شریک بنا لیا۔

۱۔ اوس و خزرج کے قبائل جو پہلے مشرک تھے مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ کی تشریف آوری

سے پہلے یہ برسرِ پیکار تھے۔ اب رسول اللہ کی بدولت اخوتِ اسلامی سے بہرہ ور ہوئے۔ اوس و خزرج زراعت پیشہ تھے۔

۲۔ یہودی۔ یہود کے تین قبیلے بنو نضیر، بنو قنیقلع، بنو قریظہ مدینہ میں آباد تھے۔ ان کے مخلوں کو قلعے کہتے تھے۔ وہ سود خوری اور تجارت کی وجہ سے بہت مالدار تھے۔ شروع میں انہوں نے رسول اللہ کی تشریف آوری کو برا نہ سمجھا۔ مگر جب دیکھا کہ حضور حضرت عیسیٰ کو اللہ کا سچا نبی کہتے ہیں۔ اور ان کی تعریف کرتے ہیں۔ تو مسیح علیہ السلام سے دشمنی کی وجہ سے حضور کے مخالف ہو گئے۔

۳۔ عیسائی۔ تعداد میں تھوڑے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ توحید کے علمبردار ہیں، تثلیث، رہبانیت اور پوپ کے الوہی اقتدار کی مخالفت کرتے ہیں تو آپ سے برگشتہ ہو گئے۔

۴۔ منافقین۔ ان کا سردار عبداللہ بن ابی تھا۔ جسے اہل مدینہ رسول اللہ کی تشریف آوری سے پہلے حکمران بنانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ مگر اسلام کی وجہ سے وہ حکمران بننے میں ناکام رہا۔ منافقین بظاہر مسلمان تھے۔ مگر اندرونی طور پر رسول اللہ سے کینہ رکھتے تھے۔ رسول اللہ ان سے حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔ ان کے قصوروں سے چشم پوشی فرماتے تھے۔ تاکہ یہ صدقہ دل سے مسلمان ہو جائیں۔

۵۔ دستور واپس لینا۔ اہل مدینہ نے سرکار رسالت کو اپنے شہر کا حاکم اعلیٰ تسلیم کر لیا۔ حضور نے اہل مدینہ کے لئے دستور حکومت مرتب فرمایا۔ یہ دستور اس طرح پر تھا۔

۱۔ تمام تنازعات کا فیصلہ اللہ کا رسول کرے گا۔

۲۔ مسلمانوں اور یہودیوں کے مملکت میں یکساں حقوق ہوں گے۔

۳۔ دونوں فریق اپنے اپنے دین پر قائم رہیں گے اور ایک دوسرے سے تعرض نہیں کریں گے۔

۴۔ مدینہ پر حملہ ہو گا۔ تو دونوں فریق مل کر اس کا دفاع کریں گے۔

۵۔ جب کسی بیرونی طاقت سے صلح یا معاہدہ کریں گے۔ تو دونوں فریق اکٹھے کریں گے۔

۶۔ فریقین مدینہ کے اندر خونریزی نہیں کریں گے۔

۷۔ حالت جنگ میں فریقین ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

یہ دستور بقیات مدینہ بھی کہلاتا ہے۔ مگر یہودیوں نے اس معاہدہ کو توڑ

کر اپنی تباہی کا خود سامان کر لیا۔

## سوالات

- ۱۔ اہل ثیرب میں رسول کی تبلیغ اس کے اثر اور بیعت عقبہ اولیٰ و عقبہ ثانیہ کو بیان کیجئے۔
- ۲۔ مسلمانوں کی ہجرت گما واقعہ بیان کیجئے اور اس پر کفار کے دارالندوہ کے مشورے کو بیان کیجئے۔
- ۳۔ واقعہ ہجرت اور اس پر جناب امیر کی جان نثاری کو تفصیل سے بیان کیجئے۔
- ۴۔ حضرت ابو بکر کی ہجرت میں شمولیت کو بیان کیجئے۔
- ۵۔ غار ثور میں کیا ہوا اور حضرت ابو بکر کے اونٹوں کی پیشکش کو بیان کیجئے۔
- ۶۔ کفار اور حضرت علیؑ کا مکالمہ بیان کیجئے۔
- ۷۔ رسول اللہؐ کے امامت کے اثبات سے کیا بات واضح ہوتی ہے اور علیؑ کس طرح امانت ادا کر کے خدمت سرکار رسالت میں حاضر ہوئے۔
- ۸۔ سرکار رسالت کے قبا کے قیام کے واقعات بیان کیجئے۔



- ۹۔ مدینہ طیبہ میں سرکارِ رسالت کے استقبال کا کیا منظر تھا؟
- ۱۰۔ تعمیر مسجدِ نبوی و صفہ کو تفصیل سے بیان کیجئے۔
- ۱۱۔ عقدِ مواعظ کی تفصیل بیان کیجئے۔
- ۱۲۔ حضرت ابوالیوب کے شریعت و سعادت کو بیان کیجئے۔
- ۱۳۔ انصار نے مہاجرین کے ساتھ کیا سلوک کیا؟
- ۱۴۔ مدینہ کے مختلف گروہوں اور دستور و آئین مدینہ کو بیان کیجئے۔

# اصحوال باب غزوات

غزوة بدر رمضان المبارک ۱۲ھ ۶۲۴ء

وفاعی لڑائیاں ورن کے اسباب | ایسی وفاعی لڑائیاں جن میں رسول اللہ نے نفسِ نفیس حصّہ لیا

ہے غزوات کہلاتی ہیں۔ یہ لڑائیاں رسول اللہ نے اسلام کو دشمنوں سے بچانے کے لئے لڑی تھیں۔ اس موقع پر نبی امیہ اور دوسرے معاندین کفار کو اندیشہ ہوا کہ اگر لوگوں نے دین اسلام قبول کر لیا۔ تو ان کے دھرم بت پرستی کا خاتمہ ہو جائے گا اور حابر قبیلوں کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہو جائے گا جنھوں کی تعلیم براہِ راست کسی خاندان کی بندھی اور کسی خاندان کی پستی کی حمایت نہیں کرتی۔ آپ کی تعلیم میں بندھی اور عزت کا معیار صرف کردار کی خوبی اور فرائض انسانی کی بجا آوری ہے اور اس معیار پر نبی امیہ و عرب کے دوسرے قبیلے پورے نہیں اترتے تھے۔ اس طرح ان کے سیاسی اقتدار کو صدیوں پہنچتا تھا۔ نیز نبی امیہ کو جب یہ معلوم ہوا۔ کہ سرکارِ رسالت اب مدینہ میں محفوظ ہیں اور مسلمان بھی امن و راحت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ تو ان کے حسد، دشمنی اور عداوت کی کوئی انتہا نہ رہی اور وہ یہ سمجھنے لگے کہ اب اسلام کا بول بالا ہو گا۔ ان کا دین

بنت پرستی مٹ جائے گا اور بنو ہاشم کو فروغ ہوگا۔ تو انہوں نے عرب کے بنت پرستوں کو مذہب کے نام پر ابھارا اور اپنے گرد جمع کیا اور اپنی اکثریت سے مدینہ کے لوگوں کو ڈرایا۔ کہ اگر وہ مسلمانوں کو اپنی پناہ میں لئے نہیں گئے۔ تو ان کو سزا دی جائے گی۔ جب ان کے ڈرانے دھمکانے کا اہل مدینہ پر اثر نہ ہوا تو پھر انہوں نے مدینہ پر حملے شروع کر دیئے۔

سب سے پہلی مستقل لڑائی جو مشرکین مکہ اور سرکار رسالت کے

**غزوہ بدر**

درمیان ہوئی وہ غزوہ بدر ہے۔ بدر مدینہ سے اسی میل کے فاصلے پر ایک گاؤں تھا۔ یہ لڑائی ۱۲ رمضان المبارک ۲ھ ۱۳ مارچ ۶۲۶ء بروز جمعہ ہوئی۔ مدینہ میں خیمہ بستی کہ قریش بڑی تیاری کے ساتھ حملہ کرنے والے ہیں۔ اور یہ بھی سنا گیا۔ کہ ابو جہل کی قیادت میں ایک ہزار مسلح فوج مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوئی ہے۔ ان کے پاس سات سو اونٹ اور تین سو گھوڑے ہیں۔ اکثر سپاہی زردہ پوش ہیں۔ ان کے پاس نیزے، ڈھالیں اور تلوا ہیں۔ اور ابوسفیان تیس سو اوروں کے ساتھ اور ہزار آدمیوں کے قافلہ کے ساتھ اسباب تجارت لاد رہے۔ اس طرح مسلمان دونوں طرف سے گھر جا بیٹھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو فوج لے کر ان کے مقابلہ کے لئے نکلے اس کی تعداد ۱۲۰ تھی۔ ان کے پاس کل ۲۰ گھوڑے اور ستر اونٹ تھے اور چند تلوا ہیں تھیں۔ عقاب نامی علم نفس رسول علی مرتضیٰ کے شانوں پر لہرا رہا تھا۔ انصار کے علم بردار سعد بن عبادہ تھے۔ سرکار رسالت نے میدان جنگ میں آکر سجدہ میں سر رکھ دیا۔ اور درگاہ کا احادیث میں اس طرح دعا مانگی۔

یسے اللہ! اگر موحدین کی یہ مہمٹی بھرجا عت تباہ  
 ہو گئی تو روئے زمین پر تیرا نام بلند کرنے والا

سکر رسالت کی دعا

کوئی نہیں ہے گا۔

لڑائی شروع ہوئی صف کفار سے عتسبہ شیبہ اور ولید میران میں آئے  
 اس طرف سے ان کے مقابلہ میں نین ہاشمی نوجوان علیؑ - حمزہؑ اور عبیدہ بن الحارث  
 مقابلہ میں نکلے۔ ولید کے مقابلہ میں علیؑ شیبہ کے مقابلہ میں حمزہؑ اور عتبہ کے  
 مقابلہ میں ابو عبیدہ بن الحارث تھے۔ ہاشمی تلواروں کے پہلے ہی حملہ میں ولید  
 اور شیبہ خاک پر تڑپتے نظر آئے اور ختم ہو گئے۔ عبیدہ اور عتبہ میں تلوار چلی  
 عبیدہ زخمی ہو کر گرے۔ اس اللہ الغالب علیؑ ابن ابی طالبؑ ولید کو قتل کر چکے  
 تھے۔ فوراً عتبہ کے سر پر پتھر پڑا اور ایک ہی وار میں اس کا خاتمہ کر دیا۔ ابوسفیان کے  
 تین قریبی رشتہ دار قتل ہو گئے۔ ایک حمزہؑ کے ہاتھ سے۔ دو علیؑ کے ہاتھ سے۔  
 حضرت علیؑ حضرت عبیدہ کو اٹھا کر خدمت رسالت میں لائے عبیدہ زخمی  
 سے چور تھے۔ خدمت رسالت میں عرض کیا: "کیا میں درجہ شہادت سے محروم  
 رہا؟" فرمایا: "نہیں! تم نے درجہ شہادت کو حاصل کر لیا۔"

اس کے بعد لڑائی تیز ہو گئی۔ نصرت الہی شامل حال تھی۔ ابو جہل بھی اس  
 لڑائی میں مارا گیا۔ کفار کو شکست ہوئی۔ ابوسفیان کو بھاگنا پڑا اور مسلمان منڈاؤں  
 منصور بدینہ میں آئے۔

اس لڑائی میں شتر نامور کافر مارے گئے جن میں سے  
 ۳۵ صرف حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ نے

غزوہ بدر کے مشرک

قتل کئے اور باقی ۵۳ کو سارے مسلمانوں نے مل کر مارا۔ اسی لئے علامہ شبلی اس کے متعلق لکھتے ہیں۔

غزوہ بدر کے پیرو اسد اللہ الغالب، علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔

**نتیجہ** اس لڑائی سے مسلمانوں کی فوجی طاقت کی دھماک کفار پر بچھ گئی۔ اسلام کے خلاف جو خطرہ تھا، ٹل گیا اور دینہ کو استحکام حاصل ہوا۔ البتہ کفار کے دلوں میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھی اور بنو امیہ کے دل میں آل محمدؑ اور اولاد علیؑ کی عداوت اس طرح جاگزیں ہوئی کہ اس کے اثرات صدیوں تک نمایاں ہوتے رہے۔

**بلا کے قیدیوں سے سلوک** اس لڑائی میں کفار کے جو سنتر افراد قید ہو کر آئے تھے، ان سے نہایت اچھا سلوک

کیا گیا۔ یہ قیدی مختلف مسلمانوں کے سپرد ہوئے تھے۔ جو اپنا کھانا انہیں کھلاتے تھے اور خود فاقہ سے رہتے تھے۔ بالدار قیدیوں کو قیدیہ لے کر رہا کر دیا گیا۔ تعلیم یافتہ قیدیوں کے ساتھ یہ فیصلہ ہوا کہ وہ دینہ کے دس دس مسلمان لڑکوں کو لے کر پڑھنا سکھادیں تو انہیں رہا کر دیا جائے گا۔ ناوار قیدی بلا قیدیہ رہا کر دیے گئے۔

**زینب جناب سیدہ**ؑ ہیں ہی جناب فاطمہؑ کا عقد امیر علیہ السلام سے ہوا۔ علامہ ویلی کہتے ہیں۔ کہ اس موقع پر یہ

رسالت نے ارشاد فرمایا کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو فاطمہؑ کا کوئی کفو نہ ہوتا۔ سیدہ طاہرہ کا مہر ۸۰ مثقال چاندی تھی۔ اور یہ وہ مبارک نکاح

ہے جس سے بقائے نسل رسالت ہو، جنھوں نے فرمایا۔ کہ ہر نبی کی اولاد اس کی  
اپنی پشت سے ہوئی۔ مگر میری اولاد صلبِ علی سے ہوگی۔ (طبرانی)  
انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
نے فرمایا۔ کہ اے انس اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی ہے۔ کہ میں فاطمہ کا عقد علی  
سے کر دوں (مدارج النبوة)

حضرت فاطمہ کا عقد جب حضرت علی سے ہو چکا۔ تو سرکارِ رسالت نے  
اس طرح دعا فرمائی۔ بار الہا! میں نے فاطمہ اور اس کی ذریت کو شیطان کی  
شر سے تیری پناہ میں سونپا (مدارج النبوة)

رسول اللہ نے اس موقع پر یہ بھی ارشاد فرمایا۔ الہی ان دونوں سے  
اولادِ طیب و طاهر پیدا فرما۔ (مدارج النبوة)

اسی سال غزوہ بنی قینقاع پیش آیا جس کا تذکرہ تسلسل  
متصرفی و واقعات کی بناء پر آگے چل کر کیا جائے گا۔

۳۰۰ ہی میں رمضان کے روزے، عید کی نماز اور زکوٰۃ فطرہ کا حکم  
آیا۔ نیز اسی سال مسلمانوں نے نماز عید باجماعت ادا کی۔

## غزوہ احمد

۶۲۵ھ شوال ۱۳ھ - مارچ ۶۲۵ھ

غزوہ احمد کے اسباب | یہ لڑائی غزوہ بدر کی شکست کے انتقام میں ہوئی

جنگ بدر میں ابو جہل، عقبہ، شیبہ اور حنظلہ جیسے نامور قریش مارے گئے تھے اس لئے مکہ میں ان کفار کی صفِ ماتم بچھ گئی۔ ابو جہل کے قتل ہونے پر کفار مکہ کی قیادت ابو سفیان کے ہاتھ آئی۔ ابو سفیان نے قسم کھائی کہ جب تک مقتولین بدر کا بدلہ نہیں لے گا۔ اس پر دنیا کی لذتیں حرام رہیں گی جنگِ تیار پورا کا سلسلہ ایک سال تک جاری رہا۔ ابو جہل کا بیٹا عکرمہ اور ابن ربیعہ ابو سفیان کے پاس گئے اور مشورہ کے بعد بیٹے پایا۔ کہ اس سال تجارتِ شام کا جو کچھ منافع ہو وہ سب جنگی ساز و سامان میں صرف کر کے بدر کا پورا پورا انتقام لیا جائے۔

ابو عترہ اور ابن زبیری شاعروں کو بدر کے انتقام کے لئے اپنے اشعار شاعر میں لوگوں کو بھڑکانے کا موقع ملا۔

ابو سفیان پوری تیاریوں کے ساتھ نامی گرامی بہادروں کو لے کر روانہ ہوا۔ فوج کی تعداد تین ہزار تھی۔ جن میں سات سو زبردست جوان تھے۔ دو سو سوار، ہزار اونٹ اور پندرہ سو جھنڈے تھے اور ابو سفیان کی بیوی ہندہ بھی اپنی چودہ سہیلیوں کے ساتھ میدانِ جنگ میں موجود تھی۔ اس فوج نے احد کے مقام پر ڈیرے ڈال دیئے۔

سرکارِ رسالتؐ کو حیب علم ہوا۔ تو حضور نے بھی لشکر کو ترتیب دیا۔ ہاجرین کا علم علی مرتضیٰؑ تخرج کا علم سعد بن عبادہ اور

۱۔ تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۴۲ مدارج النبوة صفحہ ۱۲۰

۲۔ مدارج النبوة صفحہ ۱۲۱۔ بیروت ابن ہشام صفحہ ۴۸ کامل جلد ۲ صفحہ ۴۲۔ طبری جلد ۲ صفحہ ۱۲۴

خمیس جلد ۱ صفحہ ۲۴۳، ابن خلدون ۲ صفحہ ۲۲۔

ادس کا علم اسید بن حفصیر کو دیا۔ روانگی کے وقت لشکر کی کل تعداد ایک ہزار سپاہی تھے۔ لیکن ہرینہ سے باہر نکل کر حبیب عبداللہ بن ابی منافق اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر علیحدہ ہو گیا اور واپس چلا آیا۔ تو میدان جنگ میں صرف سات سو جان نثار باقی رہے۔ کل فوج میں صرف دو گھوڑے اور سوزرہ پوش تھے۔

کفار کے لشکر کو ابوسفیان کی بیوی معویہ کی ماں اور نریدہ کی دادی اپنی سہیلیوں کے ساتھ محرک جذبات شعار

گا کر جوش و لارہی تھیں۔ اشعار یہ تھے۔

نخن بنات طارق  
ان تقبلوا ذوقنا  
نحشی علی التاروق  
اونتدبروا الفادق

فراق غیر واہق

ہم حسن و جمال ہیں ستارہ ہائے فلک کی لڑکیاں ہیں۔ ہم ناز و نعمت سے ریشمی گدوں پر چلنے پھرنے والیاں ہیں۔ اگر تم دشمن کے مقابلہ میں پیش قدمی کرو گے اور آگے بڑھتے جاؤ گے تو ہم تمہیں اپنے گلے سے لگائیں گی۔ (اور دیکھو) اگر تم پیٹھ پھراؤ گے تو ہمیشہ کے لئے ہم تم سے الگ ہو جائیں گی۔ ایسا الگ ہونا جس کے بعد نہر و محبت کا کوئی جذبہ باقی نہیں رہے گا۔

۱۔ سیرت النبی ص ۲۴۲ و صفحہ ۲۴۳ کامل جلد ۲ صفحہ ۴۲۔ طبری جلد ۲ صفحہ ۱۳ سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۲۸۔ مدارج النبوة ص ۱۲۴ و صفحہ ۱۲۵۔  
۲۔ استیعاب جلد ۲ صفحہ ۲۸۲ مطبوعہ دکن۔



ان اشعار میں تحریریں و ترغیب بھی موجود ہے اور تحویلیت و تسبیہ بھی مگر فتح پر وصال کے وعدے ہیں تو بھاگنے پر سحر کی دھمکیاں بہر حال یہ اشعار مخالفین سرکار رسالت کے اخلاق و اطوار کے آئینہ دار ہیں۔

**بہاڑ کا اہم درہ** | جبل احمد کے پاس پہنچ کر رسول اللہ نے ایک پہاڑی درہ پر سچا س تیر انداز سوار مقرر کر دیئے۔ تاکہ اگر دشمن مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے کوئی فوج بھیجے تو یہ تیر انداز اسے روکیں۔ ان تیر اندازوں کو حضور نے ہدایت کی اور تاکیدی حکم فرمایا۔ کہ خواہ کچھ ہو وہ اپنی جگہ پر ڈٹے رہیں۔ عبداللہ بن جبیر اس دستے کے سردار تھے۔

**آغاز جنگ** | اب جنگ شروع ہوئی۔ سب سے پہلے قریش مکہ کا سردار طلحہ صفت لشکر سے باہر نکلا۔ اور اس نے مبارزہ طلبی کی۔ اس کے مقابلہ میں حضرت علیؑ مرتضیٰ نکلے۔ حضرت علیؑ نے پہلے ہی حملہ میں اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس پر طلحہ کا بیٹا جوش غضب میں لشکر سے باہر آیا۔ حضرت حمزہؑ نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ پھر عام جنگ شروع ہو گئی۔ حضرت علیؑ، حضرت حمزہؑ اور حضرت ابو وجانہ انصاری دشمن کی فوج میں گھس گئے۔ اور ان کی صفوں کو الٹ کے رکھ دیا۔

**حضرت حمزہؑ کی شہادت** | حضرت حمزہؑ جوش ایمانی سے داؤ سجاعت دے رہے تھے۔ کہ مطعم بن جہیر کے حبشی غلام حبشی نے جسے ہتدہ نے وعدہ و وعید کے ساتھ حضرت حمزہؑ کے قتل کے لئے آمادہ کیا تھا۔ پھرتی سے حضرت حمزہؑ پر دور سے نیزہ پھینکا۔ یہ

بیزہ آپ کی ناف میں اس وقت لگا۔ جبکہ آپ دشمن کی صفیں کاٹتے ہوئے آگے  
بڑھ رہے تھے۔ آپ نے پٹ کر وحشی پر حملہ کرنا چاہا۔ مگر آپ لڑکھڑا کر گر  
پڑے اور شہادت سے سرفراز ہوئے۔

ہندہ نے جناب حمزہؑ یا دوسرے مسلمانوں کی  
نعشوں سے کیا سلوک کیا۔ اس سلسلہ میں علامہ  
**ہندہ کا جوش انتقام** | شبلی نعمانی لکھتے ہیں۔

”خاتونانِ قریش نے انتقام بدر کے جوش میں مسلمانوں کی نعشوں  
سے بدلہ لیا۔ ان کے ناک اگان کاٹ لئے ہندہ (معاویہ کی ماں) نے  
ان پھولوں کا ہار بنایا۔ اور اپنے گلے میں ڈالا۔ حضرت حمزہؑ کی نعش  
پر گئی اور ان کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکالا اور چبا گئی۔ لیکن گلے سے  
نیچے نہ اتر سکا۔ اس لئے اگل دینا پڑا۔“

تاریخوں میں ہندہ کا لقب جو جگر خوارہ لکھا جاتا ہے۔ اسی بناء پر لکھا

جاتا ہے۔

ابن عبد البر نے تو یہ روایت بھی لکھ دی ہے کہ اس نے حضرت حمزہؑ کے  
جگر کو بھون کر کھا لیا۔

یہ بنی امیہ کی عورتوں کی سنگ دلی ہے۔ حالانکہ عورتیں رقیق القلب  
ہوتی ہیں۔ جس قبیلہ کی عورتیں اس قدر قسی القلب ہوں۔ ان کے مردوں کی کیا اعمال  
ہوگی۔ اس واقعہ سے آپ اس عناد اور دشمنی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ جو اس

قبیلہ میں بنی ہاشم کے لئے موجود تھی۔ چپ قبیلہ کی عورتوں کے عناد کا یہ عالم ہو۔  
اس کے سنگ دل مردوں کے دل میں کیا عداوت ہوگی۔

الغرض حضرت علی اور حضرت ابو جہانہ انصاری کے حملوں نے دشمن کے  
پاؤں اکھاڑ دیئے۔ ابوسفیان بھاگ نکلا۔ علامہ شبلی اس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

فتح شکست ہو گئی کیوں؟ | علمبرداروں کے قتل اور حضرت علی اور ابو جہانہ  
انصاری کے بے پناہ حملوں سے فوج کے پاؤں

اکھڑ گئے۔ پرجوش نازنینیں جو اپنے سر پہ ریزوں سے سپاہیوں کے دل اکھاڑ رہی  
تھیں۔ وہ بھی بدحواسی کے ساتھ پیچھے ہٹیں اور مطلع صاف ہو گیا۔ لیکن غضب یہ

ہوا کہ مسلمان لڑائی کو چھوڑ کر لوٹ میں پڑ گئے اور تیر اندازوں کا جو دستہ درہ پر موجود  
تھا۔ مورچہ کو چھوڑ کر لوٹ میں شامل ہو گیا۔ عبداللہ بن جبیر بچاے نے لاکھ سہارا

روکا ہٹایا۔ مگر ساتھیوں نے غنیمت کے لالچ میں ایک نہ سنی۔ خالد بن ولید جو  
اس وقت کفار کے لشکر میں تھا۔ اس نے اس زبردست مورچہ کو خالی دیکھا۔ موقعہ

کو غنیمت سمجھا اور فوراً کفار قریش کے ایک دستہ سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ عبداللہ  
ابن جبیر اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ جم کر لڑے۔ آخر وہ سب کے سب شہید ہو گئے

خالد نے بڑھ کر اس مورچہ پر قبضہ کر لیا اور پھر اپنے دستہ سے ان لالچی مسلمانوں پر سخت  
حملہ کر دیا۔ یہ مسلمان لوٹ مار میں مصروف تھے کہ یکایک پیچھے سے تلواریں پڑنے لگیں۔ ادھر سامنے  
سے ابوسفیان بھی خالد کے حملہ کو دیکھ کر بھاگی ہوئی فوج لے کر پلٹ پڑا۔

مذہب ویران احمد | مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ بڑے بڑے مشاہیر بھاگ نکلے

حضرت عمر اپنے متعلق خود ارشاد فرماتے ہیں۔

جب روزِ اُحد ہم کو شکست ہوئی تو میں بھاگا۔ یہاں تک کہ پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اگر تم دیکھتے تو معلوم ہوتا کہ میں پہاڑ ہی بکری کی طرح پہاڑ پر اچل رہا تھا۔  
 اصحابِ رسولؐ آنحضرتؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ کچھ شہرِ مدینہ کی طرف چلے گئے کچھ پہاڑ پر چڑھ کر جا بیٹھے اور رسول اللہ ﷺ پکار رہے تھے۔ اے بندگانِ خدا! میرے پاس آؤ۔ میرے پاس آؤ۔

قرآن میں فرار کی تصویر | پہاڑ پر بھاگ جانے کو خدا نے بھی اپنے کلام پاک میں یاد دلایا ہے۔

اذ تصعدون ولا تکلون علی احدٍ والرسول یدعوکم سے  
 یاد کرو اس وقت کو جب جان کے خوف سے بھاگے پہاڑ پر چڑھے جلتے تھے  
 اور کسی کی طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھتے تھے۔ اور رسول تم کو پکار رہے تھے۔  
 علمِ بلاغت میں دسترس رکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ اس آیت سے  
 مستثنیٰ اتنے کم افراد رہ گئے تھے کہ مقامِ خطاب میں سب کی طرف نسبتِ ینا صحیح ہو  
 اگر اُدھی، چوتھائی جماعت بھی ثابت قدم ہو تو متکلم کو حق پیدا نہیں ہوتا۔ کہ پوری  
 جماعت کی طرف نسبت دے کر واقعہ کو بیان کرے بلکہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ  
 مستثنیٰ صرف چند افراد تھے اور جماعتی لحاظ سے سب کی یہ حالت تھی جو بیان  
 ہوئی اس آیت کی توضیح کے بعد تاریخ کے مطالعہ کی زیادہ ضرورت نہیں رہتی۔  
 انس بن مالک کے چچا انس بن نضر لڑتے بھڑتے آگے بڑھے تو انہوں نے

۱۰ تفسیر جامع البیان ابن جریر طبری جلد ۴ صفحہ ۹۰۔ کنز العمال جلد ۲۹ صفحہ ۲۲۹ تفسیر درخشوری جلد ۱  
 صفحہ ۸۵۔ تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۳۵ سورہ آل عمران۔

دیکھا کہ حضرت عمر اور طلحہ چند ہاجرین کے ساتھ ہاتھ پیر چھوڑنے کا ہتھیار پھینکے علیحدہ بیٹھے ہیں۔ پوچھا تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ جنگ سے بیوں منہ موڑ لیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ رسول اللہؐ تو قتل ہو گئے، اب لڑ کر کیا کریں؟ یہ سن کر انس نے کہا۔ پھر رسولؐ کے بعد زندہ رہ کر تم کیا کرو گے؟ یہ کہہ کر خود فوج میں گھس گئے اور لڑتے لڑتے خود شہید ہو گئے۔ بعد میں جب ان کی نعش کو دیکھا گیا۔ تو اس بزرگوار کے جسم پر تیر اور نیزے کے ستر زخم تھے۔ کوئی شخص پہچان نہ سکتا تھا۔ کہ یہ انس بن نضر کی لاش ہے۔ ان کی بہن نے بس انگلی دیکھ کر انہیں پہچانا۔

حضرت عثمان تو بہت ہی دور نکل گئے تھے یہ

تین دن کے بعد جب حضرت عثمان واپس آئے تو رسول اللہؐ نے فرمایا۔  
آپ تو بہت ہی دور نکل گئے تھے یہ

حضرت ابو بکر اور حضرت عمر ایک گوشہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت عثمان تین روز کے بعد واپس تشریف لائے۔  
حضرت ابو بکر نیتان میں جا چھپے تھے۔ صاحب تاریخ خمیس حضرت ابو بکر کی زبانی بیان کرتے ہیں۔ کہ جب سب لوگ احد کے دن رسول اللہؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ تو سب سے پہلے میں نبی کے پاس آیا۔

- ۱۵۔ تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۹۲ و صفحہ ۹۵۔ تاریخ خمیس جلد اول صفحہ ۱۸۸ طبری جلد ۱۹۔ سیرت شام جلد ۲ صفحہ ۹۵۔ معارج النبوة صفحہ ۹۵۔ معارج النبوة صفحہ ۱۸۸
- ۱۶۔ تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۹۳۔ معارج النبوة صفحہ ۱۸۸۔ جدید السیر جلد ۱ جزو ۲ صفحہ ۳۵
- تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۵۵۔ تاریخ طبری مستدرک حاکم۔ قرۃ العین۔

**جناب امیر کائنات** | اس جنگ میں حضرت علی مرتضیٰ ایک قہریم بھی نہ  
 سر کے برابر تلووار چلاتے صفوں کفار کو برہم کرتے اور  
 حضرت رسول کی جستجو میں آگے بڑھتے رہے چونکہ یہ آواز کان میں پڑ جاتی تھی کہ آنحضرت  
 شہید ہو چکے ہیں۔ لہذا بہت مضطرب اور سخت طیش میں تھے راتے راتے آپ نے  
 دیکھا کہ مسلمان دوسری طرف ابھی تک جا رہے ہیں پس اس طرف کو بڑھے اور کافروں کو  
 ماتے گراتے وہاں تک پہنچے جہاں ابودجانہ وغیرہ چند جانہاز مجاہد سینہ سپر تھے  
 اور آنحضرت کو دشمنوں کے حملوں سے بچا رہے تھے پس آنحضرت کو زندہ پا کر علی  
 کی جان میں جان آئی پہلے سے زیادہ شدت و قوت کے ساتھ دشمنوں پر حملہ کر کے  
 پیچھے ہٹا دیا۔

صاحب دارج النبوة شاہ عبدالحق لکھتے ہیں جب مسلمان شکست کھا کر حضرت  
 رسول کو تنہا چھوڑ گئے۔ آپ سخت غصہ میں تھے اور حضور کی پیشانی سے پسینہ  
 موتیوں کی طرح ٹپک رہا تھا۔ اس حالت میں آپ کی نظر حضرت علی مرتضیٰ پر  
 پڑی کہ حضور کے پہلوئے مبارک میں کھڑے ہیں حضور نے فرمایا۔ اے علی! تم  
 اپنے بھائیوں سے کیوں نہ جا ملے؟ اس پر حضرت علی نے عرض کیا۔ حضور! کیا میں  
 ایمان لانے کے بعد کافر ہو جاتا۔ مجھے تو آپ کی پیروی سے کام ہے ایسے دوستوں اور بھائیوں  
 سے کام نہیں جو غنیمت کے پیچھے پڑ گئے اور شکست کا باعث ہوئے۔ اسی اثنا میں کافروں  
 کی ایک جماعت نے رسول اللہ پر حملہ کیا۔ آپ نے فرمایا۔ یا علی! اس گروہ سے میری  
 حفاظت کیجئے اور میری نصرت اور خدمت کا حق بجالائیے کہ یہی میری امداد کا وقت ہے

علی مرتضیٰ اس گروہ پر حملہ آور ہوئے۔ انہیں تباہ و برباد کیا اور منتشر کر دیا۔ اور ان میں سے ایک جماعت کثیر کو جہنم پہنچا دیا۔ یہی شاہ عبدالمحق لکھتے ہیں۔

جب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے اس طرح شجاعت کا اظہار فرمایا اور رسول اللہ کی نصرت کا حق ادا کیا۔ تو حضرت جبریل نے سرکار رسالت سے عرض کیا۔ یہ انتہائی مواسات اور قربانی اور جوالمزدی ہے جو اس وقت علی سے ظاہر ہوئی ہے۔ حضور نے فرمایا۔ کیوں نہ ہو۔ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔ اس وقت جبریل ابن نے عرض کیا میں آپ دونوں سے ہوں۔ کہتے ہیں۔ کہ اس وقت لوگوں نے سنا۔ کہ ہاتھ غیبی کہہ رہا تھا۔

لا سیف الاذوالفقار ولا فتی الا علی۔ کوئی تلوار نہیں مگر ذوالفقار اور کوئی جو انہر نہیں مگر علی۔

قیس نے سعد سے روایت کی ہے کہ میں نے علی مرتضیٰ سے سنا۔ فرمایا ہے کہ محمد کے دن اٹھارہ ضربیں میرے جسم پر لگیں۔ چار ضربوں کے بعد میں زمین پر گر پڑا کہ ایک خوش منظر شخص نے جس کے جسم سے خوشبو آرہی تھی۔ بازو سے پکڑ کر مجھے کھڑا کیا اور کہا۔ کہ کافروں پر حملہ کرو۔ تم اس وقت خدا اور رسول کی اطاعت کر رہے ہو اور وہ دونوں تم سے راضی ہیں۔ حضرت علی فرماتے ہیں۔ کہ بعد جنگ میں نے اس واقعہ کو سرکار رسالت کی خدمت میں عرض کیا۔ حضور نے فرمایا

۱ - مدارج النبوة صفحہ ۱۵۲

۲ - مدارج النبوة صفحہ ۱۵۲

جبرئیل ابن تھتے۔

اس لڑائی میں جب کہ ایسے مرد جن کی شجاعت کے افسانے بیان کیے جلتے  
- میدان جنگ سے پسپا ہو گئے۔ ایک جان نثار عورت کی بہادری کا ذکر کرنا  
صاف کا خون ہے۔

ام عمارہ انصاریہ کا ثبات جان نثاری | ام عمارہ خاندان انصار کی  
بایہ ناز خاتون ہیں۔ یہ عقیقہ

ہی جسے صحابیہ ہونے کا فخر حاصل ہے۔ سرکار رسالت سے اجازت لے کر لشکر  
مکرمی کی خدمات کے لئے اُحد میں ہمراہ آئی تھیں اور فن جراحی میں دسترس رکھتی  
ہیں۔ عین اس موقع پر جبکہ فوج کفار کے موذی تیر انداز سرکار رسالت پر  
دل کا بیتہ برسا رہے تھے۔ یہ شیر دل انصاریہ خاتون حضور کے آگے کھڑی  
گیں۔ اور ان کے تیروں کو اپنے سینہ پر لیتے لگیں اور جب وہ خونخوار جماعت  
زہ اور تلوار لے کر حضور پر حملہ کرتی تھی۔ تو یہ خود تلوار پکڑ کر ان کے وار کو رد کرتی تھی  
ب ابن قہیمہ تلوار پکڑ کر سرکار رسالت کے بالکل قریب آ گیا۔ تو ام عمارہ نے بڑھ کر  
زی دلیری سے روکا اور اسی روکد میں اس جانباز عورت کے کانڈھے پر زخم لگا۔  
در غار پڑ گیا جو مدتوں رہا۔ اس بہادر خاتون نے ابن قہیمہ پر تلوار کی ضرب لگائی۔ مگر  
وہ ظالم دوزخ میں تلے اوپر پہنچے تھے۔ اس لئے ان کی تلوار کا دم نہ کر سکی۔  
اس جنگ میں کفار قریش کے ایک سپاہی ابو ہاشم شقی نے میدان جنگ میں

۱۔ مدارج النبوة ۱۵۳۔ مدارج النبوة رکن چہارم صف ۵۴۔ صف ۹۵۔ صف ۹۶۔

۲۔ سیرت ابن ہشام جلد ۱ صف ۸۴۔ سیرۃ النبی ص ۲۸۱۔



ایک گڑھا کھود کر خس پوش کر دیا تھا کہ مسلمان اس میں گرے اور چوٹیں کھائیں اور زخمی ہوں۔ سرکار رسالتؐ جب اس گڑھے کی طرف تشریف لائے تو اس میں گر گئے حضرت علیؑ نے فوراً آگے بڑھ کر پانچ تھامے اور طلحہ نے حضورؐ کو باہر نکالا۔

رسول اللہؐ اس جنگ میں طرح طرح کی تکلیفیں اور رنج سہتے ہیں۔ زخم کھاتے ہیں۔

دندان مبارک سے خون جاری ہے۔ پیشانی اقدس مجروح ہے۔ لہو بہ رہا ہے۔ مگر یاد الہی میں مشغول ہیں۔ زبان اقدس سے سرکارِ احدیث میں عرض کر رہے ہیں۔ مبارک میری نادان قوم کو بخشدے۔ بدتیرے نبی اور تیرے دین کی قدر نہیں جانتے۔

سیدہ طاہرہؑ اور رسول اللہؐ کے زخموں کی صراحتیں | محدث شیرازی لکھتے ہیں۔ کہ جناب

سیدہ خیر شہادت سرکار رسالتؐ سن کر بیتاب ہو گئیں اور چودہ مسلمان عورتوں کے ہمراہ میدان جنگ میں چلی آئیں۔ جب جناب سیدہؑ کی نظر اپنے والد بزرگوار کے خون آلودہ چہرے پر پڑی تو بے قرار ہو کر رونے لگیں۔ سرکار رسالتؐ نے اپنی پارہ جگر کو سینہ سے لگا لیا اور دیر تک روتے رہے۔ اسی اثنا میں حضرت علیؑ بھی حاضر ہوئے۔ وہ اپنی ڈھال میں پانی لائے۔ سیدہؑ عالم فاطمہؑ نے دھونا شروع کیا۔ لیکن زخم سے خون بند نہیں ہوتا تھا۔ بالآخر سیدہؑ طاہرہؑ نے پارہ چہرہ تحریر اور بروایت بخاری پارہ حمیر حبلا کر لگایا۔

سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۸۴ معارج ص ۱

سیرت البنی صفحہ ۲۶۵ صحیح مسلم

تب خون بند ہوا۔

کہتے ہیں کہ سیدہ طاہرہ کے علاوہ رسول اللہ کی تین بیٹیاں اور بھی تھیں جو اس معصومہ کو نین سے عمر میں بڑی تھیں۔ ان میں سے دو زندہ تھیں۔ خدا معلوم وہ ایسے مصیبت کے موقعوں پر کیوں نظر نہیں آتیں۔ ع

بسوخت عقل ز جبرت کہ این چہ بوا لہجہ است

شکست پھر فتح میں تبدیل ہو گئی | افسوس ہے کہ اس جنگ میں مسلمانوں کی طمع اور بزدلی نے

بنا بنایا کام بگاڑ دیا۔ جس سے شکست اسلام کو سخت نقصان پہنچا۔ اگر حضرت علیؑ جیسا نامور شجاع اس جنگ میں شریک نہ ہوتا۔ تو دشمنان دین شمع رسالتؐ کو اس روز ضرور گل کر دیتے اور پھر مسلمانوں پر وہ بلا نازل ہوتی۔ جس کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ اسد اللہ العالمی نے معدودے چند جان نثاروں کے ساتھ احد کی شکست کو فتح سے بدل دیا۔ ابوسفیانؑ اپنی بقیہ فوج کو اکٹھا کر کے مکہ کی طرف بھاگ گیا۔ رسول اللہؐ نے اس خیال سے کہ کفار قریش پلٹ کر دوبارہ مدینہ پر حملہ نہ کریں ستر جانباز رضا کاروں کے ساتھ جو آپ کی طرح زخمی تھے۔ ابوسفیان اور اس کی فوج کا تعاقب کیا۔ اس تعاقب کا یہ بھی مقصد تھا۔ کہ اس پاس کے قبیلے یہ نہ خیال کریں۔ کہ مسلمانوں کی طاقت ختم ہو چکی ہے۔ اب جو چاہے انہیں تنگ کر سکتا ہے۔ مسلمانوں نے اس طرح کفار قریش کو بھگا دیا۔ اس جنگ میں ستر مسلمان شہید ہوئے۔ جن میں چار مہاجر اور باقی انصار تھے

سب سے المناک واقعہ شیر خدا  
**حمرہ کی نعش پر حضور کا نوحہ** | حمزہ سید الشہداء کی شہادت تھی۔

رسالت نے میدان جنگ کا جب ملاحظہ کیا۔ تو حضرت حمزہ کی نعش کو  
 ناک۔ کان کٹے ہوئے ہیں۔ کیچہ چراہ ہوا ہے۔ حضور کو انتہائی سنج ہووا حکم دیا  
 حضرت حمزہ کی نعش پر چادر ڈال دو۔ کہ ان کی بہن ان کو اس حالت  
 نہ دیکھیں۔

امیر حمزہ کے کفن کی چادر اس قدر چھوٹی تھی۔ کہ اگر پاؤں ڈھانکتے  
 تو سر کھل جاتا تھا۔ اور اگر سر کو ڈھانکا جاتا تھا۔ تو پاؤں کھلے رہتے تھے  
 سر کو چادر سے ڈھانپ کر پیروں کو گھاس اور تپوں سے ڈھانپ دیا۔  
 رسول اللہ نے جنازہ پر کھڑے ہو کر فرمایا۔

یا حنیف یا اسد اللہ و اسد رسولہ یا فاعل الخیرات

یا حنیف یا کاشف الکویات، فطی بکاء۔

اے حمزہ! اے اللہ اور اللہ کے رسول کے شیر۔ اے نیکیوں

کو انجام دینے والے، اے مصیبتوں کو دور کرنے والے، کاش

تجھ پر گریہ و بکا طولانی ہوئے۔

**حضرت صفیہ بھائی کی نعش پر** | حضرت صفیہ کو بھائی کی نعش  
 ل چکی تھی۔ بھائی کے دروے

۱۔ تاریخ کامل ابن اثیر، تاریخ خمیس

۲۔ تاریخ خمیس جلد اول ص ۴۹۴۔ بحوالہ ذخائر العقبی۔

دوڑی چلی آئی تھیں۔ سرکار رسالت کی نظر پڑ گئی۔ زبیر ان کے صاحبزادے پاس  
 کھڑے تھے۔ حکم دیا۔ کہ ماں کو جا کر راہ میں روک دو۔ بھائی کی نعش کو اس  
 حالت میں دیکھنے کی تاب نہ لاسکیں گی۔ زبیر بن العوام دوڑے گئے۔ ماں  
 کو روکنا چاہا۔ لیکن وہ نہ ٹرک سکیں۔ بیٹے سے اتنا کہا۔ کہ میں کچھ نہ کروں گی  
 بھائی کو آخری بار دیکھ کر چلی آؤں گی۔ چنانچہ یہ معظّمہ بھائی کی نعش پر آئیں۔  
 بھائی کی نعش کو حسرت آلود نگاہوں سے دیکھا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُونَ،  
 پڑھ کر ہٹ آئیں۔ ہڈنا تھما۔ کہ غم و الم کا دل پر سچو صم ہوا۔ ڈھاڑیں مار مار کر رونے  
 لگیں۔ اور ان کے ساتھ جناب سیدہ اور دیگر خواتین ہل شمبہ مل کر فریاد و زاری  
 کرنے لگیں۔ رسول اللہ سے بھی ضبط نہ ہو سکا۔ اس نوحہ خوان گروہ کی طرف  
 متوجہ ہوئے اور حضرت صفیہ سے خطاب فرما کر صدائے غم آلود سے  
 فرمانے لگے۔

”پھوپھی اماں! اب آپ سے بڑھ کر کوئی دوسرا مصیبت زد  
 نہیں رہا گا۔ پھر فرمایا اے صفیہ! اے فاطمہ! تم کو بشارت ہو کہ جسٹل  
 نے مجھے یہ خوشخبری دی ہے۔ کہ ملائکہ ملائے علی حضرت حمزہ کو اللہ  
 و رسول کے القابات سے یاد کرتے ہیں۔“  
 رسول اللہ نے حضرت حمزہ کو ایک قبر میں اور باقی اصحاب کو ایک قبر میں  
 دو۔ دو۔ تین۔ تین کر کے دفن کر دیا۔

۱۰ - روضۃ الاحباب صفحہ ۲۸۲  
 ۱۱ - تاریخ ابن اثیر و تاریخ خمیس :-

## حمرہ کی عزاداری کیلئے رسول اللہ ﷺ کی تمت اور اس کا اثر

جنگِ اُحد کے بعد آنحضرت مدینہ  
میں تشریف لائے۔ تو تمام مدینہ  
ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ آپ جس

طرف سے گذرتے تھے۔ گھروں سے ماتم کی آوازیں آتی تھیں۔ آپ  
کو خیال ہوا کہ سب کے عزیز و اقارب ماتم داری کا فرض ادا کر رہے ہیں  
لیکن حمرہ کا کوئی نوحہ خوان نہیں، رفت کے جوش میں آپ کی زبان سے  
بے اختیار نکلا۔ لیکن حمرہ کا کوئی رونے والا نہیں، انصار نے یہ سنا۔ تو  
ترپ اٹھے۔ سب لے جا کر اپنی عورتوں کو حکم دیا۔ کہ دولت کدہ رسالت  
پر جا کر حمرہ کا ماتم کرو۔ سرکارِ رسالت نے دیکھا تو دروازہ پر وہ نشینان  
انصار کی بھیڑ تھی اور حضرت حمرہ کا ماتم بلند تھا۔ حضرت نے شکر گزاری  
کا اظہار فرمایا اور ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ عرب میں دستور تھا۔ کہ  
سال کے خاص خاص ایام میں عورتیں اپنے مقبول عزیزوں کا ماتم کیا کرتی  
تھیں۔ اس واقعہ کے بعد سے مدتوں تک یہ معمول رہا۔ کہ جب کسی کا ماتم  
کیا جاتا۔ تو یہ داستان حضرت حمرہ کے ماتم سے شروع کی جاتی۔ یہ پابندی  
رسم نہ تھی بلکہ حضرت حمرہ کی حقیقی محبت کیلئے۔

رسول اللہ ﷺ کا واقعہ اُحد سے آٹھ برس بعد  
رسول اللہ ﷺ قبورِ شہداء پر اور اپنی وفات سے دو برس پہلے شہدائے

اُحد کے مدفن کی طرف سے گزر ہوا۔ اس مقتل کو دیکھ کر ان کی یاد تازہ ہو گئی

سیرۃ النبی ص ۲۸۳ بحوالہ تاریخ کامل و تاریخ طبری ص ۱۴۲۸

صورتیں آنکھوں میں پھرنے لگیں۔ بے اختیار ہو کر رو پڑے اور رونے میں  
 ایسے کلمات ورد آئینہ جاری فرلٹے۔ جیسے کوئی اپنے عزیز کے قریب سے  
 ابھی ابھی جدا ہوتا ہے۔ رقت کم ہوئی۔ تو اس وقت آپ نے صحابہ حاضرین  
 کو مخاطب کر کے ایک طولانی خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس کے آخر میں فرمایا۔  
 مسلمانو! مجھے تم سے یہ خوف نہیں کہ تم پھر مشرک بن جاؤ گے لیکن وہ  
 یہ ہے کہ دنیا میں نہ بھینس جاؤ۔

**شہدائے اُحد اور حضرت ابو بکر** | مالک بن ابی النضر مولیٰ ابن عبید اللہ  
 سے روایت ہے۔ کہ اس کو یہ حدیث  
 پہنچی ہے کہ رسول اللہ نے یہ تحقیق شہدائے اُحد کے لئے دعا فرمائی اور فرمایا  
 میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ یہ لوگ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔ اس پر حضرت  
 ابو بکر نے کہا۔ یا رسول اللہ! آیا ہم ان ہی کے بھائی نہیں۔ ہم اسلام بھی  
 لائے جیسا کہ یہ لائے اور جہاد کیا ہم نے جیسا کہ انہوں نے کیا۔ رسول اللہ  
 نے فرمایا۔ مجھے کیا معلوم ہے۔ کہ میرے بعد تم کیا کیا نئے امور پیدا کرو گے۔  
 راوی کہتا ہے کہ حضرت ابو بکر روئے اور بہت روئے اور پھر کہا۔ کیا ہم  
 آپ کے بعد بھی زندہ ہوں گے؟

**ولادت امام حسن علیہ السلام** | ۱۵۔ رمضان المبارک ۱۰۰ھ کو بکر کا  
 صلح و امن حضرت امام حسن علیہ السلام

۱۰۔ سیرۃ النبی بحوالہ بخاری

۱۱۔ مؤطا امام مالک ۱۴۰ مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی۔

کی ولادت ہوئی۔ پیدائش کے ساتویں دن بیڑہ عالم ایک بہشتی کپڑے میں لپیٹ کر آنحضرتؐ کے پاس لائیں۔ سرکارِ ختمی مرتبتؐ نے بحکمالِ محبتؐ گود میں لیا۔ وحی الہی کے مطابق عبرانی میں شبر اور عربی میں حسن نام رکھا اور خود ہی عقیدہ فرمایا

ولادت امام حسین علیہ السلام

۱۱؎ میں سرکارِ شہادت امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ حضورؐ کو جیسے ہی تولد کی اطلاع ملی۔ اسماء بنت عمیس سے فرمایا۔ کہ میرے نو مولود بچے کو لاء اسماء نے تعمیلِ حکم کی۔ حضرتؐ نے چھوٹے نواسے کو گود میں لیا۔ اذان و اقامت کہی۔ نام رکھا۔ عقیدہ کیا۔ اور سر کے بالوں کے برابر چاندی خیرت فرمائی۔

رحلت جناب فاطمہ بنت اسد

۱۲؎ میں جناب امیر علیہ السلام کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد جنہوں نے رسول اللہؐ کو بیٹیوں کی طرح پالنا تھا اور رسول اللہؐ انہیں ماں کے بعد ماں کہاں کرتے تھے۔ انتقال فرمایا۔

## سوالات

۱۔ غزوات کیسی لڑائیوں کو کہتے ہیں؟ یہ لڑائیاں کیوں لڑی گئیں۔

۲۔ بنی امیہ اور دوسرے معاند قبیلوں نے ان لڑائیوں کا سلسلہ کیوں شروع کیا۔

۱۳۔ غزوہ بدر کے اسباب، اس میں کفار کی فوج کی تعداد اور حالت اور اسلامی فوج کی تعداد اور حالت لکھ کر لڑائی کے حالات بیان کرو۔

۱۴۔ بدر کی لڑائی، سرکارِ رسالت کی دعا بیان کر کے اس پر تبصرہ کرو۔

۱۵۔ غزوہ بدر کا ہیرو کون ہے اور کیوں؟

۱۶۔ غزوہ بدر کے نتائج بیان کیجئے۔

۱۷۔ بدر کے قیدیوں سے کیا سلوک کیا گیا؟

۱۸۔ غزوہ اُحد کے اسباب کیا تھے؟

۱۹۔ جنگِ اُحد میں کن شاعروں نے کس طرح حصّہ لیا؟

۲۰۔ لشکرِ کفار کی تعداد اور حالت بیان کیجئے۔

۲۱۔ لشکرِ اسلام کی تعداد اور حالت بیان کیجئے۔

۲۲۔ کفار کی عورتوں نے بالخصوص ہندہ نے کس طرح حصّہ

لیا؟ اور اس سلسلہ میں ہندہ کے اشعار پر

تبصرہ کیجئے۔

۲۳۔ غزوہ اُحد کے پہاڑی درّہ کی اہمیت اور اس پر رسول

اللہ کی ہدایات بیان کیجئے۔

۲۴۔ آغاز جنگ کی کیفیت بیان کر کے حضرت حمزہ کی شہادت

کا واقعہ بیان کیجئے اور بنو امیہ کی عورتوں کی سیرت پر



روشنی ڈالئے۔

- ۱۵۔ اُحد کی لڑائی میں کون کون کس طرح بھاگا؟۔
- ۱۶۔ قرآن مجید نے اپنے الفاظ میں اس فرار کی تصویر کس طرح پیش کی ہے؟۔
- ۱۷۔ اُحد میں جناب امیر کے ثباتِ قدم کے حالات بیان کیجئے۔
- ۱۸۔ ام عمارہ کون تھیں؟۔ اُس نے اُحد میں اپنی جان نثاری کا کس طرح ثبوت پیش کیا؟۔
- ۱۹۔ رسول اللہ کے مصائب کو بیان کیجئے۔
- ۲۰۔ سیدہ طاہرہ رسول اللہ کی خدمت میں کس طرح حاضر ہوئیں اور انہوں نے حضور کی کس طرح مرہم پٹی فرمائی؟۔
- ۲۱۔ اُحد کی شکست پھر فتح میں کس طرح تبدیل ہو گئی؟۔
- ۲۲۔ حضرت حمزہ کی نفس پر رسول اللہ، حضرت صفیہ اور حضرت فاطمہ نے کس طرح گریہ و زاری فرمائی۔
- ۲۳۔ رسول اللہ نے حضرت حمزہ کی عزاداری کے لئے کس طرح تمنا کا اظہار فرمایا اور اس کا کیا اثر ہوا اور عزاداروں کیلئے کیا دعا فرمائی؟ بیان کرو۔
- ۲۴۔ رسول اللہ نے شہدائے اُحد کے لئے دعا فرمائی۔ تو حضرت ابو بکر نے کیا کہا اور رسول اللہ نے کیا جواب دیا؟۔

# نوائے باب

غزوات (ب)

## غزوہ احزاب یا جنگِ خندق

ذی قعدہ ۶۲۷ھ - مارچ اپریل ۶۲۷ھ

۱۔ مدینہ طیبہ میں اسلام کی مسلسل ترقی کو کفارِ قریش نے اسبابِ جنگ کی اشاعت کی خبریں مکتہ پہنچتی تھیں۔ ان کے عناد کی آگ اور بھڑکتی تھی۔ اگرچہ اُحد کی لڑائی میں انہوں نے مسلمانوں کو شدید جانی نقصان پہنچا یا تھا۔ مگر پھر بھی ان کا کلیجہ ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ وہ مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کر رہے تھے۔

۲۔ اُحد کی لڑائی میں عام وقار کو جو صدرِ مہنچا تھا۔ اسے بہت جلد مسلمانوں نے بحال کر لیا۔ ان کے اثرات مشرق میں نجد تک اور شمال میں درمہ نجد تک پہنچ گئے۔ اس اثر و رسوخ کی وسعت سے کفارِ قریش نے یہ سمجھا۔ کہ ان کے شام، عراق اور مصر جانے والے تجارتی قافلوں کی راہیں مسدود ہو گئی ہیں اور اس معاشی نقصان کو بہت بڑا نقصان سمجھنے لگے۔

۱۰ - مدینہ کے یہودیوں سے سرکار رسالت نے جو معاہدہ کیا تھا۔ اس میں انہیں نظام ملکی میں پورے حقوق دیئے۔ مگر وہ اس معاہدہ کے باوجود مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے تھے۔ ان کی ان ریشہ دوانیوں کی وجہ سے مسلمانوں نے غزوہ بدر کے بعد شوال ۲ھ میں بنی قینقاع کو اور غزوہ احد کے بعد ربیع الاول ۳ھ میں بنی نضیر کو مدینہ سے نکال دیا۔ ان دونوں یہودی قبیلوں کی جلاوطنی سے مدینہ طیبہ یہودی سازشوں سے پاک ہو گیا۔ لیکن خیبر اور وادی القریٰ کے یہودی چونکہ اس شاہراہ پر آباد تھے جو مدینہ سے شام اور بیت المقدس تک چلی گئی ہے۔ اس لئے وہ بنی نضیر اور بنی قینقاع کی سازشوں سے اسلامی تجارتی قافلوں کے لئے خطرہ بن گئے۔ اور انہوں نے اپنے معاشی اثرات سے بنی غطفان وغیرہ کو بھی مسلمانوں کی مخالفت پر آمادہ کر لیا۔

۱۱ - اسلام کو دنیا سے مٹانے کے لئے یہودیوں اور مشرکوں کا گٹھ جوڑ ہو گیا۔ اس مذموم اتحاد میں بنی غطفان، بنو سلیم، بنو سعد اور بنو اسد وغیرہ قبائل بھی شامل ہو گئے۔

ان تمام وجوہ سے کفار و مشرکین نے ایک ٹڈی دل فوج جمع کر لی۔ جس کی تعداد کم سے کم دس ہزار اور زیادہ سے زیادہ چوبیس ہزار تھی۔ دو سال تک جنگی تیاریاں ہوتی رہیں۔ آخر شوال ۵ھ میں کفار نے مدینہ طیبہ کا محاصرہ کر لیا۔

عربی زبان میں حزب کے معنی جھٹھ یا گروہ کے ہیں چونکہ مشرکین و یہود نے مختلف قبائل کی جھٹھ بندی سے شہر کا محاصرہ کیا تھا۔ اس لئے اس غزوہ کو غزوہٴ احزاب یا جنگ احزاب کہتے ہیں۔

اس جنگ کے لئے ابوسفیان چار ہزار فوج کے ساتھ مکہ سے نکلا تھا راستے میں یہودی چھ ہزار فوج لے کر شامل ہو گئے تھے۔

جب سرکار رسالتؐ | مسلمانوں کی تباہی، خندق اور مصائب

کو مدینہ طیبہ میں اس

شکر عظیم کی خبر ملی۔ تو حضورؐ نے ان حالات میں صحابہ سے مشورہ فرمایا۔ حضرت سلمان ایرانی تھے اور اپنے ملک کے طریق جنگ سے واقف تھے انہوں نے اپنے ملک کے دستور کے مطابق عرض کیا کہ اپنی قلت اور دشمن کی کثرت کے موقعہ پر اہل ایران خندق کھود کر مقابلہ کرتے ہیں اور اکثر کامیاب ہوتے ہیں۔ حضورؐ نے اس تجویز کو منظور فرمایا۔

مسلمانوں کی جمعیت تین ہزار سے زیادہ تھی۔ سب نے خندق کھودنا شروع کر دی۔ خندق کھودنے والوں میں سرکار رسالتؐ کی ذاتِ اقدس بھی تھی۔ اس واقعہ کے پہلیوں پہلے سے مدینہ میں قحط تھا۔ خرمے کی پوری فصل تباہ ہو گئی تھی۔ خیراک کی کمی تھی۔ کفار کے حملہ کی وجہ سے بیرونی رسد کا سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔ مسلمانوں پر فتنہ و فاقہ کی کیفیت <sup>طاری</sup> تھی۔ اس پر تند و تیز ہوا چل رہی تھی۔ ابرباراں بھی گنتا۔ دن دن پتھر ملی زمین کا کھودنا بڑے بڑے دلیروں کے کیسے بے جا رہے تھے۔ علاوہ

اذہیں مشہور منافق عبداللہ بن ابی کے ساتھیوں نے ان تکالیف سے گھبرا کر کھلے لفظوں میں جناب رسالت سے کہہ دیا۔ کہ ہم تو شہر میں جائیں گے ہمارے گھر اور ہمارے بال بچے محفوظ نہیں ہیں۔ رسول اللہ نے انہیں چلے جانے کی اجازت دے دی۔ مسلمانوں کی تعداد پہلے ہی کم تھی۔ ان لوگوں کے چلے جانے سے اور کمی آگئی۔ غزوہ اُحد میں ان منافقین کی آزمائش ہو چکی تھی۔ اس لئے ان کا چلا جانا کوئی نئی بات تو نہیں تھی۔ مگر ان کے چلے جانے سے کمزور مسلمانوں پر بھی کافی اثر پڑا۔ اور وہ رسول اللہ سے فاقہ کی شکایت کرنے لگے۔ جب انہیں علم ہوا۔ کہ رسول اللہ بھی فاقہ سے پیٹ پر پختہ باندھے خندق کھود رہے ہیں۔ تو رونے لگے۔

**جنگ کا آغاز** | خندق کا ختم ہونا تھا۔ کہ دشمن بھی قریب کی پہاڑیوں پر آ موجود ہوا۔ جب مخالف کے لشکر نے ہر طرف سے مسلمانوں کا محاصرہ کر لیا۔ تو مسلمانوں کے ہوش جلتے رہے۔ بہت ڈرے۔ ایک تو لشکر کی کثرت دوسرے اس لشکر میں عمرو بن عبدود جیسے نامی پہلوان کی موجودگی! جسے اہل عرب ہزاروں کے برابر سمجھتے تھے۔ اس سلسلہ میں علامہ شبلی لکھتے ہیں۔

”ان میں سب سے زیادہ مشہور عمرو بن عبدود تھا۔ وہ ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا۔“

عمر و ابن عبدود کی مبارزہ طلبی | عمرو ابن عبدود نے گھوڑے کو اپنا لگائی اور خندق

یہ حالت ہوئی کہ کوئی اس کے مقابلہ کے لئے نہیں نکلتا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اصحاب رسول کے سروں پر پرندہ بیٹھے ہوئے تھے۔

حضرت عمر نے اس کی آواز پہچان لی اور کہا۔ یہ تو عمرو ابن عبدود ہے مجھے اس کی بے نظیر دلیری اور شجاعت کا تجربہ ہو چکا ہے۔ سفر میں ایک بار میرا اس کا ساتھ ہو گیا۔ اثنائے راہ میں ڈاکو ہمارے قافلہ پر ٹوٹ پڑے۔ تنہا اسی شخص نے فزاقوں کی جماعت کثیر سے مقابلہ کیا۔ اثنائے مقابلہ میں اس کی سپر ٹوٹ گئی۔ تو فوراً ایک اونٹ کی ٹانگ تھام کر اس کو اپنی سپر بنا لیا اور ڈاکوؤں کے وار روکتا رہا۔ یہاں تک کہ تمام ڈاکوؤں کو اس نے بھگکا دیا۔ میں اس کی عظیم طاقت و شجاعت دیکھ کر حیران ہو گیا۔

پہلے ہی فوج پر خوف طاری تھا۔ اس واقعہ کو سن کر اور جو اس باختر ہو گئے اس وقت جبکہ تمام صحابہ پر خاموشی طاری تھی۔ حضرت علی نے خدمت رسالت میں عرض کیا۔ میں اس سے مقابلہ کروں گا۔ سرکار رسالت نے رکا پھر عمرو ابن عبدود نے مبارز طلبی کی۔ حضرت علی مرتضیٰ نے پھر اجازت جنگ طلب کی۔ پھر حضور نے رکا۔ تیسری مرتبہ عمرو ابن عبدود نے جو اشعار اسلامی فوج کو مخاطب کر کے پڑھے۔ ان کا ترجمہ یہ ہے۔

تحقیق میری آواز تم لوگوں کو پکارتے پکارتے تھک گئی جیب بہا اور

ت۔ مدحتہ الاحباب۔ ۵۷۔ علاج التبوۃ جیب الیسر۔ ۵۳۔ سیرۃ النبی ص ۳۱۳

نہروئی کرتے تھے۔ میں دلیروں کی صف میں گھسنا تھا۔ میں اسی طرح لوگوں کی صف میں دوڑتا پھرتا تھا کیونکہ جو انمرد کے لئے سخاوت اور شجاعت بہت اچھی صفت ہے۔

حضرت علیؑ میدان میں | اس رجز پر جناب امیر نے باصرار سرکار رسالت

حضور نے اجازت دی۔ رسول اللہؐ نے اپنی تلوار ذوالفقار حضرت علیؑ کو عطا کی۔ اپنی زہ اپنے ہاتھوں سے پہنائی۔ اپنی دستار مبارک ان کے سر پر رکھی اور ایک روایت کے مطابق اپنے دست مبارک سے ان کے سر پر عمامہ باندھا اور کہا۔ بارالہا تو عمرو کے مقابلے میں علیؑ کی مدد کر اور ایک ثابت میں ہے کہ آپ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور کہا۔ الہی تو نے عبیدہ کو بدر کے دن مجھ سے لے لیا اور حمزہؑ کو احد کے دن مجھ سے جدا کر لیا یہ علیؑ میرا بھائی ہے اور ابن عم ہے۔ تو مجھے تنہا نہ چھوڑ۔ تو سب سے بہتر وارث ہے۔ جب علیؑ عمرو ابن عبدود کے مقابلہ کے لئے نکلے۔ تو رسول اللہؐ نے فرمایا۔ یزید ایمان کلمہ الی الشریک کلمہ۔ پورا ایمان پورے کفر کے مقابلہ کو نکلا ہے۔

۱۱۵۔ ار ح المطالب جلد ۱ ص ۲۱۸۔ مطالب السؤل، ذخائر العقبی، روضۃ الاحباب، مدارج النبوة

۱۱۶۔ روضۃ الاحباب۔

۱۱۷۔ حیات الیومین حاکم ریحۃ الحمیریہ فرعون الاخبار، مناقب خوارزمی، العین رازی۔ روضۃ الاحباب  
 اخبار منادی دہلی ۵۔ ۱۲ جولائی ۱۳۵۲ء مقالہ علامہ عینی شاہ نظامی حیدرآبادی۔

**حضرت علیؑ کا ترجمہ** اور عمرو بن عبود کے مقابلہ میں جو رجز بڑھا۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔

اے عمرو تجھ پر افسوس ہے تیرے پاس وہ آ رہا ہے جو تیری دانہ کے جواب دینے میں عاجز نہیں اور صاحب ارادہ و بصیرت ہے اور سچ یہ ہے کہ ایک کامیاب بہادر کو زندگی سے نجات دینے والا ہے میں بیشک اللہ سے امید رکھتا ہوں۔ بوڑھی عورتوں کے بین تجھ پر جاری کراؤں گا۔ اور معرکوں میں میری ضربت کا ذکر باقی رہ جائے گا۔

**عمرو کا قتل و فتح خندق** الغرض عمرو ابن عبود سے مقابلہ ہوا۔ عمرو کی تلوار حضرت علیؑ کی سپر کاٹتی ہوئی سر تک پہنچی۔ حضرت علیؑ نے جو سنبھل کر ہاتھ مارا تو عمرو کا سر کسی قدم کے فاصلہ پر جا کر گرا۔ حضرت علیؑ کی تکبیر سن کر مسلمانوں کا نعرہ بلند ہوا۔ وہ مارا۔ عمرو مارا گیا۔ مسلمانوں کے حوصلے بڑھے۔ پھر بقیہ کفار سے لڑائی ہوئی۔ طرفین سے چند آدمی مارے گئے۔ حضرت سعد بن انصاری سخت زخمی ہوئے۔ آخر وہ کفار جو خندق پہنچ کر تھے۔ بھاگے۔ بھاگتے ہوئے نوفل کا گھوڑا خندق نہ پہنچا۔ اور خندق میں جا گرا۔ علی مرتضیٰ نے خندق میں کود کر ایک ایسا ہاتھ مارا۔ کہ دو ٹکڑے ہو گیا۔ پھر دشمنوں کا

سدا مطالب السؤل۔



تعاقب کیا گیا۔ عکرمہ حضرت علیؑ کے ہاتھ سے زخمی ہوا۔ ضرار بن خطاب بن مروان فہری حضرت علیؑ کی صورت دیکھتے ہی بھاگا۔ حضرت عمرؓ نے بھاگتا دیکھ کر پچھا کیا۔ وہ پلٹ پڑا اور نیزہ کا وار کرنا چاہا پھر یہ کہہ کر کہ اگر میں نے عہد نہ کیا ہوتا کہ کسی قریشی کو نہ ماروں گا تو قتل کر ڈالتا۔ رک گیا اور نیزہ کو سر پر چھپوا کر کہا۔ کہ یہ نعمت مشکورہ ہے جو میں نے تم پر ثابت کی۔ جاؤ یاد رکھنا اور احسان نہ بھولنا۔

عمرو ابن عبدود کو مار کر حضرت علیؑ نے اس کی زردہ جو نہایت قیمتی تھی نہ اتاری اور اس کا سر لا کر آں حضرت کے قدموں میں ڈال دیا حضرت نے فرمایا۔

ضَرْبَةُ عَلِيٍّ يَوْمَ الْخَنْدَقِ أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ -  
 "خندق میں علیؑ کی ایک ضربت عبادتِ دو جہان سے بہتر ہے۔"  
 اوسفیان کا حوصلہ پست ہو گیا۔ اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور بازگشت کا حکم دیا۔ کچھ رات گئے دشمن کی فوج میں سے قریشی مکہ کی طرف اور ان کے مددگار اپنے اپنے علاقوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ مسلمان یہ خبر سن کر مسرور ہوئے اور خوشی خوشی مدینہ واپس آئے۔

غزوة الخندق کے نتائج | یہ جنگ ایسی فیصلہ کن جنگ تھی کہ اس کے بعد قریش کا زور ٹوٹ گیا۔ اور طاقت اس قدر کم ہو گئی۔ کہ پھر انہیں مدینہ پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

۱۵ روضۃ الاحباب - ازالۃ الخفا جمیس -

۲۔ اس فتح سے تمام قبائل عرب پر مسلمانوں کی فوجی طاقت کا سکہ بیچھڑ گیا۔ کفار قریش کی عظمت ان کی نظروں سے گری گئی اور وہ سرکار رسالت کو اہم ترین سیاسی قوت سمجھنے لگے اور آہستہ آہستہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔

۳۔ انجلائے پہلو۔ اس سے قبل یہودیوں کے دو قبیلوں بنو قینقار اور بنو نضیر کو مدینہ چھوڑنے پر مجبور کیا جا چکا تھا۔ اب مدینہ میں صرف ایک یہودی قبیلہ بنو قریظہ آباد تھا۔ معاہدہ مدینہ کے لحاظ سے ان کا اہم فریضہ تھا۔ کہ جنگ خندق میں شہر کے دفاع میں حصہ لیتے۔ مگر وہ حملہ آوروں سے ملے ہوئے تھے۔ جب ان کی غداری اور مخالفت بالکل ظاہر ہو گئی۔ تو انہیں مدینہ سے نکال دیا گیا اور مدینہ کو ان کے وجود سے پاک کر دیا گیا اور یہ بات مرکز اسلام کی مضبوطی کا باعث ہوئی۔

۴۔ اس لڑائی کے بعد یمن اور مدینہ کے درمیان جو قبیلے آباد تھے۔ انہوں نے سرکار رسالت سے معاہدے کر لئے۔ ان معاہدات سے کفار قریش پر مصر و شام کے تجارتی راستے تنگ اور بالکل بند ہو گئے اور اسلامی اثرات نجد تک پہنچ گئے۔ بلکہ نجد سے گذر کر یامہ تک پھیل گئے۔ یامہ کا سردار ثمامہ بن اثال مسلمان ہو گیا۔ اس سے کفار قریش کے لئے عراق کا تجارتی راستہ بھی مسدود ہو گیا۔ اس طرح سے کفار قریش مسلمانوں کے زرعہ میں گھر گئے۔ تجارتی راستے

مسدود ہو جانے سے نکلے اور دوسری ضروریات زندگی کی حد تک بند ہو گئی۔ چنانچہ کفارِ قریش معاشی اور اقتصادی مصیبتوں میں مبتلا ہو گئے۔

## سوالات

- ۱۔ غزوہ خندق کے اسباب بتلائیے۔ نیز اس جنگ کے لئے کفار کی تیاریوں کا بھی تذکرہ کیجئے۔
- ۲۔ غزوہ خندق میں مسلمانوں کی مشکلات کا ذکر کر کے بتلائیے کہ مسلمانوں نے کیا کیا جنگی تدابیر اختیار کیں؟
- ۳۔ آغاز جنگ کو بیان کر کے عمرو ابن عبدود کی مبارز طلبی کو بیان کیجئے۔ اس مبارز طلبی کا مسلمانوں پر کیا اثر ہوا اور لوگوں نے کیا کہا۔ نیز اس کا جنگ کی پوزیشن پر کیا اثر پڑا؟
- ۴۔ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کا میدان میں آنا، آپ کا رجز اور آپ کی جنگ بیان کر کے فتح جنگ خندق کو بالتفصیل بتلائیے۔
- ۵۔ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کے میدان میں آنے کے

- وقت حضرت علیؑ کے متعلق کیا فرمایا تھا۔ اور عمرو  
 ابن عبدود کے قتل پر کیا فرمایا۔ نیز حضرت علیؑ نے  
 عمرو بن عبدود کی ذرہ کے متعلق کیا کیا؟
- ۴۔ جنگ خندق کے موقعہ پر سرکارِ رسالتؐ نے سرکارِ  
 اہلبیتؑ میں کیا دعا کی تھی؟
- ۵۔ غزوہ خندق کے نتائج کو بالتفصیل لکھیے۔

# سوال باب

صلح حدیبیہ

ذیقعد ۶، مارچ ۶۲۸ء

مسلمانوں کے دلوں میں خانہ کعبہ کا انتہائی احترام تھا  
 اگرچہ بیت اللہ کو اس وقت کفارِ قریش نے بت کدہ  
 بنا رکھا تھا۔ مگر یہ وہی اسلامی عبادت گاہ تھی جسے اسلام کے صاحبِ نبت  
 حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور ان کے فرزند حضرت اسماعیل ذبیح اللہ نے تعمیر فرمایا  
 تھا اور مرکزِ توحید قرار دیا تھا۔ بیت اللہ مسلمانوں کا قبلہ تھا۔ چھ برس سے مسلمان  
 حرمِ محترم کی زیارت سے محروم تھے۔ عام مسلمانوں کے دل میں بالعموم  
 اور ہاجرین مکہ کے دل میں بالخصوص حج بیت اللہ کی سعادت سے شرف  
 اندوز ہونے کا جذبہ موجود تھا۔ اس لئے سرکارِ رسالت پچودہ سو مسلمانوں  
 کی معیت میں زیارت بیت اللہ کے لئے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ آنحضرت  
 قریش سے جنگ کرنے کی نیت سے نہیں نکلے تھے۔ صرف قربانی کا اونٹ  
 ساتھ تھے اور تلوار کے سوا کوئی اسلحہ کسی مسلمان کے پاس نہیں تھا۔ اور  
 تلوار ایک ایسا ہتھیار تھا۔ جسے عرب کسی حالت میں اپنے جسم سے الگ

نہیں کرتے تھے۔ مگر معظمہ زمانہ جاہلیت میں بھی بلد الامین تھا۔ اور عرب کے بین القبائلی قانون کے مطابق بدترین مجرم کو بھی زیارت سے محروم نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اور زمانہ حج میں حرم کے حدود میں کشت و خون کا امکان نہیں تھا۔

جب سرکار رسالت مکہ معظمہ کے قریب پہنچے۔ تو حضور کو معلوم ہوا کہ کفار مکہ جنگ پر آمادہ ہیں اور وہ مسلمانوں کو فریقہ حج سے مستفیذ ہونے نہیں دیں گے۔ اس پر مسلمان سخت پریشان اور برا فرودختہ ہو گئے۔ مگر پیغمبر نے حدیبیہ نامی ایک کنوئیں پر قیام فرمایا اور ایک قاصد روانہ کیا۔ قاصد نے سرکار رسالت کی طرف سے بیان کیا۔ کہ ہم لوگ طواف کعبہ، زیارت بیت اللہ اور قربانی کے لئے آئے ہیں۔ ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے۔ اس لئے زیارت کعبہ میں رکاوٹ نہیں ہونا چاہیے۔ مگر قریش نے انکار کر دیا۔ حالانکہ قریش کے دوست حلیم بن علقمہ کنانی نے جو قبائل احابش کا سردار تھا۔ انہیں سمجھایا۔ کہ زیارت کی اجازت دینا چاہیے۔ مگر انہوں نے ایک نہ مانی۔ بلکہ قریش کے چند سر پھرے نوجوان آنحضرت پر حملہ کرنے کے لئے آگئے۔ جنہیں گرفتار کر کے سرکار رسالت کے حضور میں پیش کیا گیا۔ آپ نے اس اقدام سے ورگدزہ فرمایا۔ اور انہیں رہا کر دیا۔

اس کے بعد قاصدوں کا ایک سلسلہ بتدوہ گیا۔ عروہ بن مسعود ثقفی قریش کی طرف سے مسلمانوں کو سمجھانے کے لئے آیا۔ کہ وہ واپس چلے جائیں ورنہ قریش کثیر فوج کے ساتھ جنگ کے لئے آمادہ ہیں اور انہیں

آج ختم کر دیں گے۔ مگر حضور نے جواب دیا۔ کہ ہمارا مقصد فساد نہیں۔ ہم صرف فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے آئے ہیں۔ اثنائے گفتگو میں عروہ کا ہاتھ جناب رسالت کی دائرہ صی کو لگ گیا۔ ایک صحابی نے عروہ کے ہاتھ پر چمڑہ مار کر بٹایا اور کہا یہ کیا گستاخی ہے؟ اس کے بعد عروہ واپس چلا گیا۔ مگر وہ بے حد متاثر ہو کر گیا۔ اس نے کفار قریش سے جا کر کہا:-  
 میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھے ہیں۔ مگر مسلمانوں کے دل میں محمدؐ کی جو عزت و عظمت ہے۔ میں نے کہیں نہیں دیکھی کسی کی جرأت نہیں کہ آپ کی طرف اونچی نظر کرے دیکھے۔  
 جب وہ بات کرتے ہیں تو مسلمانوں پر ایک خاموشی کا عالم طاری ہوتا ہے۔ جب وہ وضو کرتے ہیں تو جو بانی گرتا ہے۔ اسے ہاتھوں پر لیتے ہیں اور اپنے منہ پر ملتے ہیں۔ اس لئے میری رائے میں انہیں حج کی اجازت ملنا چاہیے۔

مگر قریش نے اس کی رائے مسترد کر دی اور اجازت نہ دی۔ عروہ کی واپسی کے بعد آنحضرتؐ نے حضرت عمرؓ کو بلا کر کہا۔ کہ تم قریش سے جا کر کہو۔ کہ رسول اللہؐ تم سے لڑنے نہیں آئے بلکہ صرف حج کے ارادے سے آئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ یا رسول اللہؐ قریش میرے دشمن ہیں۔ اور وہاں میرا کوئی حامی و مددگار نہیں۔ البتہ آپ اگر حضرت عثمان کو بھیج دیں تو بہتر ہے۔ کیونکہ قریش انہیں عزیز رکھتے ہیں۔

سے تاریخ کامل ابن اثیر۔ روضۃ الاحباب۔ جیب البیبر

پس حضرت عثمان کو شرفائے قریش کے پاس روانہ کیا گیا۔ قریش نے حضرت عثمان کی بڑی خاطر داری کی۔ کیونکہ آپ ابو سفیان کے رشتہ کے بھتیجے تھے اور بنو امیہ ہی سے تھے۔ اور کہا اے عثمان! اگر تیرا ارادہ حج کرنے کا ہے۔ تو بیشک طواف کر جا۔ حضرت عثمان نے کہا۔ میں رسول اللہ کے بغیر کس طرح طواف کروں۔ قریش نے خفا ہو کر ان کو گرفتار کر لیا۔

اس موقع پر تمام صحابہ نے ایک بھول کے درخت پر بیعت رضوان کے نیچے جمع ہو کر اس بات کا اقرار کیا۔ کہ ہم اپنی جان دے دیں گے۔ کفار کو ماریں گے اور خود مر جائیں گے۔ مگر اس مقام سے ہرگز نہیں ٹلیں گے۔ اس بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔ جو ابیر نے کہا ہے۔ کہ یہ بیعت ہم نے اس لئے کی تھی کہ بھائیوں کے نہیں اور کبھی لڑائی سے منہ نہیں موڑیں گے۔ یہ بیعت کرنے والے اصحاب شجرہ کے نام سے مشہور ہیں۔ بعض مؤرخین نے ان کی تعداد چودہ سو اور بعض نے پندرہ سو چھپس لکھی ہے۔

الغرض جب صحابہ نے مارنے پر آمادہ ہو گئے۔ تو قریش نے سہیل بن عمرو کو صلح کی غرض سے سرکار رسالت کی خدمت میں بھیجا۔ اور حضرت عثمان کو رہا کر کے سہیل کے ساتھ بھیج دیا۔ رسول اللہ نے قریش کے ساتھ صلح کی عرضداشت کو شرف قبولیت نہ بخشتا

۱۲۔ تاریخ کامل ابن اثیر طبری۔ حبیب الیسر۔



بڑی وقت کے بعد ایک صلح نامہ مرتب ہوا جس کی شرائط حسب ذیل تھیں  
**شرائط صلح** | ۱۔ رسول اللہؐ اس سال مع اپنی جماعت کے بغیر حج مکہ  
 واپس جائیں۔

۲۔ دس سال تک آپس میں جنگ نہ ہو۔

۳۔ اگر کوئی مکہ والوں میں سے جا کر مسلمانوں میں شامل ہو جائے۔ تو  
 مسلمانوں کا یہ فرض ہوگا کہ وہ اسے واپس کر دیں۔

۴۔ اگر کوئی مسلمان بھاگ کر مشرکین کے پاس آجائے۔ تو وہ واپس نہیں  
 کیا جائے گا۔

۵۔ عرب کے تمام قبیلوں کو اختیار ہے کہ وہ محمد رسول اللہؐ کے  
 ساتھ معاہدہ کر لیں یا کفار مکہ کے ساتھ ہو جائیں۔

۶۔ سال آئندہ مسلمانوں کو مکہ کی زیارت کا حق ہوگا۔ لیکن وہ وہاں  
 تین دن سے زیادہ قیام نہیں کر سکیں گے۔

۷۔ مسلمان اپنے سفری اسلحہ کے ساتھ آسکتے ہیں یعنی تلواروں کو غلاف  
 میں رکھ کر۔

**حضرت عمر کا رسول اللہؐ سے مکالمہ** | حضرت عمر اس معاہدہ پر بہت  
 بگڑے۔ چنانچہ حضرت عمر خود

بیان کرتے ہیں۔ کہ میں اس وقت رسول اللہؐ کی خدمت میں آیا اور عرض  
 کیا۔ کہ کیا آپ اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ حضرت نے فرمایا۔ ہاں  
 میں سچا نبی ہوں۔ پھر میں نے کہا۔ کیا ہم مسلمان حق پر نہیں ہیں؟

اور ہمارے دشمن جھوٹ پر حضور نے فرمایا۔ ہاں اسی طرح ہے۔ پھر  
میں نے کہا۔ ہم اپنے دین کی اتنی کمزوری کیوں دکھلا رہے ہیں یعنی اتنے  
شکر کے ہوتے ہوئے کفار سے صلح کیوں کر رہے ہیں؟ رسول اللہ  
نے فرمایا۔ میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں اس کی نافرمانی نہیں کرتا۔

حضرت عمر کہتے ہیں۔ کہ اس دن میرے دل میں بہت بڑا خدشہ  
پیدا ہوا۔ میں نے بار بار نبیؐ سے دریافت کیا اور اس قدر تکرار کی کہ اس  
سے پہلے کبھی میں نے رسول اللہؐ سے اس طرح تکرار نہیں کی تھی۔ راوی کہتا  
ہے کہ پھر بھی حضرت عمر کی تسلی نہ ہوئی اور صبر نہ ہو سکا غیظ و غضب میں کھمبے  
ہوئے حضرت ابوبکر کے پاس پہنچے اور یہی کہا۔ کیا یہ نبیؐ، اللہ کے سچے  
نبی نہیں ہیں؟ حضرت ابوبکر نے فرمایا۔ کہ نہیں! سچے نبی ہیں۔  
حضرت عمر کے الفاظ ہیں۔

ما شکت منذ أسلمت الا يومئذ

اسلام لانے کے بعد سے مجھے کبھی ایسا شک نہیں ہوا۔ جیسا کہ اس

روز۔ (یوم صلح حدیبیہ)

رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا۔ کہ تم

صلح نامہ تحریر کرو۔ اَوَّلُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھو۔

صحیح بخاری جلد ۳ صفحہ ۱۰۱ باب شرائط الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب۔ فتح الباری شرح  
صحیح بخاری۔ مدارج النبوة جلد ۲ صفحہ ۲۸۔ تفسیر درنشور سیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۸۱۔ تفسیر ابن  
جریر جلد ۲ صفحہ ۵۸ زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۲۷۶۔ تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۲۲۔ معالم التنزیل لغوی  
جلد ۱ صفحہ ۴۰ و صفحہ ۴۱۔

اس پر سہیل نے کہا۔ ہم یہ نہیں جانتے۔ بسمک اللہم لکھو ایسے۔  
 آپ نے ارشاد فرمایا۔ خیر یونہی لکھ دو۔ جب یہ لکھ چکے تو فرمایا  
 یا علی! اب لکھو۔ یہ صلح نامہ ہے جو محمد رسول اللہ نے قریش سے  
 کیا۔ سہیل نے کہا۔ کیا خوب! اگر ہم آپ کو رسول جانتے تو آپ سے  
 لڑتے ہی کیوں؟ آپ اپنا نام اور اپنے باپ کا نام لکھو ایسے حضرت  
 نے یہ بھی منظور کر لیا۔

کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام محمد رسول اللہ لکھ چکے تھے۔  
 مگر کار رسالت نے فرمایا۔ کہ لفظ رسول اللہ محو کر دو۔ اور محمد بن عبد اللہ لکھ دو  
 حضرت علی نے بقرط ادب عرض کیا۔ یہ کام مجھ سے کس طرح ہو سکتا ہے  
 کہ وصفت رسالت کو محو کر دوں۔

حضرت علی کا لفظ رسول اللہ محو کرنے سے انکار بلحاظ ترک حکم نہ  
 تھا بلکہ ادب و غایت عشق اور محبت رسول پر مبنی تھا۔ اس پر رسول اللہ  
 نے خود محو کر دیا اور اس کی جگہ محمد بن عبد اللہ لکھ دیا۔ رسول اللہ نے یہ بھی  
 فرمایا۔ تم کو بھی ایک زمانہ میں یہی دن پیش آنے والا ہے۔  
 چنانچہ جنگ صفین کے بعد صلح نامہ لکھا گیا۔ کہ یہ عہد نامہ ہے امیر المؤمنین

۱۷۔ تاریخ ابوالفدا۔ جیب السیر تذکرۃ الکرام

۱۸۔ مدارج النبوة جلد ۲ صفحہ ۳۰۳

۱۹۔ شواہد النبوة۔ معارج النبوة۔ مدارج النبوة۔ تاریخ کامل۔ تاریخ  
 خمیس۔ جیب السیر اور روضۃ الاحباب۔

علی کا معاویہ بن ابی سفیان کے ساتھ۔ تو معاویہ کی طرف سے عمرو عاص نے کہا۔ کہ لفظ امیر المؤمنین محو کر دو اور اس کے بدلے علی ابن ابی طالب لکھو۔ حضرت علی علیہ السلام نے کہا۔ سچ فرمایا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ اور عمرو عاص کے کہنے پر اسے منظور فرمایا۔  
الغرض صلح نامہ حدیبیہ کے تحریر ہونے کے بعد ابوسفیان نے بہت بغلیں بجائیں اور قریش کے مجمع میں کہا۔ اب ہم نے محمد کو دبا لیا عنقریب ہم ان کی طاقت کو ختم کر دیں گے۔ لیکن اس کی یہ ہر او پوری نہ ہوئی۔

قریش مکہ سے یہ صلح نامہ طے ہونے کے بعد آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب کو قربانی کرنے اور سر منڈوانے کا حکم دیا۔ لیکن حضرت عمرؓ کے اظہارِ شک کی وجہ سے اور لوگوں میں کچھ بددلی پیدا ہو گئی۔ اس لئے لوگوں نے آنحضرتؐ کے حکم کی تعمیل کرنے میں کچھ دیر کی اور پہلو تھی سی۔ آنحضرتؐ ناراض ہو کر ام المؤمنین ام سلمہؓ کے جنبہ میں تشریف لے گئے اور ان سے مسلمانوں کی اس حرکت کے متعلق شکایت فرمائی۔ حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ آپ باہر تشریف لے جا کر خود قربانی فرمائیں اور سر اقدس منڈوالیں۔ پھر یہ سب حضورؐ کے اتباع و پیروی میں قربانی بھی کر لیں گے اور سر بھی منڈوالیں گے۔

## صلح حدیبیہ کے نتائج | رسول امین نے صلح نامہ حدیبیہ میں ایسی

شرائط پر جو بعض رسالت کی معرفت رکھنے والے مسلمان پر شاق گزری تھیں۔ اس لئے بھی صلح فرمائی تھی۔ تاکہ امن کے علمبردار رسول پر جارحانہ حملہ کا الزام عائد نہ ہو۔ جن لوگوں نے اس صلح نامہ پر بددلی کا اظہار کیا تھا۔ انہیں کیا معلوم تھا۔ کہ اس صلح نامہ کی شرائط میں سیاست دیباچہ کے کیا کیا مصالح مضمون ہیں اس کے نتائج قابل غور ہیں۔

۱۔ ۶ تک سرکار رسالت عرب قبائل اور ان کے حلیف، یہودیوں سے برسر پیکار تھے۔ اس لئے عام غیر مسلموں کو امن کی فضا میں رسول اللہ کی بات سننے اور ان کی مصلحانہ شخصیت کو قریب سے دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا تھا۔ اس لئے اسلام کی اشاعت وسیع پیمانہ پر نہیں ہوئی تھی۔ اگرچہ اسلام روز بروز ترقی کر رہا تھا۔ مثلاً بدر میں مسلمان مجاہدین کی تعداد صرف ۱۲۰ تھی تو اُحد میں سات سو ہو گئی۔ جنگ خندق میں ترقی کر کے یہی تعداد تین ہزار تک جا پہنچی۔ صلح حدیبیہ کے بعد اسلام نہایت وسعت سے پھیل گیا۔ اور یہ امن کی اس سازگار فضا کا نتیجہ تھا۔ جو ایسی شرائط سے جسے عوام کمزور شرائط کہتے تھے پیدا ہوئی تھی۔

۲۔ اکثر قبائل کفار مکہ کے رعب و دبدبہ کی وجہ سے مسلمانوں سے دور رہتے تھے۔ اب اس معاہدہ کی رو سے انہیں چھٹی مل گئی۔

اور وہ آزاد تھے کہ کفار مکہ سے معاہدہ کریں یا مسلمانوں سے۔  
رسول اللہؐ اس معاہدہ کے بعد بھی نفسِ نفیس ان کے پاس گئے بہت  
سوں نے اسلام قبول کر لیا اور بہت سوں نے آپ سے دوستانہ  
معاہدے کر لئے ۴

۳۔ جو مسلمان مشرکین کے پاس چلے جاتے تھے اور انہیں چوتھی شرط  
کے مطابق واپس نہیں کیا جاتا تھا، وہ وہاں اپنی زبان سے اور اپنے  
عادات و اخلاق سے مستقل طور پر نشر و اشاعت اسلام کا ذریعہ تھے۔  
۴۔ جو مکہ والے چند روز مسلمانوں میں رہ کر واپس جاتے تھے، وہ مسلمانوں  
کے حسن سلوک اور اوصاف و اطوار کو بیان کر کے تبلیغ کے فریضہ  
کو انجام دیتے تھے ۵

۵۔ جو وقت قریش کے ساتھ لڑائیوں کی تیاریوں میں صرف ہوتا تھا،  
وہ محض تبلیغ اسلام میں صرف جوتے لگا۔  
یہ اس صلح نامہ کا نتیجہ تھا کہ ڈیڑھ سال کے بعد جب مکرر رسالتِ عام  
مکہ ہوئے، تو دس ہزار مسلمان آپ کے ساتھ تھے۔  
ان نتائج کی وجہ سے بعض مؤرخین نے صلح نامہ حیدریہ کو رسول اللہؐ  
کی ویرینی، معاملہ نہیں، سیاسی تدبیر اور فراست کا شاہکار کہا ہے۔ اور قرآن  
حکیم نے اسے فتحِ مبین کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔

خالد بن ولید اور عمر و عاص کا اظہارِ اسلام | صلح حیدریہ کے  
بعد خالد بن ولید

اور عمرو بن العاص جیسے معاندین اسلام نے بھی اظہارِ اسلام کر دیا۔  
 دوسرے سال رسول اللہؐ معاہدہ کے مطابق حج کے لئے  
 عمرہ لصلح | تشریف لے گئے بشرکین حقیقتاً اپنے بزدلہ عناد سے مجبور  
 تھے۔ وہ واقعی سرکارِ رسالت اور ان کے متبعین مسلمانوں کو بیت اللہ کے  
 پاس اپنے طریق سے باطمینان عبادت کرتا ہوا نہیں دیکھ سکتے تھے  
 اس لئے تین دنوں کے لئے انہوں نے شہر خالی کر دیا۔ آپ اپنے ساتھیوں  
 کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔ ولیم میور لکھتا ہے۔

وہ منظر عجیب و غریب تھا۔ جو اس وقت وادی مکہ میں نظر آ رہا  
 تھا۔ ایسا منظر جو دنیا کی تاریخ میں آپ اپنی نظیر ہے۔ قدیم شہر تین  
 روز کے لئے اپنے تمام باشندوں سے خالی ہو گیا ہے۔ جن میں  
 بلتا واپست سب ہی شامل ہیں۔ ایک ایک مکان ویران ہے  
 اور حجب وہ جا رہے ہیں۔ تو وہ نئے لوگ جو مدتوں سے جلاوطنی  
 میں دن گزار رہے تھے۔ خوشی خوشی اپنے بچپن کے خالی مکانوں  
 کی طرف دوستوں کے ساتھ لمبے لمبے قدم بڑھاتے ہوئے چلے  
 آ رہے ہیں۔ اور تھوڑے سے معین وقت کے اندر ہی عمرہ بھی  
 بجالارہے ہیں۔ شہر کے بیرونی باشندے بلندیوں پر چڑھ کر  
 نوادہوں کی آمد و رفت کو دیکھ رہے ہیں۔ جو رسول اللہؐ کی  
 قیادت میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں اور صفا و مرہ کے دریاں  
 سعی کر رہے ہیں۔

## سوالات

- ۱۔ صلح حدیبیہ کے ابتدائی حالات کو بیان کیجئے۔ سرکارِ رسالتؐ مکہ معظمہ کس غرض کے لئے تشریف لے گئے اور وہاں کیا صورت حالات پیدا ہوئی اور اس سے رسول اللہؐ کس طرح عہدہ برآ ہوئے۔
- ۲۔ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر کفارِ قریش کے کیا ارادے تھے۔ ان کا کس قدر انکشاف ہوا۔ رسول اللہؐ کے قتل کا ارادہ کرنے والوں سے رسول اللہؐ نے ان کے گرفتار ہونے کے بعد کیا سلوک کیا؟
- ۳۔ صلح حدیبیہ پر رسل و رسائل کی مفصل کیفیت بیان کیجئے؛ اور اس رسل و رسائل کے اثرات بھی بتلائیے۔
- ۴۔ کیا کفار سے بات چیت پر حضرت عمرؓ بھی مامور ہوئے تھے؟ انہوں نے اس تقرر پر کیا جواب دیا؟
- ۵۔ اس موقعہ پر حضرت عثمان کی سفارت کے حالات و اثرات بیان کیجئے۔
- ۶۔ بیعتِ رضوان سے کیا مراد ہے؟ یہ بیعت کیوں



کی گئی تھی؛ کتنے افراد نے اس موقع پر بیعت کی؟

۷۔ اصحاب شجرہ سے کیا مراد ہے؟

۸۔ کفار کے نمائندہ سہیل بن عمرو کے متعلق جو کچھ

تمہیں معلوم ہو لکھو اور بتلاؤ کہ صلح کی قرارداد کس

طرح پایہ تکمیل کو پہنچی؟

۹۔ صلح حدیبیہ کے شرائط کیا تھے؟

۱۰۔ اس صلح کے متعلق حضرت عمر نے سرکارِ رسالت

سے کیا گفتگو کی؟

۱۱۔ سرکارِ رسالت کے ارشاد پر جب حضرت عمر کی تسلی

نہ ہوئی تو انہوں نے اس بارے میں حضرت ابو بکر سے

کیا گفتگو کی؟

۱۲۔ صلح حدیبیہ کے سلسلے میں حضرت عمر کا کیا قول مشہور ہے؟

۱۳۔ صلح حدیبیہ کے متعلق حضرت علیؑ ابن ابی طالب کے خلوص

عقیدہ پر روشنی ڈالیے اور بتلایئے۔ کہ رسول اللہؐ نے

حضرت علیؑ کو اسی طرح واقعات پیش آنے کے متعلق

کیا ارشاد فرمایا؟ اور رسول اللہؐ کی یہ پیشینگوئی کس

طرح پوری ہوئی؟

۱۴۔ ابوسفیان کے اس صلح کے متعلق کیا تاثرات تھے؟

۱۵۔ ثابت کیجئے صحابہ میں صلح حدیبیہ پر بد دلی پیرا

ہوئی۔ اس بد دلی کی وجہ کیا تھی؟

۱۶۔ صلح حدیبیہ کے نتائج بیان کیجئے۔

۱۷۔ خالد بن ولید اور عمرو عاص کے اظہارِ اسلام کو بیان کیجئے۔

۱۸۔ صلح حدیبیہ کے بعد مسلمانوں کے حج کے جس منظر کی ولیم میور نے تصویر کشی کی ہے۔ اسے بیان کیجئے۔

# کیا رسولِ پاب حکمرانوں کو دعوتِ اسلام

کتاب مطابقت ۶۲۸

سرکارِ رسالت محمد مصطفیٰ ارواحنا و ارواح العالمین لہ الفداء  
محض خطبہ عرب کے لئے نہیں بلکہ تمام عالم کی اصلاح کے لئے مبعوث  
ہوئے تھے۔ اس مصلح اعظم کی غرض بعثت تمام عالم کی اصلاح تھی۔ اس  
وقت ساری دنیا کی حالت ایک مصلح کی ضرورت کا اعلان کر رہی تھی۔ آپ  
ساری دنیا میں توحید، اخوتِ انسانیہ اور مساوات کا پیغام پہنچانا چاہتے تھے  
اور ان برائیوں کو جو اس زمانہ میں تباہی و بربادی کا سبب تھیں دور کر کے  
انسانیت کو درجہ کمال تک پہنچانے کے متمنی تھے۔ قرآن حکیم صاف  
الفاظ میں اعلان کر رہا تھا کہ حضور کسی خاص سرزمین کے لئے نہیں بلکہ تمام  
دنیا کے لئے نبی اور رسول ہیں۔ کسی خاص زمانہ کے لئے نہیں بلکہ قیامت  
تک کے لئے ہدایت عالم کے کفیل ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول  
مبعوث ہونے والا نہیں۔ بلکہ آپ خاتم الانبیاء و الرسل ہیں۔ اس حقیقت

پر قرآن حکیم کے اعلانات ان کھلے الفاظ میں روشنی ڈال رہے تھے۔

۱۔ تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیراً۔

وہ ذات پاک یا برکت ہے جس نے اپنے بندہ پر حق و باطل میں فرق کرنے والی کتاب نازل کی تاکہ وہ تمام عالمین کے لئے نذیر ہو۔

۲۔ وَمَا ارسلناک الا رحمةً للعالمین  
 (اے حبیب) ہم نے تجھے نہیں بھیجا۔ مگر اس لئے کہ تو عالمین کے لئے رحمت ہو۔

۳۔ وَمَا ارسلناک الا کافۃً للناس لیشیرا و نذیراً  
 (اے حبیب) ہم نے تجھے تمام انسانوں کے لئے خوشخبری رنانے والا اور عذابِ خدا سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔  
 ۴۔ قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکہ جمیعاً  
 (اے حبیب) کہہ دو کہ اے انسانو! میں تم سب کے لئے رسول ہوں۔

اسی لئے حضور نے اسلام کو دنیا کے واحد مذہب کی حیثیت سے پیش کیا تھا اور جبکہ رسول اللہ کے بابِ جدی قریش پورے طویل پر سلمان نہیں ہوئے تھے۔ آپ کی دعوت پر کئی غیر عرب افراد نے

لیکھا کہ چنانچہ حضرت سلمان جو ایران کے رہنے والے تھے حضرت صہیب  
 رضی حضرت بلال حبشی اور حضرت عدس نینوائی مسلمان ہو چکے تھے۔  
 صلح حدیبیہ سے پہلے کفار عرب کی فتنہ انگیزوں نے فضا کو ملکہ  
 بنا رکھا تھا۔ اس لئے ایسا موقعہ نہیں آیا کہ صلح اعظم طہینان سے دنیا  
 کے حکمرانوں تک اپنا پیغام بھیج سکے۔ صلح حدیبیہ کے بعد سترہ تک عرب  
 کا اکثر حصہ حلقہ اسلام میں آچکا تھا۔ اس لئے رسول اللہ نے فیصلہ کیا  
 کہ ان تمام حکمرانوں کو جن کے مقبوضات عرب سے ملحق تھے۔ دعوت  
 اسلام دیں۔ یہ دعوت ان حکمرانوں کو انفرادی طور پر نہیں بلکہ ان  
 کی وساطت سے ان کی رعایا کے لئے بھی تھی۔ جن کے وہ نمائندہ  
 اور حکمران تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آنحضرت نے جن حکمرانوں کے  
 پاس اپنے قاصد بھیجے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ کسرے ایرٹ - ایران اس زمانہ میں ہندو دین میں ایک منظم  
 حکومت تھی۔ شاہ ایران اس زمانہ میں کسرے یا خسرو کے  
 لقب سے مشہور تھا۔ ایران پر ساسانی خاندان کی حکومت تھی۔  
 اور بعض عرب کہتے تھے ریاستیں اس سلطنت کی باجگزار تھیں حضرت  
 نے عبداللہ بن جدامہ کو خط دے کر اس زمانہ کے تاجدار خسرو پرویز  
 کے دربار میں بھیجا۔ رسول اللہ کا قاصد مدائن پہنچا اور حضور کا دعوت  
 نامہ دیا۔ خسرو پرویز نے غصہ میں آکر حضور کے خط کو پھاڑ ڈالا  
 اور یمن کے حکمران یاؤن کو جو ایران کا باجگزار تھا۔ خط لکھا کہ

حجاز کے اس مدعی رسالت کو گرفتار کر کے ہمارے دربار میں بھیج دو۔  
آنحضرتؐ نے جب یہ خبر سنی تو فرمایا۔ اس نے میرے دعوت نامہ  
کو نہیں پھاڑا۔ بلکہ اپنے فرمان سلطنت کو چاک کر دیا ہے عتقرب  
اس کی سلطنت پارہ پارہ ہو جائے گی اور وہاں اسلام کا بول بالا ہوگا  
بین کے باجگزار حاکم باذن نے اپنے دو سرداروں کے ماتحت فوج  
کا ایک دستہ مدینہ بھیجا۔ ان لوگوں نے رسول اللہؐ کو ڈرانے و ہمکانے  
کی کوشش کی اور کہا۔ کہ اگر اللہ کا رسول کسرے کے دربار میں نہیں  
جائے گا۔ تو خسرو پرویز مدینہ پر حملہ کر کے اسے تباہ و برباد کر  
دے گا۔ حضور نے اس کے جواب میں فرمایا۔ تم مجھ کو  
اس کے پاس کیا لے جاؤ گے۔ وہ تو شب گذشتہ قتل ہو چکا  
ہے۔ وہ لوگ واپس ہوئے۔ جب یمن پہنچے۔ تو انہیں معلوم  
ہوا۔ کہ خسرو پرویز کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کر دیا ہے اس  
پر یمن کا حکمران بہت متاثر ہوا اور اس نے اسلام کا مطالعہ  
شروع کیا۔ سرکار رسالتؐ کی تعلیمات اور حضورؐ کے اخلاق و کردار  
کا اس پر اس قدر اثر ہوا۔ کہ وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

۲۔ قیصر روم۔ مشرقی سلطنت روم کا عیسائی تاجدار ہرقل تھا  
حضرت وحیہ کلہی سرکار رسالتؐ کا خط لے کر اس کے پاس جموں  
پہنچے۔ اگرچہ وہ اسلام لانے کی سعادت سے محروم رہا۔ مگر اس نے  
حضورؐ کے ایلچی سے نہایت اچھا برتاؤ کیا۔ مشرقی رومی سلطنت

اس زمانہ کی بہت بڑی طاقت و سلطنت تھی۔

۴۔ حبش کا بادشاہ جس کا لقب نجاشی اور نام اصم بن الجبر تھا ایک سمجھ دار عیسائی بادشاہ تھا۔ اس نے مسلمانوں سے جو پختہ کر کے اس کے ملک میں گئے تھے اچھا برتاؤ کیا تھا۔ حبش کی حکومت مشرقی رومی سلطنت کی باجگزار تھی۔ رسول اللہ نے عمرو بن العاص کی کو حبش کے دربار میں بھیجا۔ نجاشی حضرت جعفر ابن ابی طالب کی تقریر سے متاثر ہو کر پہلے ہی مسلمان ہو چکا تھا۔ اب رسول اللہ کے قاصد کی دلجوئی کی اور اسلام کا اعلان کیا۔ اس کے انتقال پر رسول اللہ نے مدینہ میں اس کے لئے دعائے خیر کی۔

۴۔ بحرین۔ بحرین پر منذر بن سناوی حکمران تھا۔ اور اس کی ریاست ایران کے زیر اثر تھی۔ علاء بن الحضرمی اس کے پاس دعوت نامہ لے کے پہنچے۔ اس نے اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ اور اس کی رعایا کا اکثر حصہ مسلمان ہو گیا۔ جو لوگ مسلمان نہ ہوئے ان پر ٹیکس عائد کیا گیا۔ جو ہزیہ کہلاتا ہے۔ یہ ٹیکس اس لئے تھا۔ کہ ان سے قوی خدمت نہیں لی جاتی تھی اور ان کی جان، ان کے مال اور ان کی عزت و آبرو کی حفاظت کی جاتی تھی۔ یہ ٹیکس ان کی حفاظت اور ان کی فوجی خدمات سے سبکدوشی کا معاوضہ تھا۔

۵۔ عمان۔ عمان میں جلدوسی کے بیٹے جعفر اور عبد ودوں نے عمانی حکمران تھے۔ رسول کا دعوت نامہ عمرو عاص لے کر پہنچا۔ اس خط سے

متاثر ہو کر دونوں بھائیوں نے اپنے اسلام لانے کا اعلان کیا۔ اور ان کے اثر سے ان کی اکثر رعایا مسلمان ہو گئی۔

۵۔ مصر۔ مصر کا عیسائی تاجدار مقوقس کہلاتا تھا۔ اس زمانہ میں مقوقس حریح بن متی تھا۔ حاطب بن ابی بلتعہ اس کے دربار میں سفیر ہو گئے۔ اگرچہ اس نے اسلام قبول نہیں کیا۔ مگر مصلح بنی آدم حضرت محمد مصطفیٰ کی تعلیمات کو سن کر آپ کو دعائے خیر سے یاد کیا اور آنحضرت کی خدمت میں کچھ تحائف بھیجے جن میں چند کنزریں بھی تھیں ان میں سے ایک کنزریہ قبلیہ تھیں۔ جن سے رسول اللہ نے عقد فرمایا۔ حضرت ابراہیم رسول اللہ کے فرزند امام المؤمنین حضرت ماریہ قبلیہ کے لہن سے تھے۔ ان تحائف میں دلدل نامی ایک خجر بھی تھا۔ جو سرکار رسالت نے حضرت علی مرتضیٰ کو عطا فرمایا۔ مصر کی حکومت اس وقت مشرقی رومی سلطنت کے ماتحت تھی۔

۶۔ پیامہ۔ پیامہ کا عیسائی حکمران ہوزہ بن علی تھا۔ اس کے پاس سلیط بن عمرو سرکار رسالت کا دعوت نامہ لے کر گئے۔ اس نے اس شرط پر مسلمان ہونا قبول کیا۔ کہ عالم اسلام پر اس کی نصف حکومت کو تسلیم کر لیا جائے۔ چونکہ اس شرط میں حکومت کا لالچ شامل تھا۔ اور رسول اللہ اسلام کی حقانیت کو بغیر لالچ اور طمع کے تسلیم کرانا چاہتے تھے اس لئے اس شرط کو مسترد کر دیا گیا۔

۸۔ حارود شام۔ منذر بن حارث قبصر روم کی طرف سے حدود



شام پر حکمران تھا۔ شجاع بن وہب اسدی حضور کا دعوت نامہ لے کر پہنچے پہلے تو اس نے غصہ میں آکر مدینہ پر حملہ کی دھمکی دی مگر بعد میں حضور کے قاصد کو عزت و احترام سے رخصت کیا۔ مگر مسلمان نہ ہوا۔

۹۔ حاکم بصری۔ سرحدِ شام پر مدینہ کے شمال میں بصری ایک اہم مقام تھا۔ وہاں کا سردار شراہیل عسائی تھا۔ سرکارِ رسالت نے حارث بن عمر کو اس کے پاس قاصد بنا کر بھیجا۔ اس نے بین القوامی قانون کی خلاف ورزی کی اور موتہ کے مقام پر انہیں شہید کر دیا رسول اللہ کا وہ دعوت نامہ جو حضور نے مقوقس مصر کو لکھا تھا۔ اب تک مصر کے شاہی کتب خانے میں محفوظ ہے اور جو دعوت نامہ ہرقل کو لکھا تھا۔ وہ قسطنطنیہ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

۱۰۔ اور کچھ کے شروع میں جبکہ عسائی اور شامہ بن ثمال حاکم نجد مسلمان ہو گئے۔

ان دعوت ناموں کی ترسیل سے اسلام کی بیرونی ممالک میں نشر و اشاعت شروع ہو گئی۔

## سوالات

- ۱۔ ثابت کیجئے کہ سرکارِ رسالت تمام عالمین کے لئے مبعوث ہوئے۔
- ۲۔ سرکارِ رسالت نے ایران کے بادشاہ کو جو دعوت اسلام دی تھی۔ اس کے واقعات پر روشنی ڈالیے۔
- ۳۔ ہرقل اور نجاشی کے دعوت ناموں کی کیفیت بیان کیجئے۔
- ۴۔ بحرین، عمان، مصر کے دعوت ناموں کے حالات بیان کیجئے۔
- ۵۔ پیامہ اور حدودِ شام کے دعوت ناموں کے اثرات بیان کیجئے۔
- ۶۔ حارث بن عمرو کی شہادت کے حالات بتائیے اور نجد میں اسلام کے اثرات بیان کیجئے۔
- ۷۔ ان دعوت ناموں کا مجموعی طور پر کیا اثر ہوا تھا؟

# پارہواں باب

## مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات

فتح خیبر ۶۲۸ھ

### عسکری فتوح خیبر و معمار سلطنت اسلامیہ

حجاز میں یہودیوں کی پوزیشن | یہودی شام اور فلسطین پر حکمران تھے۔ مگر دوسری صدی عیسوی میں رومیوں نے اس صیہونی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ یہودی مجبور ہو کر شام کی سرحد سے نکل کر حجاز میں آ گئے اور وسط حجاز تک آباد ہو گئے۔ مدینہ سے لے کر شام کی سرحد تک وہ آباد تھے۔ اور انہوں نے اپنے قلعے تیار کر لئے تھے۔ یہ قلعے ان کی فوجی چھاؤنیاں بھی تھیں اور ان کی تجارت کی منڈیاں بھی تھیں۔ مدینہ میں ان کے تین قبیلے آباد تھے۔ بنی قینقاع، بنی لخصیر اور بنی قریظہ۔ یہ قبیلے نہایت مقتدر تھے۔ مدینہ کے رہنے والے بنی اوس اور بنی خزرج ذرا پیشہ تھے۔ ان کے مقابلہ میں یہودی بچید مہتمول اور مستعد تھے۔ تجارت پیشہ کاروباری بھی تھے اور سود خواہ بھی تھے۔ یہ لوگ مدینہ کے معاشی وسائل

پر قابض تھے۔ بنی اوس و خزرج ان کے مفروض تھے۔ معاشی خوشحالی کی وجہ سے یہودیوں کی تعلیمی حالت بھی دوسرے لوگوں سے بہتر تھی۔

جیبر فذک، تیما اور وادی القریٰ میں یہودیوں کی بڑی بڑی فوجی چھاپوں اور دفاعی قلعے تھے۔ اس لئے انہیں جازیں عسکری مقدار *marshah* *domination* حاصل تھا اور تجارت کے لحاظ سے انہیں معاشی اقتدار *Ecnomical Domination* بھی حاصل ہو چکا تھا جیبر فذک اور تیما کی زمینیں تہایت حاصل چیز تھیں۔ یہودیوں کے نمول نے وہاں آسانی کے ذرائع ہیا کر لیئے تھے۔ اس لئے وہ اور زیادہ زرخیز ہو گئی تھیں۔

قدیم زمانے میں یہودیوں کی کثرت مال نے جس طرح سپین اور یورپ کے دوسرے ملکوں میں یہود کو وہاں کے ملکی نظم و نسق کا ایک خوفناک جز بنا دیا تھا۔ اسی طرح عرب میں بھی وہ خوفناک صورت اختیار کر چکے تھے اور اپنی طاقت کے بل بوتے پر سارے عرب پر صیہونی حکومت کے منصوبے بنا رہے تھے۔

سرکار رسالت محمد مصطفیٰ کو ہجرت کے بعد قیام مدینہ میں یہودیوں سے واسطہ پڑا۔ ابتداء میں یہود نے یہ خیال کر کے سرکار رسالت حضرت موسیٰ کے احترام کی تلقین فرماتے ہیں اور بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں حضور سے تعاون کیا ان کا خیال تھا۔ کہ اس تعاون سے ان کے اثر و رسوخ میں اضافہ ہو جائے گا۔ آنحضرت نے یہود سے معاہدہ کیا جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ جس میں انہوں نے آنحضرت کو اپنا حکم قرار دے کر ہر معاملہ میں ان کے فیصلہ کو ماننے کا عہد کیا اور دفاع شہر کے وقت مسلمانوں کی اعانت

کا اقرار کیا اور یہ بھی وعدہ کیا کہ مسلمانوں کے دشمن کو اپنا دشمن سمجھیں گے، اگر یہودی اس معاہدے پر قائم رہتے تو ان کے لئے بہتر اور نہایت مفید تھا مگر انہوں نے شرارتیں شروع کر دیں۔ ان کے اس تغیر کے اسباب یہ تھے۔

۱۔ قبول اسلام کے بعد اہلبیان مدینہ کی اصلاح کا کام سرکار رسالت نے شروع فرمایا۔ ان کی عادتیں سدھرنے لگیں۔ ان کی فضول خرچی میں کمی ہوئی وہ قرضوں سے بکدوش ہونے لگے۔ ان کی معاشی حالت میں بہت بہتر انقلاب رونما ہوا۔ ان حالات سے یہودیوں کے سود کی آمدنی میں کمی ہوئی ان کی اقتصادی گرفت ڈھیلی ہو گئی۔ اس لئے وہ اسلام کی مخالفت کرنے لگے۔

۲۔ سرکار رسالت نے شریعت موسوی کی صحیح تصویر پیش کر کے ایسے عقائد فاسدہ کو جو بعد میں دین موسوی میں شامل ہو گئے تھے، خارج کرنا چاہا اس لئے یہودی حضور کے سخت مخالف ہو گئے۔

۳۔ سرکار رسالت نے یہودیوں کی زیلوں کا ریلوں کی اصلاح شروع کی۔ ان کو فسق و فجور سے روکا اور صالحانہ زندگی اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔ اس لئے وہ مخالف ہو گئے۔

۴۔ یہودیوں کو اسلام کے اصول سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف نظر آئے یہ امر بھی ان کی مخالفت کا سبب ہوا۔

ان وجوہ سے یہودی اسلام کے دشمن بن گئے۔ اور منافقوں کے

ساتھ مل کر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی سکیں بنانے لگے۔ یہ حالت آنحضرتؐ کے لئے تشویش کا باعث ہوئی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کی تسلی کے لئے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔

وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهٖم مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ  
وَ اَكْثَرُهُمْ الْفٰسِقُوْنَ لَنْ يَضُرَّوْكُمْ اِذَا دُيِّنَ لَهُمْ نُبُوَّتُكُمْ  
وَلَا يُوَلِّوْكُمْ اِلٰدِيًّا اِنَّكُمْ لَا تُبٰرَكُوْنَ ۝

سورہ آل عمران آیت ۱۱۰-۱۱۱ - پ ۴ ع ۴

اگر اہل کتاب دیہودی بھی ایمان لاتے تو ان سے لئے بہت اچھا ہوتا۔ ان میں کچھ تو یوسن ہیں اور بہت سے نافرمان ہیں۔ سوائے ایذا پہنچانے کے وہ تمہیں ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ اور اگر تم سے لڑیں گے تو پیچھے دکھلائیں گے۔ یعنی بھائیں گے اور پھر ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

قرآن مجید کے اس بیان سے چند امور پر روشنی پڑتی ہے۔

۱۔ اگر یہودی ایمان لے آتے تو ان سے لئے اچھا تھا۔

۲۔ تا نزول آیت مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان کوئی لڑائی نہیں

ہوئی تھی جیسا کہ اگر تم سے لڑیں گے کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

۳۔ قرآن مجید نے پیشینگوئی فرمائی کہ یہودی مسلمانوں کے مقابلے

میں شکست کھائیں گے۔ پیچھے دکھلا کر بھائیں گے۔ اور مسلمانوں کو ان

کے مقابلے میں فتح ہوگی۔

## یہی قیفاغ کا اخراج

باب جو دیکھ کر سرکار رسالت نے یہودیوں کو مدینہ میں

پوری آزادی بھی دی اور مسلمانوں کے برابر

حقوق بھی دیئے تھے مگر وہ مدینہ میں برابر ایسی شرارتیں کر رہے تھے جو شرافت

کے منافی تھیں۔ چنانچہ ایک روز ایک مسلمان عورت بازار میں سے گزر رہی تھی

ایک یہودی نے اس سے تازیبا مزاح کیا۔ ایک انصاری یہودی کی اس قبیح حرکت

کو برداشت نہ کر سکا۔ اس نے غیرت انسانی اور حجت اسلامی کے جوش میں

اس یہودی کو اسی وقت قتل کر دیا۔ بازار یہودیوں کا تھا۔ انہوں نے حملہ

کر کے اس مسلمان کو شہید کر دیا۔ سرکار رسالت کو جب اطلاع ہوئی تو حضورؐ

موقعہ پر پہنچے۔ اور آپ نے صدر مملکت کی حیثیت سے مدینہ کے قانون کے

مطابق تصدیق کی کوشش فرمائی۔ مگر یہود نے پرواہ نہ کی۔ بلکہ اکر کر کہا۔

ہم قریش نہیں۔ اگر جھگڑا ہو تو بتلا دیں گے۔ کہ لڑائی کسے کہتے ہیں؟ اس کے

بعد نقص عہد کر کے ایک طرح سے اعلان جنگ کر دیا۔ چنانچہ مسلمان بھی متحارب

کے لئے آباد ہو گئے۔ یہودی اپنی کمزوری کو محسوس کر کے آٹام تین قلعہ بند

ہو گئے۔ مدینہ میں یہودیوں کے چھوٹے چھوٹے قلعے تھے۔ ان کے مجموعہ کو وہ

آٹام کہتے تھے۔ مسلمانوں نے ان قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ اس پر وہ

یہودی قبیلے ناموش رہے۔ پندرہ دن محصور رہ کر اس بات پر رضی ہو گئے

کہ سرکار رسالت صدر مملکت مدینہ کی حیثیت سے جو فیصلہ ان کے متعلق

فرمائیں گے۔ انہیں منظور ہوگا۔ چنانچہ حضورؐ نے دستور کے مطابق فیصلہ کیا۔ کہ

یہی قیفاغ مدینہ چھوڑ کر چلے جائیں اور کوئی شخص ان سے تعرض نہ کرے، اس فیصلہ کے

مطابقتی وہ مدینہ کی سکونت ترک کر کے سرحدِ شام کی طرف چلے گئے۔ اور ادراعات کے مقام پر جا پے۔ بنی نینقار کے اخراج کا یہ واقعہ ۳۳ھ میں غزوہ بدر کے بعد پیش آیا۔

کعب بن اشرف کی قدم پر آیا اور اس کا قتل

کعب بن اشرف یہودیوں کے بڑے شاعر اور نبی کے مخالف تھا۔ یہ مذہب کے لحاظ سے شہادت کا پتلا، اسلام کا شدید ترین مخالف تھا۔ یہ مذہب کے لحاظ سے یہودی اور نصیب کے لحاظ سے عرب تھا۔ اس کا باپ اشرف قبیلہ طے سے تھا۔ مدینہ کے یہودیوں کے مذہبی پیشوا اور تاجر حجاز ابو رافع نے اشرف کو اپنی بیٹی دے دی۔ اس کے بطن سے کعب بن اشرف پیدا ہوا۔

کعب شاعر بھی تھا۔ اور اپنے اشعار میں اسلام کی مذمت کیا کرتا تھا اس نے مدینہ کے علمائے یہود سے مخالفتِ اسلام کا عہد بھی لے رکھا تھا بدر کی لڑائی کے بعد یہ بدر کے کفار کشتوں کی تعزیت کے لئے آہنچا۔ ان مقتولین کفار کی موت پر اس نے مرثیہ لکھا۔ اور اپنے اشعار میں انتقام کے لئے لوگوں کو ابھارا اور ابوسفیان کو خانہ کعبہ میں لے جا کر انتقامِ غزوہ بدر کا عہد لیا۔ اور رسول اللہ کے قتل کے لئے سازشیں کرنے لگا۔ حضور نے اہل مدینہ کے خلاف اس کی جدوجہد کو مدینہ کی پنجائیت کے سامنے بھی پیش کیا۔ فیصلہ یہ ہوا۔ کہ اسے قتل کی سزا دی جائے۔ چنانچہ محمد بن مسلمہ انصاری نے اس کو قتل کر دیا۔ یہی سزا کا مستحق تھا۔ کیونکہ مدینہ کی سلامتی کے خلاف اس کی جدوجہد سے بڑھ چکی تھی۔ اس کا قتل ۳۳ھ میں ہوا۔



## قضیبہ بنی نضیر

معاہدہ کے باوجود بنی نضیر قریش سے برابر سازشیں کرتے رہے تھے۔ قریش نے جنگ بدر سے پہلے بنی نضیر کو لکھا تھا کہ وہ رسول اللہ کو قتل کر دیں۔ مگر بنی نضیر اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔ بنی نضیر کا مدینہ سے اخراج بھی ان کے جزیہ عداوت کی آگ بھڑکانے کا سبب ہوا۔ معاہدہ کی رو سے انہیں غزوہ احد میں مسلمانوں کی مدد کرنا تھا۔ مگر یہ اندرونی طور پر مخالفین کی مدد کرتے رہے۔ رسول اللہ نے غزوہ احد کے بعد بنی نضیر اور بنی قریظہ کو نئے سرے سے معاہدہ کرنے کے لئے کہا۔ بنی قریظہ نے تو معاہدہ کی تجدید کر لی مگر بنی نضیر نے صاف انکار کر دیا۔ ربیع الاول ۴ھ مطابق اگست ۶۲۵ء کو رسول اللہ محلہ بنی نضیر میں تشریف لے گئے اور ایک دیوار کے نیچے رسول اللہ چند یہودیوں سے باتیں کر رہے تھے۔ کہ عمر بن خطاب نے یہودی نے آپ کے سر پر ایک بیماری پھیر گرانے کا قصد کیا۔ حضور کو بروقت اطلاع ہو گئی۔ آپ اس مقام سے ہٹ گئے اور اس طرح بال بال بچ گئے۔ سرکار رسالت ایک ہفتہ تک ان کی ایسی حرکات سے درگزر فرماتے رہے اور یہ حضور کے حکم کا ناکام فائدہ اٹھاتے رہے۔ آخر پانی سر سے گزر گیا۔ اور ان آستین کے سانپوں کے تدارک ضروری سمجھا گیا۔ چنانچہ جب ان کے محلہ کا محاصرہ کیا گیا۔ تو یہ قلعہ بڑھ ہو گئے۔ آخر ان کے متعلق بھی یہی فیصلہ ہوا۔ کہ یہ مدینہ کو چھوڑ کر یہاں چلیں۔ چلے جائیں۔ ان کے ساتھ بھی یہ رعایت کی گئی۔ کہ یہ اپنا منقولہ مال ہمراہ لے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ بنی نضیر اونٹوں پر سوار ہو کر گاتے بجاتے مدینہ سے نکل گئے اور خیبر کے گرد و فواح میں آباد ہو گئے۔

**بنی قریظہ کا انجام** | یہودیوں میں سے بنی قریظہ ایک ایسا قبیلہ تھا کہ جس سے مسلمانوں کے غزوہ اتراب تک تعلقات

اچھے تھے مگر غزوہ خندق میں بنی نضیر نے بنی قریظہ کو بھی مخالفتِ اسلام پر آمادہ کر لیا۔ جب اس جنگ میں مدینہ کا محاصرہ طول پکڑا گیا۔ تو بنی قریظہ بھی سخت مخالفت پر اتر آئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے آطام پر جہاں مسلمان عورتیں محفوظ تھیں۔ حملہ کر دیا۔ یہ وقت مسلمانوں کے لئے بڑا نازک وقت تھا۔ مدینہ کا محاصرہ سخت ہو گیا تھا۔ منافقین بھی اندرونی خلفشار کا سبب بن گئے۔ کہ بنی قریظہ نے اس نازک وقت میں مخالفت شروع کر دی۔ جنگ خندق فتح ہوئی۔ اور سرکارِ رسالت مدینہ میں تشریف لائے۔ حضور کا معمول تھا کہ جب سفر سے واپس آتے۔ تو سب سے پہلے سیدہ عالمہ فاطمہ زہرا کے گھر تشریف لے جاتے۔ ۲۳ ذی قعدہ حضور فاطمہ زہرا کے گھر تشریف فرما تھے۔ پتھیاں اتار کر بیٹھے تھے۔ اور معصومہ کو بنی فاطمہ کی پیروں کا گرد و غبار جھاڑ رہی تھیں۔ کہ حضور کو بنی قریظہ کی ہم کا آغاز کرنا پڑا (روضۃ الاحباب) مسلمانوں نے ملک سے غداری کی سزا دینے کے لئے بنی قریظہ کے محلہ کا محاصرہ کر لیا۔ چند دنوں کے بعد یہودیوں نے درخواست کی۔ کہ ہم حضرت سعد بن معاذ انصاری کو جو ان کے حلیف تھے۔ حکم بناتے ہیں جو فیصلہ وہ ہمارے حق میں کریں گے۔ ہمیں منظور ہو گا۔ اگر بنی قریظہ سرکارِ رسالت کو حکم قرار دیتے۔ تو انہیں وہی سزا ملتی۔ جو اس سے قبل دوسرے یہودی قبیلوں کو مل چکی تھی۔ مگر حضرت سعد بن معاذ نے جو بنی قریظہ کی

ایسے نازک وقت میں غداریوں سے رنجیدہ خاطر تھے۔ ان کے حق میں تو ریت کا فیصلہ دیا۔ جس سے وہ انکار نہیں کر سکتے تھے۔ تو ریت کا یہ حکم ہے کہ اگر دشمن صلح پر راضی نہ ہو۔ تو اس کا محاصرہ کیا جائے۔ جب وہ مغلوب ہو جائے تو اس کے تمام مردوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور ان کے بچوں کو اسیر بنا کر ان کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا جائے۔ یہی وہ خود اپنے دشمنوں سے یہی سلوک کیا کرتے تھے۔ چونکہ یہی ان کی مذہبی کتاب کا فیصلہ تھا۔ اب نازک ترین صورت حالات میں بنی قرینہ کی غداری اور معاہدہ کی خلاف ورزی پر ان کے اپنے تسلیم کردہ حکم نے ان کی اپنی مذہبی کتاب کے مطابق یہ فیصلہ کیا۔ جو انہیں قبول کرنا پڑا۔ چنانچہ ان کے تقریباً چار سو بالغ مرد اس فیصلہ کی رو سے قتل کئے گئے۔ یہ واقعہ اپریل ۶۲۸ء یعنی فک الحجہ ۵ھ کا ہے۔ حضرت سعد بن معاذ اسی جنگ خندق میں زخمی ہوئے تھے اور انہوں نے یہ فیصلہ اپنے بہتر علالت پر صادر فرمایا تھا۔ اس فیصلہ کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

## جنگ خیبر کا سفر ۶۲۸ء

خیبر عربی لفظ ہے۔ اس کا ماخذ (ROUTE) لفظ خیبر ہے جو قلعوں کے معنی میں ہے۔ خیبر دینے سے جانب شمال آٹھ منزل یعنی ۹۲ میل کے فاصلہ پر یہودیوں کا ایک قصبہ تھا۔ جہاں بہت سے قلعے تھے۔ اسی قصبہ کے نام پر اس کے متعلق یہودی نوآبادی

Jewish colony کا نام خبیر تھا۔ یہ نوآبادی ایک نخلستان ہے۔ جس کی زمین پیداوار کے لحاظ سے نہایت زرخیز ہے۔ یورپ کا سیاح مسٹر ڈاڈ ٹی (DIOTE) جس نے ۱۸۷۷ء میں عرب کی سیاحت کی ہے۔ یہیں خبیر میں رہا ہے۔ اس نے تحقیق و انکشاف کی نظر سے خبیر کی چھان بین کی ہے اپنے سفر نامہ میں لکھتا ہے۔

نخلستان خبیر کی زمین زرخیز ہے۔ قوم یہودی کے یہاں بڑے بڑے مضبوط اور مستحکم قلعے بنے ہوئے تھے۔ ان میں سے چند قلعوں کے آثار اب تک باقی ہیں اور قائم ہیں۔

غزوہ خبیر کے اسباب | (۱) بنی نضیر کے یہودی مدینہ سے جلا وطن ہو کر خبیر کے گرد و نواح میں آبا و ہوائے تھے۔

انہوں نے گرد و نواح کے تمام قبائل کو اسلام کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا تھا۔ بلکہ وہ قریش اور بنی غطفان کو اکسبا کر خندق کی لڑائی کا باعث ہوئے اور پیچھے ہٹ کر آدیا تھا۔ اس لڑائی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہاتھ سے عرب کا پایہ ناز بہاؤ عمر بن عبدود مارا گیا۔ مخالفوں کی اس شکست سے کمر ٹوٹ گئی۔ (۲) غزوہ خندق کے باعث بھی وہیں سے بھگتے نظر نہیں آتے تھے۔

تصنیعی قریشیوں اور اس میں یہود کا سردار ام حنی بن اخطب خود بھی قتل ہو گیا۔ اور اس کا جانشین ابو رافع سلام بن الحنفیہ جو یہودیوں میں ملک التجار تھا۔ اس نے غطفان اور ادگرد کے فشرکین عرب کو جنگ پر ترغیب دے کر اور رسول اللہ کے خلاف لڑنے پر بھڑکانا کر ایک مجمع کثیر جمع کر لیا تھا یہ حبیب

مسلمانوں کو یہودیوں کی ان سازشوں اور مدینہ پر شدید حملہ کا علم ہوا۔ تو عبداللہ بن  
 نہیک انصاری نے اوراق کو اس قلعہ کے اندر ہی مار ڈالا۔ یہ واقعہ مدافعت  
 احتیاط کے طور پر عمل میں آیا۔

۳۔ اس واقعہ کے بعد یہودیوں نے اسیرین ذرا م کو اپنا سردار چنا۔ اس نئے  
 سردار کی شہر بگیزی کو علامہ شبلی کے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔  
 اسیر نے قبائل یہود کو جمع کر کے تقریب کی اور کہا کہ میرے  
 پیشروؤں نے حضرت محمد کے خلاف جو تدبیریں کیں وہ غلط تھیں  
 صحیح تدبیر یہ ہے کہ خود محمد کے دارالریاست پر حملہ کیا جائے۔ کہا  
 غرض سے اسیر نے غطفان اور دیگر قبائل میں دورہ کیا۔ اور ایک  
 فوج گراں تیار کی۔

۴۔ مدینہ میں منافقین کا سردار یہودیوں سے خط و کتابت کر رہا تھا اور  
 انہیں مدینہ پر حملہ کے لئے آمادہ کر رہا تھا۔

۵۔ صلح حدیبیہ کے بعد یہودیوں کے حوصلے براہ گئے تھے۔ وہ حدیبیہ  
 کی شرائط کو مسلمانوں کی کمزوری خیال کرتے تھے۔ اور انہوں نے نواح  
 مدینہ میں پہنچ کر مدینہ کی چراگاہوں سے مویشی لوٹنے شروع کر دیئے تھے۔  
 چنانچہ سرکار رسالت کی ایک چراگاہ ذی قرد میں واقع تھی جس میں حضور  
 کی اونٹنیاں ہمیشہ چرا کرتی تھیں۔ بنی غطفان کے ایک فوجی دستہ نے عبدالرحمن  
 بن عیینہ کی سرکردگی میں حملہ کر دیا۔ حضرت ابوذر غفاری کے فرزند اوشینوں  
 کے محافظ تھے۔ ان کی والدہ بھی ان کے ہمراہ تھی۔ وہ ان

رہنوں کے مقابلہ میں آئے تو ان خونخوار وحشیوں نے انہیں شہید کر دیا۔ اس ریوڑ کی بیس اونڈیاں بھی لے گئے اور حضرت ابوذر غفاری کی زوجہ کو بھی گرفتار کر کے لے گئے مسلمانوں کو اطلاع ہوئی۔ انہوں نے حملہ کر کے حضرت ابوذر کی زوجہ کو بھی رہا کر لیا۔ اور اونڈیاں بھی واپس لے آئے۔ یہ جنگ خیبر سے تین دن پہلے کا واقعہ ہے۔ یہ جنگ خیبر کے اسباب رسول امینؐ نے عرب میں قیام امن کے لئے فتنہ و فساد کے اس مرکز کو ختم کرنے کا تہیہ کیا۔ یہ جنگ بھی حقیقتاً مدافعتیہ جنگ تھی جنگ خیبر کے واقعات بتلا رہے ہیں۔ کہ حضورؐ نے پیش دستی نہیں کی بلکہ دفاع کیا تھا۔ بنی غطفان اور یہود مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کر رہے تھے۔ احد اور خندق کے تلخ پتھروں نے بتلا دیا تھا۔ کہ مدینہ میں دشمنوں کے حملے کس قدر ضرر رساں ہیں۔ سرکار رسالتؐ نے دشمن کو قریب آنے کی ہمت دینا نامناسب خلاف مصلحت سمجھ لیا تھا۔ ذی قرد کے خونخوار واقعہ نے یہودیوں کے ارادوں کو نہایاں کر دیا تھا۔ اس لئے حضورؐ نے دشمن کو یہ موقعہ ہی نہ دیا۔ کہ مدینہ پر چڑھ آئے۔ بلکہ آگے منزل آگے بڑھ کر مدافعت فرمائی۔

## خیبر کے استحکامات

### FORTIFICATIONS OF KHYBER

تھے جو تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر یکے بعد دیگرے واقع تھے۔ مورخ ایتھوپی نے ان کے نام بتائے ہیں۔ بنام۔ ناعم۔ الطاط۔ قصار۔

حریبہ - القموص - القموص سب سے مضبوط قلعہ تھا۔ اس قلعہ کا محافظ  
 مرحب نامی پہلوان تھا۔ جو ایک ہزار نو اہوالوں کے برابر مانا جاتا تھا  
 یہ یہاں کی فوج کا کمانڈر تھا۔ ابورافع ابن الحقیق کا خاندان جو دینے سے  
 جلا وطن ہو کر آیا تھا۔ اسی قلعہ میں آباد تھا۔ یہود دور میں اور ہوشیار تھے۔  
 انہوں نے مسلمانوں کے حملہ کے پیش نظر مدافعت کے انتظامات درست کر لئے  
 تھے۔ غلہ، رسد، ضروریات زندگی کو ناعم میں رکھ دیا تھا۔ فوجیں نظاہ اور  
 القموص کے قلعہ میں جمع کر دی تھیں۔ القموص فوجی مرکز تھا اور باقی قلعوں  
 کو دوسرے سامانوں کے لئے منتخب کیا تھا۔

سیرکار رسالت محمد مصطفیٰ نے  
 چودہ سو مسلمانوں کے ساتھ خیر

## خیر کی طرف مسلمانوں کی روانگی

کی طرف کوچ کیا اور منزل صہبا پہنچ کر قیام فرمایا۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ  
 رستے بہت ہی پیچ دار اور ٹیڑھے تھے اور خاردار جھاڑیوں کے گھنے جنگل  
 میں سے گزرتے تھے اور یہ معلوم ہونا دشوار تھا۔ کہ کونسا رستہ صحیح ہے  
 اور بیدھا خیر پہنچتا ہے۔ یہ بھی ضرورت تھی۔ کہ فوج سہل رستے سے اس  
 قدر جلد خیر پہنچ جائے۔ کہ غطفان کے قبائل یہود کے پاس جمع ہونے نہ پائیں  
 اور فوج کو اس طرح سے متعین کر دیا جائے کہ یہودیوں اور غطفان کے قبیلوں  
 کے درمیان حائل ہو جائے۔ چنانچہ رہنمائی کے لئے حشیل نامی رہنما  
 اجرت پر ہمراہ لے لیا گیا۔ اسلامی لشکر صہبا سے روانہ ہوا۔ حدی خوان  
 اشعار پڑھ رہے تھے۔ عامر بن اکوع کے اشعار مسند احمد حنبلی

میں ہیں۔ ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔

جن لوگوں نے ہم پر دست درازی کی ہے، جب کبھی وہ کوئی  
فتنہ بپا کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہم ان سے دبتے نہیں ہیں اور  
اے خدا ہم تیری عنایت سے بے نیاز نہیں۔

ان اشعار سے صاف عیاں ہے کہ یہ جنگ محض خوشنودی خدا کے  
لئے مدافعت تھی اور فتنہ و فساد مخالفوں نے بپا کیا تھا۔

اسلامی لشکر اور چھوٹے چھوٹے قلعوں کی فتح کی تعداد

چودہ سو تھی اور کچھ مسلمان عورتیں بھی مجاہدین کی مرہم تھیں اور علاج FIRST  
لے کر، کے لئے ہمراہ تھیں۔ سب چھوٹے چھوٹے قلعے آہستہ آہستہ  
فتح ہو گئے۔ صرف قلعہ القموص رہ گیا۔ یہ قلعہ سب قلعوں سے زیادہ مضبوط  
و مستحکم تھا۔ یہی وہ آخری قلعہ تھا جس پر یہودیوں کی قسمت کا فیصلہ تھا  
اور یہی وہ قلعہ تھا جس کے متعلق مسلمانوں کا عظیم ترین امتحان ہوا۔ قلعہ  
القموص کی ہمہ گیر بڑے بڑے صحابہ بھیجے گئے۔ قلعہ فتح نہ ہوا۔ مسلمانوں پر  
ایسی چھا گئی۔ آخر قلعہ القموص حضرت علیؑ کے ہاتھ سے فتح ہوا۔

قلعہ القموص پر مسلمانوں کے حملے اور ناکامی

سرکار رسالت ﷺ نے حضرت ابو بکر  
کو خیبر کے قلعہ کی طرف لڑائی کے لئے بھیجا۔ وہ لڑے اور کوشش



کی مگر قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ اور ناکام واپس آئے۔ دوسرے دن حضرت عمر کو جنگ کے لئے بھیجا۔ وہ لڑے اور کوشش کی لیکن فتح نہ ہو سکا اور واپس آئے۔ اس پر جناب رسول خدا نے فرمایا۔ قسم سجد اکمل ہیں علم ایسے شخص کو دہل گاہ۔ جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول سے دوست رکھتے ہیں۔ کراہ غیر قرآن ہے۔

جناب علی مرتضیٰ علم لے کر قلعہ القموص پر  
**چندر کراہ فتح خیبر**  
 حملہ آور ہوئے۔ آپ نے یہودیوں کے بڑے  
 بڑے بہادر قتل کر دیئے۔ جن کے نام حارث، مرحب، عنتر، داؤد بن  
 قابوس، ربیع بن الحقیق، مرہ بن مردان، یاسر خیبری، یحییٰ خیبری ہیں۔  
 خیبر حضرت علی مرتضیٰ کراہ غیر قرآن کے ہاتھ سے فتح ہو گیا۔ اسی لئے آپ  
 کو فتح خیبر کہتے ہیں۔ قرآن مجید نے جو پیشینگوئی کی تھی کہ یہودی اگر تم

سے سیرت ابن ہشام جلد ۳ ص ۳۸۵ و ۳۸۶۔ تاریخ کامل ابن اثیر جزوی جلد ۲  
 ص ۸۳ و ۸۴۔ تاریخ طبری جلد ۳ ص ۹۳۔ تاریخ الخمیس جلد ۳ ص ۵۳۔  
 تاریخ ابوالفداء جلد ۱ ص ۱۴۰۔ روضۃ الاحباب ص ۳۸۵۔ کتاب الخصائص امام نسائی  
 ص ۱۲ و ۱۳۔ تذکرہ خواص الامم ص ۱۵۔ مشدک علی الصحیحین الحاکم جلد ۳ کتاب المغازی  
 ریاض المقرہ جلد ۲ باب ۴ فصل ۴ ص ۱۸۴۔ بالفاظ مختلفہ مندرجہ بالا کتب میں یہ  
 روایت وارد ہوئی ہے۔

۱۲ نواتح علامہ نیندی ص ۱۹۴، ص ۱۸۵، ص ۲۲۰، ص ۱۱۹۔ روضۃ الاحباب ص ۳۸۸  
 مدارج النبوة شاہ عبدالحق محدث دہلوی۔ سیرۃ النبی۔

سے لڑیں گے تو پیٹھ دکھلا کر بھاگیں گے۔ دو روز تک پوری نہیں ہوئی تھی۔

تیسرے روز مصدق قرآن، علیؑ ابن ابی طالبؑ کے دستِ حق پرست سے پوری ہوئی۔

جب رسالتِ آیت کو خیبر کے فتح کی یہ کیفیت معلوم ہوئی۔ آپؐ نہایت

مسرور ہوئے۔ اور جب حضرت علیؑ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے

تو آپؐ نے خیمہ سے نکل کر ان کا استقبال کیا۔ اور جب قریب آئے تو ان

سے بغلیک پڑے۔ اور حضرت علیؑ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا

تمہاری سعی مشکور ہوئی اور اے علیؑ! میں تم سے رضا مند ہوا۔ پس کر

حضرت علیؑ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ آنحضرتؐ نے پوچھا یا علیؑ یہ

گریہ مسرت ہے یا گریہ اندوہ و حسرت۔ عرض کیا۔ گریہ مسرت ہے۔ اور

میں کیونکر مسرور نہ ہوں جب اللہ کا رسولؐ مجھ سے راضی ہو۔ آنحضرتؐ

نے فرمایا۔ اے علیؑ! میں تمہا تم سے راضی نہیں ہوں۔ بلکہ اللہ اور اس کے

فرشتے بھی تم سے راضی و خوشنود ہیں۔

غزوة خیبر کے نتائج | ۱۔ یہودی جو عرب میں صیہونی حکومت کے

خواب دیکھ رہے تھے۔ ان کے خواب

پریشان ہو گئے۔ اور یہودیوں کا عرب پر اقتدار ختم ہو گیا۔ عرب کو یہودی

غلامی سے بچانا فاتح خیبر کا کارنامہ ہے۔

۲۔ قیام حکومت، غزوة خیبر اسلام سلطنت کا سنگ بنیاد ہے

چنانچہ علامہ شبلی لکھتے ہیں۔

یہ پہلا غزوہ ہے جس میں غیر مسلم رعایا بنائے گئے اور طرز  
حکومت کی بنیاد قائم ہوئی خیبر اس قاعدہ کے مطابق اسلام کا  
پہلا غزوہ ہے۔

اس بیان سے ظاہر ہے کہ اس سے پہلے جس قدر اسلام کو جنگی فتوحات  
حاصل ہوئیں۔ ان میں اسلام کو نظام حکومت کے قیام کا موقع نہ ملا  
یہ غزوہ خیبر تھا جس میں مسلمان راعی بنے اور یہود نے اپنا رعایا ہوتا  
تسلیم کیا۔ اس لحاظ سے فاتح خیبر کو اسلامی سلطنت کا محاربہ *Bund*  
*of Islamic State* کہنا مبالغہ نہیں۔ اگرچہ اس سے قبل  
فتوحات میں بھی حضرت علیؑ ہی نمایاں نظر آئے ہیں۔

۳۔ توسیع سلطنت۔ یہ غزوہ نہ محض اسلامی سلطنت کے قیام کا سبب ہو بلکہ توسیع  
سلطنت اسلامیہ کا باعث ہوا چنانچہ علامہ شبلی اس سلسلہ میں لکھتے ہیں۔  
”فتح خیبر کے دبدبہ سے جو علاقے تیار، وادی القریٰ اور فدک  
مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ وہ بھی نہایت زرخیز تھے۔“

اس سے ظاہر ہے کہ یہ فاتح خیبر کا دبدبہ تھا کہ فتح خیبر کے بعد خیبر  
سے ملحقہ یہودی نوآبادیوں (*Jewish Colonies*) کو مسلمانوں  
سے برسر پیکار ہونے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور ان کا الحاق سلطنت  
اسلامی سے ہو گیا۔

۴۔ معاشی انقلاب۔ فتح خیبر سے پہلے مسلمان ایسے نازک معاشی دور

سے گزر رہے تھے۔ کہ انہیں سیر ہو کر کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا تھا  
چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمر کا قول ہے یہ ہم نے کبھی سیر ہو کر  
کھانا نہ کھایا۔ مگر فتح خیبر کے بعد۔

ام المؤمنین بی بی عائشہ فرماتی ہیں: جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے کہا  
اب ہم سیر ہو کر کھجوریں کھائیں گے۔

اگر مسلمان اسی طرح مفلس و قلاش رہتے۔ جیسا کہ فتح خیبر سے پہلے  
تھے۔ تو وہ روم اور ایران جیسی منظم سلطنتوں کو کس طرح فتح کر سکتے  
تھے۔ منظم سلطنتوں سے مقابلہ کے لئے معاشی ذرائع ضروری ہیں۔  
جسے فتح خیبر نے ہتیا کیا۔

فتح خیبر کے بعد خیبر کی متعلقہ اراضی پر اسلام کا  
قبضہ ہو گیا۔ مگر یہودیوں نے آنحضرت کی خدمت

میں حاضر ہو کر درخواست کی۔ ان اراضی کو یہودیوں کے قبضہ میں ہی رہنے دیا  
جائے۔ اس شرط پر کہ وہ ان اراضی کی نصف آمدنی و بار رسالت میں پہنچا  
دیا کریں گے اور نصف اپنے تصرف میں لائیں گے۔ حضور نے اسے منظور  
فرمایا۔

رسول اللہ نے خمس کی رقم نبی ہاشم اور بنی عبدالمطلب  
کو عنایت فرمائی اور بنی امیہ اور بنی نوفل کو نہیں دی اور آپ نے

۱۔ صحیح بخاری جلد ۶ صفحہ ۶۰۹ طبع صحیح المطابع دہلی۔

۲۔ صحیح بخاری جلد ۶ صفحہ ۶۰۹ طبع صحیح المطابع دہلی۔

فرمایا کہ بنو ہاشم و بنو عبدالمطلب ایک ہی ہیں۔

**حضرت صفیہ** خیمبر کے سردار حمی بن اخطاب کی بیٹی صفیہ خیمبر کے مال غنیمت میں آئیں اور آزادی کے بعد انہیں رسول اللہ کے نکاح میں آنے کا شرف حاصل ہوا۔

**مہاجرین حبشہ کی واپسی** فتح خیمبر کے دن ہی حضرت جعفر مدت کے بعد وطن میں واپس آئے۔ آنحضرت کی خدمت

میں حاضر ہوئے۔ حضور نے فرط محبت سے ان کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور ارشاد فرمایا: میں تمہیں سمجھتا کہ میں اپنی ان دونوں خوشیوں میں سے کس پر زیادہ اظہار مسرت کروں۔ فتح خیمبر پر یا جعفر کے آنے پر۔

**فدک** جب رسول اللہ نے معاملات خیمبر سے فراغت پائی تو اللہ تعالیٰ نے اہل فدک کے قلوب میں ایسا رعب پیدا کر دیا کہ انہوں

نے خود نصف حاصل فدک پر مصالحت کے لئے آنحضرت کی خدمت میں قاصد بھیجا۔ آپ نے ان کی درخواست کو قبول فرمایا۔ اور فدک آنحضرت

کا خالصہ قرار پایا۔ اس لئے کہ اس کے حصول میں جہاد و جنگ نہیں ہوا تھا اور سوار و پیادہ سے کام لینے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی تھی۔

فدک رسالتاً کا خالصہ قرار پایا۔ اس لئے کہ بغیر لشکر کشی کے حاصل ہوا تھا۔

۱۵۰۔ بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۰۰۔ روضۃ الاحباب ۲۵۰ سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۹۵

۱۵۱۔ تاریخ طبری جلد ۱ صفحہ ۱۵۸۹ مطبوعہ جرمن۔

جناب رسالت مآب نے فدک اپنی بیٹی سرکار عصمت فاطمہ زہرا سلام  
اللہ علیہا کو ہبہ کر دیا۔

## سوالات

- ۱۔ حجاز میں یہودیوں کی کیا پوزیشن تھی ؟
- ۲۔ یہود سے سرکار رسالت کے جو شگوار تعلقات کو بیان کر کے پھر ان کی مخالفت کے وجود بتلائیے۔
- ۳۔ یہودیوں کی مخالفت پر جو تشویش سرکار رسالت کو لاحق ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر سرکار رسالت کی کس طرح تسکین فرمائی۔ اس آیت مبارکہ سے کیا نتائج اخذ ہوتے ہیں ؟
- ۴۔ بنی قینقاع کے اخراج کی تفصیل بیان کیجئے۔
- ۵۔ کعب بن اشرف یہودی کی فتنہ پروازیاں بیان کر کے اس کے قتل کے واقعہ کو بیان کیجئے۔
- ۶۔ بنی نضیر کے اخراج کے واقعات بیان کیجئے۔
- ۷۔ بنی خزیمہ کی شہادتوں کا تذکرہ کر کے ان کا انجام بیان کیجئے۔
- ۸۔ لفظ خیبر کی ترویج کر کے خیبر کے جغرافیائی اور معاشی

۱۔ ساری التوبة تحت ذر و خارج ۲۔ کذا الدوال و تشویشی ۳۔ سیر روضۃ الصناد

حالات بیان کیجئے ۔

۹۔ جنگ خیبر کے اسباب بیان کیجئے ۔

۱۰۔ ثابت کیجئے کہ خیبر کی لڑائی مدافعاۃ جنگ تھی ۔

۱۱۔ خیبر میں دشمن کے استحکامات کو بیان کیجئے ۔

۱۲۔ سرکار رسالت کی روانگی کے واقعات بیان کیجئے ۔

۱۳۔ قلعہ القموص پر مسلمانوں کے ناکام حملوں کی تفصیل بیان کیجئے

ان حملوں میں کس کس کو ناکامی ہوئی ؟

۱۴۔ حدیث وایت کو بیان کیجئے ۔

۱۵۔ جناب امیر علیہ السلام کے فتح خیبر کو بیان کیجئے ۔

۱۶۔ بعد فتح خیبر سرکار رسالت محمد مصطفیٰ اور سرکار ولایت

علی مرتضیٰ کے درمیان کیا گفتگو ہوئی ؟

۱۷۔ غزوہ خیبر کے نتائج تفصیل سے بیان کیجئے ۔

۱۸۔ اراضی مفتوحہ خیبر کا سرکار رسالت نے کیا انتظام فرمایا ؟

۱۹۔ سرکار رسالت نے خیبر کے خمس کا کیا فیصلہ کیا اور خیبر کے

سردار کی بیٹی صفیہ سے کیا سلوک کیا ؟

۲۰۔ فتح خیبر کے دن ہاجرین حبشہ کی آمد کے سرکار رسالت

پر کیا تاثرات تھے ؟

۲۱۔ فدک کس طرح اسلامی قبضہ میں آیا اور اس کی شرعی پوزیشن

کیا تھی اور رسول اللہ نے اس کے متعلق کیا کیا ؟

# پیرھوال باب

مہاجر رسول امینؐ کا اپنے شہر مکہ میں پُر امن داخلہ

اللہ کا گھربتوں سے صاف

## طلقاء بنی امیہ کا اسلام

رمضان ۶۳۰ء، جنوری ۶۳۱ء

تظہیر بیت اللہ بیت اللہ  
حضرت ابراہیم و حضرت اسمعیل

مکہ معظمہ پر فوج کشی کے اسباب

علیہم السلام کی یادگار ہے۔ اللہ کے اس گھر کو انہوں نے حدائے وحدانہ  
لا شریک کی عبادت کے لئے تعمیر کیا تھا۔ مگر بت پرستوں کے برسرِ اقتدار آجانے  
سے یہ مرکز توحید بربت خانہ ہو گیا تھا۔ جس میں ۳۶۰ بتوں کی پرستش ہو رہی تھی اور  
ابراہیم و اسمعیل یعنی رسول اللہ کے آباؤ اجداد کا دل اس حالت پر بہت کرپھا  
تھا۔ کیونکہ وہ موحدانہ پرست اور حضرت اسمعیل کے اوصیائے تھے۔ اور امت  
مسلمہ کے قرآنی نام سے موسوم تھے۔ رسول اللہ کے ابتدائی زمانہ میں



بھی اللہ کا گھر مرکزِ شرک رہا۔ یہاں تک کہ برسرِ اقتدار کفار نے رسولِ مبین کو مکہ سے جلا وطن کر دیا۔ اب یہ خانہٴ خدا مسلمانوں کا قبیلہ بھی قرار پا چکا تھا۔ ان حالات میں اب جبکہ ہزاروں انسان اسلام میں داخل ہو چکے تھے ضرورت تھی کہ مکہ معظمہ پر قبضہ کر کے بیت اللہ کو بتوں کی نجاست سے پاک کیا جائے۔ ۱۲۔ ہجرتِ مدینہ کی خواہش مراحجت - ہجرتِ مدینہ مکہ کو اپنا وطن چھوڑے ہوئے کابل آٹھ سال گزر چکے تھے۔ اور ان کی ولی خواہش تھی کہ وہ اپنے وطن مالوت میں کامیابی سے واپس جائیں۔

۱۳۔ مکہ معظمہ کی اہمیت کا تقاضا - عرب کی سرزمین میں مکہ سینکڑوں برس سے تجارتی، سیاسی، تمدنی، معاشرتی اور مذہبی امور میں مرکزِ جلا تھا۔ خاندانِ قریش کی عرب میں اہمیت کا باعث یہی شہر تھا۔ اب اسلام کی تحریک عروج پر آگئی تھی۔ اس لئے ضرورت تھی کہ اس اہم شہر پر اسلام کا پرچم لہرائے۔

۱۴۔ صلح حدیبیہ میں سرکارِ رسالت اور قریش مکہ اور ان کے حلیفوں کے درمیان معاہدہ ہوا تھا کہ دس سال تک کوئی لڑائی نہیں لڑی جائے گی مگر کفار کی طرف سے اس معاہدہ کی خلاف ورزی ہوئی۔ بنی خزاعہ رسول اللہ کے حلیف تھے اور بنی بکر کفارِ قریش کے حلیف تھے۔ ان دونوں قبیلوں میں دشمنی تھی اور جھگڑے تھے بنی بکر نے خلاف معاہدہ ان جھگڑوں کو تلوار کے زور پر ختم کرنے کی نیت سے بنی خزاعہ سے جنگ شروع کر دی۔ قریش مکہ نے بنی بکر کو ہتھیار فراہم کئے اور ان کی مدد کی۔ ان حالات میں

فی خزاعہ کو شکست ہوئی۔ ان لوگوں نے بیت اللہ میں پناہ لی وہاں بھی انہیں  
 قتل کیا گیا۔ حالانکہ وہاں خونریزی منع ہے۔ بنی خزاعہ کا نمائندہ و رہبر  
 رسولؐ میں حاضر ہوا اور اس حضرتؐ کو حالات سے آگاہ کیا۔ حضورؐ کو اس  
 سے بہت رنج و ملال ہوا۔ اور آپؐ نے اپنا قاصد کفار قریش کے پاس بھیجا  
 اور انہیں لکھا کہ میری فرستادہ شرطوں میں سے کسی ایک کو منظور کرو۔

۱۔ بنی خزاعہ کے مقتولوں کا خون بہا دو۔

۲۔ بنو بکر کی حمایت سے ہاتھ اٹھا لو۔

۳۔ اعلان کر دو کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

کفار مکہ نے تیسری شرط مان لی۔ مگر بعد میں وہ اپنے کئے پر پچھتائے  
 اور انہوں نے ابوسفیانؓ کو تجدید معاہدہ حدیبیہ کے لئے دربار رسالتؐ میں بھیجا  
 مگر حضورؐ نے انکار کر دیا۔ قریش تجدد معاہدہ اس لئے چاہتے تھے۔ کیونکہ ان کی  
 معاشی حالت بہت تقسیم تھی اور جوں جوں مسلمان ترقی کر رہے تھے۔ ان کی  
 تجارت ختم ہو رہی تھی۔ اور ان کا اقتدار خاک میں مل رہا تھا۔

عساکر فاسرہ رسالتؐ کی روانگی خدا کا حبیب مناسب وقت

کعبہ قائم رہے مگر مغالہ بلا جنگ و جدل فتح ہو اور اللہ کا حکم نبیوں کی تجارت کے  
 پاک ہو جائے۔ اب وہ وقت آپؐ پہنچا تھا۔ اللہ کا رسولؐ دس ہزار سپاہیوں  
 کی معیت میں ۱۰ رمضان ۶۱۰ء یکم جنوری ۶۱۰ء کو روانہ ہوا۔ مشرکین میں  
 اب طاقت مقابلہ تو تھی ہی نہیں۔ ابراہیم خلیلؑ کا وارث اسمعیلؑ کی یادگار

امن کا پیغمبر مرکز توحید اللہ کے گھر میں اس گھر کی عظمت و احترام کو قائم رکھنے  
 ہوا بلا قتل و غارت اور خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر بلکہ الامین مکہ اور ماہن خانہ  
 اللہ بیت اللہ میں وائخانہ شان سے داخل ہوتا ہے۔

رحمۃ اللعالمین کی شان عفو و رحمت | جس شہر کو اٹھ برس ہوئے  
 حسرت یاس اور رنج و غم

ساتھ چھوڑا تھا۔ وہی شہر اللہ نے نہایت بڑی اور کامیابی کے ساتھ آپ کے  
 قبضہ میں دیا۔ اکابر قریش جو بہت دھرمی میں اپنی نظیر آپ تھے بعض باؤ سے بعض  
 خوشی سے بعض اسلام کے جاہ و جلال کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔ اب ذرا حضور  
 رسالت کا کرم و کرم اور شان عفو و رحمت دیکھئے۔ ان لوگوں کو جن سے آپ کو سزا  
 ایذا میں پہنچیں۔ جنہوں نے وطن عزیز سے جلا وطن کیا حضور نے فتح پا کر ان سب کو  
 تمام خطائیں معاف کر دیں۔ آپ نے انہیں مخاطب کر کے پوچھا۔ بتاؤ تو سہی۔ تم  
 مجھ سے کیا امید رکھتے ہو۔ سب نے جواب دیا۔ خیرا اخ کریم و ابن  
 اخ کریم۔ ہمیں اچھائی ہی کی امید ہے۔ آپ فیاض بھائی ہیں اور فیاض  
 بھائی کے فرزند ہیں۔ اس پر سرکار رسالت نے فرمایا۔ اذہبوا فانتم  
 الطلقاء۔ جاؤ۔ تم میرے آزاد کردہ ہو۔ تم لوگوں کو چھوڑ دیا۔ اس  
 کے بعد حضور نے بیت اللہ کا طواف کیا اور جو تصویریں خانہ کعبہ میں بندھ  
 ہوئی تھیں۔ ان سب کو محو کر دیا۔

اس کے بعد اپنے عفو و کرم کا ان الفاظ میں اظہار فرمایا۔

جو شخص خانہ کعبہ میں پناہ لے یا ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے

یا اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے یا ہتھیار ڈال دے وہ امان میں ہے۔  
اس رسول امین اس پیغمبر امن کے رحم و کرم کا کیا کہنا جو دشمن کے گھر  
کو دارالامان قرار دے۔

سٹیٹلے لین پول اس سلسلہ میں لکھتا ہے۔

یہ ایک واقعہ ہے کہ محمد کی سب سے عظیم فتح مناری کا وقت ہی  
ہے۔ جس وقت کہ انہوں نے اپنے نفس پر بھی عظیم فتح حاصل کی۔  
رسول نے نہایت فراخ دلی سے قریش کے تمام افعال قبیحہ اور ایذا رسانوں  
کو جو کہ انہوں نے آپ کے خلاف جائز رکھی تھیں معاف کر دیا۔ رسول  
کے مجاہدین نے بھی انہی کی پیروی کی اور نہایت امن و آشتی کے ساتھ  
شہر میں داخل ہوئے۔ نہ کسی کے مکان کو لوٹا۔ اور نہ کسی عورت  
کی تازیلی کی۔

اب بنی امیہ کے سردار ابوسفیان نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ دوسرے لفظوں  
میں اسے یوں کہا جاسکتا ہے کہ ابوسفیان نے اس انقلاب کا ساتھ دینے کے لئے ارادہ  
کر لیا جو ان کی ذاتی امنگوں کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ کر دینا چاہتا تھا۔ جب ابوسفیان  
حضرت عباس کو ساتھ لے کر دربار رسالت میں حاضر ہوا۔ تو اس وقت کی  
تصویر کشی علامہ شبلی نے اس طرح کی ہے۔

ابوسفیان کے پھلے تمام کارنامے اب سب کے سامنے تھے اور  
ایک چیز اس کے قتل کی دعوت پر تھی۔ اسلام کی عداوت، بدینہ پر ہر بار  
حملہ قبائل عرب کا اشتعال۔ آنحضرت کے خفیہ قتل کرانے کی،

سازش، ان میں سے ہر چیز اس کے خون کی قیمت ہو سکتی تھی لیکن ان سب سے بالاتر ایک اور چیز عفو نبوی تھی۔ اس نے ابوسفیان کے کان میں آہستہ سے کہا کہ خوف کا مقام نہیں جتنا پھر عباس نے سفارش کی۔ اور ابوسفیان نے اسلام قبول کیا۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے بھی جس کے انتقامی جذبات کی تصویر آپ جنگ اُحد میں دیکھ چکے ہیں۔ اسلام قبول کر لیا۔ علامہ شبلی لکھتے ہیں: ہندہ فتح مکہ میں ایمان لائی۔ لیکن جس طرح ایمان لائی وہ عبرت خیز ہے۔

اس واقعہ سے ہر انسان یہ بات سوچنے پر مجبور ہے کہ فوج کی ہدایت سے آدمی کس جھکا سکتا ہے۔ ہاتھ روک سکتا ہے۔ ہتھیار ڈال سکتا ہے۔ زبان بند کر سکتا ہے بلکہ اپنا گلا کاٹ سکتا ہے۔ مگر اپنے دل میں تبدیلی نہیں پیدا نہیں کر سکتا۔ اپنے قلب میں یقین کی صفت پیدا نہیں کر سکتا۔ اور اپنی نفرت کو محبت سے تبدیل نہیں کر سکتا۔ وہ نفرت اور دشمنی جو ان حدود تک پہنچ چکی تھی جن کا مظاہرہ گذشتہ واقعات سے ہو چکا۔ کیا فوجی مظاہرہ کے اثر سے دشمنی محبت و عقیدت سے تبدیل ہو سکتی ہے؟ اس سے عام فطرت کے مطابق کیا سمجھا جا سکتا ہے؟ صرف اتنا کہ وہ دشمن جو پھٹکا رہی مارنے والے اڑ رہے کی طرح سامنے موجود تھا۔ اب مار آستین بن کر خفیہ ریشہ دو اینوں کے لئے آزاد ہو گیا۔ اور کوئی شہید نہیں۔ کہ دشمن کی یہ صورت اسی صورت سے زیادہ خطرناک ہے جبکہ وہ خنجر بکف گلا کاٹنے کے لئے سامنے کھڑا ہو۔ اسلام کے نقاد علی ابن ابی طالب کا

ان دشمنوں کے ایمان لانے کے متعلق یہ خیال تھا۔ آپ نے فرمایا۔  
 "ما اسلموا و لکن استلموا"۔ یہ لوگ حقیقتاً اسلام نہیں لائے بلکہ  
 اسلام کے سامنے انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔ ماحول اور واقعات لے انہیں  
 مجبور کیا تھا۔ کہ وہ رسول پاک کے احکام کے سامنے گردنیں جھکا دیں۔ ورنہ باطن  
 میں جو تھے وہ تھے۔

اس طرح کے لوگ جو غلبہ سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئے تھے۔ ان کی نفسیاتی  
 کیفیت وہی تھی۔ جسہر دبی ہوئی اور شکست خوردہ قوم کی ہوتی ہے۔ یعنی نفرت  
 و شہمی، غصہ، جذبہ انتقام اور اس کے ساتھ ساتھ ڈر۔ جس کے نتیجہ میں وہ کھل  
 کر اپنی عداوت کا اظہار تو نہیں کر سکتے تھے۔ مگر برابر موقع کے منتظر تھے۔ کہ کسی  
 طرح ہم اسلام کو نقصان پہنچا دیں۔ اور اگر اس کو ختم نہ کر سکیں۔ تو کم از کم  
 اس کی اقتیازی خصوصیات کو تباہ کر دیں۔ جو اس نے قائم کی ہیں اور جن سے  
 ہمارے اقتدار کو صدمہ پہنچا ہے اور اسلام کے پردے میں ہی سہی ان اقتیازی  
 حدود کو قائم کریں۔ جو اسلام کے پہلے عرب میں تھیں۔

سرکار رسالت کی زندگی میں ان کے اس مقصد کی تکمیل مشکل تھی۔ ان سب  
 کی بڑی احتیاط کی جاتی تھی انکو عام مسلمانوں میں خلط ملط نہیں ہونے دیا جاتا تھا  
 نہ ان کو مسلمانوں پر حاکم بنایا جاتا تھا۔ بلکہ اکثر تحفے تحائف دے کر ان کی دلجوئی  
 بھی کی گئی۔ تاکہ یہ لوگ اپنے ظالمانہ اندازہ بھول جائیں۔ اور یہ نہیں تو ان کی  
 آئندہ نسلیں اسلام میں رہ کر امن و امان کی زندگی اختیار کر لیں۔ اور سچے  
 مسلمان ہو جائیں۔ مگر ان کے جذبات وہی ہے۔ اور اگر

ذرا اسلام پر کوئی مصیبت پڑتی تو ان کے چہرے خوشی سے کھل جاتے اور کبھی جذباتِ دینی زبان سے بھی کھل جاتے بیچناچہ ہم ایسے مواقع کی اپنی اس تاریخ میں نشان دہی کرتے رہیں گے۔

مکہ معظمہ میں فاتحانہ داخلہ کے بعد سرکارِ رسالت خانہ کعبہ میں داخل ہوئے۔ ایک ایک بت کو توڑتے اور جساء الحق و زہق الباطل کے نعرے لگاتے جاتے۔ قریش نے خانہ کعبہ کی چھت پر بہت سے بن نصب کر رکھے تھے جن میں پہل سب سے بڑا بت تھا جس کو جبک احد کے موقع پر ابوسفیان اٹھا کر لشکرِ کفار کے سامنے جوشِ دلانی کے لئے لے گیا تھا۔ رسول اللہ نے اپنے قوتِ بازو علیؑ کو اپنے کاندھوں پر سوار کر کے ان بلندی پر رکھے ہوئے بتوں کو ید اللہ سے ٹکڑے ٹکڑے کرادیا۔

علیؑ بردوش احمد چشم بد دور

عبان شد معنی نور علی نور

تظہیر کعبہ کے بعد سرکارِ رسالت محمد مصطفیٰ نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ نماز شکر ادا فرمائی اور اہل شہر کو اکٹھا کر کے ایک فصیح و بلیغ تقریر فرمائی جس میں اللہ کی توحید پر قائم رہنے، شرک سے بچنے اور انسانی اخوت کو ملحوظ رکھنے کی تلقین فرمائی۔ اس کے بعد حضور کوہ صفا پر تشریف لے گئے لوگ جوق در جوق آکر مسلمان ہوئے لگے۔ سرکارِ رسالت پندرہ روز مکہ

میں قیام فرما کر نو مسلموں کی مذہبی تعلیم و تربیت کا انتظام کر کے مدینہ واپس تشریف لے گئے۔

۱۔ معجزہ شجاعت علی ابن ابی طالب کا وہ بدبہ۔ آج تک جس

قدر لڑائیاں ہوئی تھیں۔ ان میں علی مرتضیٰؑ جید کہارا اسد اللہ الغالب نے وہ جو ہر شجاعت دکھلائے تھے۔ کہ کفار قریش مرعوب ہو چکے تھے۔

۲۔ عساکر اسلامیہ کا اچانک مکہ پہنچنا اور قریش کا مرعوب ہونا عساکر اسلامیہ اچانک مکہ پہنچ گئے۔ رسول اللہؐ نے حکم دیا۔ کہ ہر مسلمان جائے قیام پر آگ روشن کرے۔ دور سے کفار قریش کو دس ہزار کے قریب مقامات پر آگ روشن نظر آئی تو انہوں نے اندازہ کیا کہ فوج بہت زیادہ ہے۔ جس کے لئے دس ہزار چولہا روشن کیا گیا ہے۔ ان کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ مقابلہ نہ کر سکے۔

۳۔ قریش کے بڑے بڑے سردار جو انہیں بھڑکاتے تھے اور لڑاتے تھے۔ ذوالفقار علیؑ سے ختم ہو چکے تھے۔

۴۔ ابوسفیان مسلسل شکستوں کی وجہ سے ہمت ہار چکا تھا۔ اس نے لشکر اسلام میں گھر جانے کے بعد حضرت عباسؑ کے مشورہ پر تمہیاری ڈال دیئے۔

۱۔ لٹھری پیریت اللہ۔ مرکز توحید مسلمانوں کا قبلہ تہوں فتح مکہ کے نتائج سے پاک ہو گیا اور اللہ کا گھر صبح معنوں میں



اللہ کا گھر ہو گیا۔

۲۔ ایک ایسے شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا جو معاشرتی، تمدنی مذہبی، سیاسی اور معاشی و تجارتی مرکز تھا۔ یہ اسلام کی سب سے بڑی کامیابی تھی۔

۳۔ تمام قبائل عرب کو اسلامی حکومت کو عرب کی واحد سب سے بڑی سیاسی و روحانی طاقت سمجھنا پڑا۔

۴۔ عرب کی تنظیم اور اہل عرب کا ایک مرکز پر اجتماع، فتح مکہ سے عرب کی اجتماعی تنظیم شروع ہو گئی۔ وہ قبائل عرب جو قبائلی نظام کے ماتحت زندگی بسر کر رہے تھے۔ وہ سرکارِ قیادت و سیادت میں مجتمع اور متحد ہو کر ایک قوم بن گئے۔ ایک ایسی قوم جس کے ہاں جغرافیائی بندوبست نہیں بلکہ وہ قوم جس کا رشتہ اتحاد و انسائیت سے ہے۔

## سوالات

- ۱۔ مکہ پر فوج کشی کے اسباب کیا تھے۔
- ۲۔ سرکارِ رسالتؐ کن مقاصد کے پیش نظر عساکرِ قاہرہ کو لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے؟ اور مکہ معظمہ کس طرح فتح ہوا؟

۳۔ فتح مکہ پر سرکارِ رسالت کی شانِ عفو و رحمت کو بیان کیجئے اور عفو کی کیا شرائط تھیں؟

۴۔ بیٹنے لین پول نے واقعہ فتح مکہ کو کن الفاظ میں بیان کیا ہے؟

۵۔ علامہ شبلی نے فتح مکہ کی تصویر کشی کن الفاظ میں کی ہے؟ اور ہندہ کے اظہارِ اسلام کو کن الفاظ میں بیان کیا ہے؟

۶۔ بنی امیہ اور ان کے سردار ابو سفیان کے اسلام کو نفسیاتی طور پر بیان کیجئے اور بیان کیجئے کہ جناب امیرِ علیہ السلام نے ان کے اسلام کی حقیقت کو کن الفاظ میں بیان کیا ہے؟

۷۔ بنی امیہ کے ساتھ سرکارِ رسالت نے کیا روش اختیار کی اور کیوں؟ لیکن بنی امیہ کی قلبی کیفیت کیا رہی؟

۸۔ کعبہ میں ثبت شکنی کا منظر بیان کرو اور بتلاؤ کہ تطہیرِ کعبہ کے بعد سرکارِ رسالت نے کیا کیا؟

۹۔ قریش مکہ کی شکست کے اسباب بیان کرو۔

۱۰۔ فتح مکہ کے نتائج کیا ہیں؟

# پودھوں اور جانوروں کا

## جنگِ حنین اور طائف کا محاصرہ

شوال ۱۰ ہجری ۶۱۳ء

فتح مکہ کے بعد لوگ جوق در جوق مسلمان ہونے لگے۔ بعض مشرک قبائل یہ حالت

جنگِ حنین کے اسباب

دیکھ کر بہت مشتعل ہوئے۔ اس پر بنی ثقیف، ہوازن، بنی سعد اور بنی حنظلہ کے صحرائی قبائل متحد ہو کر رطنے پر آمادہ ہو گئے۔ یہ بنی ثقیف وہی ہیں جنہوں نے طائف میں رسول اللہ سے بد سلوکی کی تھی اور آنحضرت پر پتھر برسائے تھے۔ بنی ہوازن اور بنی ثقیف طائف کے گرد و نواح میں مکہ سے ساٹھ ستر میل کے فاصلہ پر آباد تھے۔ یہ لوگ بہت خونخوار اور سرکش تھے۔ کسی کی اطاعت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے جب اسلام کو نہایت تیزی سے پھیلنے دیکھا۔ تو گھبرا گئے۔ اور خیال کرنے لگے کہ اگر اسلام کی ترقی کا یہی عالم رہا۔ تو ایک دن ہمیں ختم کر کے اپنی اطاعت لے آئیں گے۔ انہوں نے ایچی بھج کر ارد گرد کے قبیلوں کو جمع

کر لیا۔ جب سرکار رسالت کو ان کے مذموم ارادوں کا علم ہوا۔ تو حضورؐ بھی تیار ہو گئے۔

حکم شوال ۸ھ، ۶۶ جنوری ۶۳۳ء بروز دو شنبہ سرکار رسالتؐ

**جنگ**

مکہ سے روانہ ہوئے۔ بارہ ہزار یا پڑوسیوں کے ساتھ سولہ ہزار فوج رکاب سعادت انتساب میں تھی۔ ان میں دس ہزار ہاجر و انصار تھے جو مدینہ سے ہمراہ آئے تھے۔ دو ہزار اہلئی مکہ تھے۔ جن میں سے بعض بھی مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے۔ چنانچہ صفوان بن امیہ کافر بھی ہمراہ تھا اس سے سرکار رسالتؐ نے ایک سوزہ اس جنگ کے لئے عاریت لی تھی۔ تاریخ خمیس میں ہے کہ انسی مشرکین حضرت کے ساتھ تھے۔

حسب معمول اس جنگ میں بھی حضرت باسدالتد الغالب علیٰ ابن ابی طالبؐ علمدار تھے۔ حرب مسلمان وادی حنین میں پہنچے۔ تو دشمن کی فوج پہلے سے موجود تھی۔ غنیم کی فوج جا بجا پہاڑ کے دروں میں چھپ گئی تھی مسلمان اس سے واقف نہ تھے۔ صبح کو راستے کی تنگی کی وجہ سے متفرق ہو کر آگے بڑھے۔ اس متفرق ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔ کہ فتح مکہ سے اور اپنی تعداد کی زیادتی اور سامان کی فراوانی کے سبب مسلمان کچھ مغرور اور لاپرواہ سے ہو گئے تھے۔ اور ان کے دلوں

میں کچھ نخوت سی آگئی تھی۔ چنانچہ روضۃ الصفاء، روضۃ الاحباب تاریخ خمیس اور تاریخ حبیب السیر وغیرہ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت ابو بکر نے مسلمانوں کا یہ شاندار لشکر دیکھ کر کہا تھا کہ آج ہم کئی لشکر کے سبب

شکست نہ پائیں گے۔ اس غرور کا نتیجہ یہ تھا۔ کہ مسلمانوں کے آگے بڑھتے ہی دشمن اپنی گھات سے نکل پڑے اور اس انداز سے نکلے۔ کہ مسلمان حیران رہ گئے۔ تیروں، پتھروں اور تیروں کی بوچھاڑ سے گھبرا گئے اور ایسا تتر بتر ہوئے۔ کہ صرف سرکار رسالت اور چند قدیمی جان نثار میدان میں رہ گئے۔

خنگ ہیں کن لوگوں کے قدم اکھڑ گئے | سب سے پہلے حضرت خالد بن

ولید جو بیت المقدس کے نام سے مشہور ہیں۔ نے میدان چھوڑا۔ اس کے بعد کفار قریش نے کہ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ راہ فرار اختیار کی۔ پھر باقی اصحاب و انصار چل دیئے۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر بھی قدم نہ جما سکے۔ بہت سے مسلمان مارے گئے۔ کئی زخمی ہوئے۔ سرکار رسالت نے بہت پکارا اے اصحاب بیعت الرضوا! تم اپنے رسول کو تنہا چھوڑ کر کہاں جاتے ہو مگر کسی نے ایک نہ سنی اور کسی نے پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ نفسا نفسی پڑی ہوئی تھی۔ اس طرح مسلمانوں کو شکست ہو گئی۔

خنگ خن ہیں نبی امیر کی اندرونی کیفیت کا اظہار | سب سے پہلے

۱۔ تاریخ خمیس، روضۃ الاحباب، روضۃ الصفا۔ حبیب البیسر

ہیں کہ کفار قریش خصوصاً بنی امیہ فتح مکہ میں دب کر اور شکست کھا کر مسلمان ہوئے۔ ان کے دلوں پر اسلام کا اثر نہیں تھا اور وہ دل میں مخالف اسلام تھے چنانچہ جنگ حنین میں ان ظاہری مسلمانوں کے بغض اور کینے خوب ظاہر ہو گئے۔

اس موقع پر ابو سفیان بن حرب بنی امیہ کا سردار جو فتح مکہ کے موقع پر بظاہر مسلمان ہو چکا تھا اپنے ترکش کوبتوں سے بھرے ہوئے مستعد کھڑا تھا۔ اور ہنس کر کہتا تھا۔ ابھی کیا ہے، مسلمان تو سمندر تک بھاگے گئے جعفر بن ابیہ کے بھائی حکمہ بن امیہ سے بھی پکار کر کہا۔ اب محمد کے جادو کا اثر جاتا رہا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی تخریر فرماتے ہیں کہ جنگ حنین میں حبیب مسلمانوں کی اکثریت میدان جنگ سے پسپا ہوئی۔ تو ابو سفیان نے کہا۔ یس جادو ختم ہو گیا۔

حبیب یسری ہے کہ حبیب مسلمان بھاگ گئے تو آنحضرتؐ نے مجبوراً اپنا خنجر لڑنے کے لئے آگے بڑھایا۔ مگر حضرت عباسؓ نے نگام تمام لی اور لڑنے سے روکا ان کی آواز بہت بلند تھی۔ ان حضرتؓ کے حکم سے انہوں نے بھاگنے والے مسلمانوں سے لڑا۔

سے گروہ انصار! سے اصحاب الشجرہ! سے اصحاب سورہ بقرہ! کہاں جاتے ہو یہ آواز سن کر مسلمان جمع ہونے لگے۔ اس اثناء میں دشمن باندی سے آراستے میدان میں خوب جنگ ہوئی۔ چند گھنٹوں میں دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے اور مسلمانوں کو بے اندازہ مال غنیمت ہاتھ لگا۔

۱۔ مستطانی شرح بخاری جلد ۴ ص ۳۶۶۔ معارف ابن تیمیہ ص ۵۰۔ روئے التاثر بولہ شریعہ  
کامل جلد ۷ ص ۱۵۔ تاریخ ابوالنضار ص ۱۵۰۔ مدارج النبوة۔

اس جنگ کا حال قرآن حکیم کی سورۃ توبہ میں موجود ہے (حنیب الیسر)

جنگ حنین میں پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنے پیروں کو فرمایا کہ ان سے لڑو اور چار مسلمان مارے گئے۔ ان ستر کافروں میں سے

چالیس تنہا حضرت عبداللہ الغالب علی مرتضیٰ نے قتل کر دیے۔

جنگ کے ثابت قدم | اس جنگ میں حضرت علیؑ، ابو سفیان بن الحارث  
حضرت عباس اور حضرت عبداللہ بن مسعود

ثابت قدم رہے۔ اور آنحضرتؐ کو دشمن کی زد سے بچاتے رہے۔

بنی امیہ کو مال غنیمت  
باوجودیکہ ابوسفیان اور اس کے بیٹے یزید  
معاویہ مسلمانوں کے فرار پر کھینچیاں اڑے

تھے۔ اور انہوں نے کسی طرح کی مدد نہیں کی تھی۔ مگر اس پر بھی آنحضرتؐ نے شخص  
ان لوگوں کی تالیف قلوب کے لئے غنیمت غزوہ حنین میں سے انہیں حصہ دیا۔  
چنانچہ ابوسفیان اور اس کے بیٹوں یزید اور معاویہ تینوں میں سے ہر ایک کو سو  
اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی مرحمت فرمائی۔

حبیب رحمۃ اللہ علیہ کے لطف و کرم سے تین سو اونٹ اور ایک سو بیس اونٹ  
چاندی ابوسفیان اور اس کے بیٹوں یزید اور معاویہ کو ملی۔ تو ان کی ہاتھیں کھل گئیں  
اور شرط مسرت سے کہنے لگے۔ یا رسول اللہ! آپ تو جنگ و صلح دونوں حالتوں  
میں صاحبِ کرم ہیں۔

سید مرتضیٰ ابن ہشام، حبیب الیسر۔ ۱۷۰ | حواہیب لدنیہ، تاریخ حبیب، فتح الباری  
۱۷۰ | تمدن اسلام، مؤلفہ جرتی زیدان عبدسالو، مؤرخ حالات، مؤلفہ القلوب، ص ۵۵ و ۵۶

بھی امیدہ کو مال غنیمت ملنے پر انصار کی افسوس کی عظیمہ کے منتقلی | جب انصار ہیں اس

چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ تو آنحضرتؐ نے اس عظیمہ کی مصالحت اور اس کی تالیف قلب کی وجہ بیان کی اور ابو سفیان، ویزید و معاویہ کے قریب بہ کفر پہنچنے کو فرما کر فرمایا۔

رسول اللہؐ نے انصار سے فرمایا۔ میں نے ان لوگوں کو جو قریب بہ کفر ہیں ان کی تالیف قلب کے لئے یہ عطا کیا ہے۔ کیا ہے انصار! تم اس امر سے

راضی اور خوشنود نہ میں ہو۔ کہ تم لوگ تو اپنے نبی کے ساتھ رحمت الہی ہیں گھٹن کو واپس جھاؤ۔ اور یہ لوگ جو قریب بہ کفر ہیں۔ دنیا کا مال و دولت بھیڑ کر بھاگنے لے کر اپنے گھروں کو واپس جاؤ۔

شارح تیسرے القاری نے اس ضمن میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ ہولناقی تالیف قلب وہ تاریخ مسلمان ہیں جو فتح مکہ کے بعد مجبور ہو کر مسلمان ہوئے۔ ابو سفیان و معاویہ وغیرہ۔

مسلمانوں کو اپنی طاقت پر بڑا  
جنگ جہنم میں فرار کے اسباب  
غور ہو گیا تھا۔

۱۔ مسلمانوں کی اکثریت ہتھی  
۲۔ مسلمانوں کی اکثریت ہتھی  
تاریخ میں ہمراہ آئے تھے۔

مجلس تیسرے القاری ص ۱۰۵ و ۱۰۶ و ۱۰۷ و ۱۰۸ و ۱۰۹ و ۱۱۰ و ۱۱۱ و ۱۱۲ و ۱۱۳ و ۱۱۴ و ۱۱۵ و ۱۱۶ و ۱۱۷ و ۱۱۸ و ۱۱۹ و ۱۲۰ و ۱۲۱ و ۱۲۲ و ۱۲۳ و ۱۲۴ و ۱۲۵ و ۱۲۶ و ۱۲۷ و ۱۲۸ و ۱۲۹ و ۱۳۰ و ۱۳۱ و ۱۳۲ و ۱۳۳ و ۱۳۴ و ۱۳۵ و ۱۳۶ و ۱۳۷ و ۱۳۸ و ۱۳۹ و ۱۴۰ و ۱۴۱ و ۱۴۲ و ۱۴۳ و ۱۴۴ و ۱۴۵ و ۱۴۶ و ۱۴۷ و ۱۴۸ و ۱۴۹ و ۱۵۰ و ۱۵۱ و ۱۵۲ و ۱۵۳ و ۱۵۴ و ۱۵۵ و ۱۵۶ و ۱۵۷ و ۱۵۸ و ۱۵۹ و ۱۶۰ و ۱۶۱ و ۱۶۲ و ۱۶۳ و ۱۶۴ و ۱۶۵ و ۱۶۶ و ۱۶۷ و ۱۶۸ و ۱۶۹ و ۱۷۰ و ۱۷۱ و ۱۷۲ و ۱۷۳ و ۱۷۴ و ۱۷۵ و ۱۷۶ و ۱۷۷ و ۱۷۸ و ۱۷۹ و ۱۸۰ و ۱۸۱ و ۱۸۲ و ۱۸۳ و ۱۸۴ و ۱۸۵ و ۱۸۶ و ۱۸۷ و ۱۸۸ و ۱۸۹ و ۱۹۰ و ۱۹۱ و ۱۹۲ و ۱۹۳ و ۱۹۴ و ۱۹۵ و ۱۹۶ و ۱۹۷ و ۱۹۸ و ۱۹۹ و ۲۰۰



۴ - دشمن نے بہتر مقامات پر پہلے قبضہ کر لیا تھا۔

۵ - مسلمان بنی ثقیف اور ہوازن کی تیر اندازی سے گھبرا گئے۔

دشمن کی شکست خوردہ فوج لپسا ہو کر  
**اوطاس، الیہ اور طائف** تین مقامات کی طرف ہٹی اور اوطاس

میں جمع ہو گئی۔ ابو موسیٰ اشعری کی قیادت میں ایک لشکر نے اوطاس پہنچ کر  
 انہیں منتشر کر دیا۔ جنگ میں ابو عامر مارا گیا۔

وادی الیہ میں دشمن کے تعاقب میں خود رسول اللہ پہنچے۔ اور وہاں  
 کے قلعہ کو سہارا کر دیا۔

طائف میں دشمن قلعہ بند ہو گیا۔ مسلمانوں نے محاصرہ کیا۔ مگر پھر

محاصرہ اٹھان دیا۔ دوران محاصرہ میں لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ  
 دشمن کے لئے بددعا فرمائیں۔ رسول اللہ نے دست وعایند فرمائے اور

دعا کی۔ یا اہلبنا! بنی ثقیف کو ہدایت دے اور آستانہ اسلام پر لا۔

چنانچہ دعا قبول ہوئی اور بنی ثقیف مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد وہی قلعہ

میں سرکار رسالت واپس مدینہ تشریف لائے۔

## سوالات

- ۱ - غزوہ حنین کے اسباب کیا تھے ؟
- ۲ - غزوہ حنین کی کیفیت بیان کیجئے اور مسلمانوں کے اس جنگ میں فراہ کے کیا اسباب تھے ؟ اس جنگ میں مشاہیر میں سے کس کس نے فراہ اختیار کیا ؟ اور کون کون ثابت قدم رہا ۔
- ۳ - ابوسفیان کے اسلام سے بعض اور کینے کس طرح ظاہر ہوئے ۔
- ۴ - جنگ حنین میں کس قدر کافر قتل ہوئے ۔ ان میں سے اسد اللہ الغالب کے ہاتھ سے کتنے کافر مارے گئے
- ۵ - سرکار رسالتؐ نے عنایت میں سے ابوسفیان اور اس کے بیٹوں کو کیا دیا اور کیوں ؟
- ۶ - انصار کی افسردگی کا کیا سبب تھا ؟ اور رسول اللہؐ نے اسے کس طرح دور کیا ۔
- ۷ - جنگ حنین میں فتح کے بعد دشمن کا کس طرح تعاقب کیا گیا ؟
- ۸ - جنگ حنین کے بعد رسول اللہؐ کی دعا اور اس کا اثر بیان کرو ۔

# پندرہواں باب

سرکار رسالت کا رویوں سے مقابلہ

پندرہواں باب کا اول شمارہ نومبر ۱۹۲۶ء

مغز وہ پندرہواں شمارہ نومبر ۱۹۲۶ء

## علیٰ خلیفہ رسول

اس زمانہ میں عرب کے شمال میں مشرقی رومی سلطنت (Roman Empire) پھیلی ہوئی تھی۔ اس وسیع علاقہ کا صدر مقام قسطنطنیہ تھا۔ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ رومیوں اور ایرانیوں کے درمیان سے اپنے ملحقہ علاقوں کی سرحدوں پر چھوٹی چھوٹی عرب ریاستیں قائم کی ہوئی تھیں۔ جو ان کی باجگذاہ تھیں اور ان کے اور عرب کے درمیان بفر سٹیٹ کے کام دیتی تھیں۔

عرب کے شمالی علاقہ میں رومی سرحد پر جو عرب آباد تھے، وہ غسان قبیلہ سے تھے وہ عیسائی بھی ہو چکے تھے اور انہوں نے رومی تمدن کو بھی اختیار کر

لیا تھا اور وہ اس اجنبی تمدن پر نازاں تھے۔ مشرق کی طرف جو عرب آباد تھے، وہ ایران کی ساسانی حکومت سے متاثر تھے۔ ایرانیوں کی وقاداری کا دم بھرتے تھے اور انہوں نے ایرانی مذہب اور ایرانی تہذیب و تمدن کو اپنا لیا تھا۔

## مسلمانوں اور روپیوں کی چپقلش کے اسباب | ۱۔ اس وقت تک سرکار

رسالت محمد مصطفیٰ کی مشرق میں عرب اور یہود سے لڑائیاں ہوئی تھیں جن میں عرب کو پے درپے شکستیں ہوئیں اور یہود بھی خیبر کے ایک ہی چھٹکے سے ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئے۔ اسلام کے اس روز افزوں فوجی اقتدار اور اسلام کی مسلسل نشر و اشاعت کا نتیجہ روپیوں اور مسلمانوں کی چپقلش میں نمودار ہوا کیونکہ مشرقی رومی سلطنت مسلمانوں کے اس سیاسی اقتدار کو برداشت نہ کر سکی۔

۱۔ رومی سرحد کے عرب سردار جو روم کی سامراجی طاقت کے ہاتھ بیکے ہوئے تھے اور غیر ملکی آقاؤں کی سرپرستی میں ذمی وقار اور صاحب اقتدار تھے، اسلام کی روز افزوں ترقی کے آئینہ میں اپنی طاقت کا زوال دیکھ کر مشتعل ہو گئے۔

۲۔ عرب قبائل کے قبول اسلام اور سرکار رسالت کے تبلیغی و دعوت ناموں کے اثرات نے انہیں مسلمانوں کے خلاف محاذ قائم کرنے پر آمادہ کر دیا۔

۳۔ سرکار رسالت کے قاصد حارث بن عمیر کو جو حضور کا خط ریاست بصری کے سردار کے نام لے جا رہا تھا، شہر اجیل غسانی نے جو موتہ کا سردار تھا قتل کر دیا

تھا۔ اور یہ عربین الاقوامی آئین *International Law* کے خلاف تھا۔ اس لئے حارث کے خون کا انتقام لینے کے لئے مسلمانوں میں

جوش تھا۔

حضرت زید بن حارثہ در سرکار رسالت  
 کے آزاد کردہ غلام، کی قیادت میں

## جنگ موتہ ۶۲۶ء

مسلمانوں کی تین ہزار فوج روانہ ہوئی۔ اور فوج کو ہدایت کی گئی کہ اگر حضرت  
 زید بن حارثہ شہید ہو جائیں تو فوج کی کمانڈ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ سنبھال لیں اور  
 اگر وہ بھی شہید ہو جائیں۔ تو عبداللہ بن رواحہ کی سالاری میں یہ جنگ لڑی جائے  
 شرجیل معمولی طاقت کا سردار تھا جب اس نے مسلمانوں کی پیش قدمی کی خبریں  
 سنیں، بہت خوفزدہ ہوا اور اس نے عرب حکمرانوں اور مشق کے رومی حاکم سے  
 امداد طلب کی۔ چنانچہ بہت تھوڑے زمانہ میں ہر طرف سے اسے کمک ملی۔  
 وہ ایک لاکھ فوج جو ہر طرح کے سامان حرب سے مسلح تھی لے کر مسلمانوں  
 کے مقابلہ میں میدان میں آڈٹا حضرت زید بن حارثہ کا خیال تھا کہ نازک  
 صورتِ حالات کی اطلاع رسول اللہؐ کو دی جائے۔ کیونکہ ایک لاکھ کے مقابلہ میں صرف تین  
 ہزار فوج تھی اور مقابلہ بہت سخت تھا۔ مگر حضرت عبداللہ بن رواحہ نے اپنے مشورہ  
 سے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا اور کہا کہ یہ امر ہلکے بھڑبھڑ شہادت کے منافی اور  
 عشق رسول اللہؐ کے خلاف ہے۔ مقام موتہ پر جنگ کا آغاز ہوا مسلمانوں  
 کی یہ قبیل فوج اتنی بڑی کثیر اکثریت کے مقابلہ میں بڑی سرفروشی اور  
 جانبازی سے لڑی۔ حضرت زید بن حارثہ نے حقِ خلوص و وفا ادا کیا  
 اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے علم رسالت  
 کو سنبھالا۔ اور سالاری لشکر کے منصب پر فائز ہوئے۔ آپ اسد اللہ الغالب

علی مرتضیٰ کے بھائی تھے۔ ایسا جان توڑ مقابلہ کیا۔ کہ اسلام کی تاریخ میں زیر لفظ  
 میں درخشاں رہے گا۔ دونوں بازو کٹنے پر بھی اسلامی علم کو سترگوں نہ ہونے دیا شہید  
 ہوئے۔ آپ کی لاش پر سو کے قریب زخم تھے۔ سب کے سب جسم کے اگلے حصہ پر تھے  
 پشت پر ایک بھی نہ تھا۔ اسلامی روایات میں ہے کہ بازوؤں کی قربانی پر اللہ نے  
 انہیں دو پر عطا فرمائے ہیں جن سے وہ جنت میں پرواز کرتے ہیں۔ اس لئے  
 آپ جعفر طیار کے نام سے مشہور ہیں۔

حضرت جعفر طیار کی شہادت پر قیادت لشکر کو حضرت عبداللہ بن رواحہ  
 نے سنبھالا۔ یہ وفادار غازی بھی حق و فادار کے شہید ہوئے۔ جب رسول اللہ کے مانرو  
 تینوں سردار شہید ہو چکے تو پھر خالد بن ولید نے خود فوج کی کمانڈ اپنے ہاتھ میں  
 لی۔ اور یہ دیکھ کر کہ دشمن سے مقابلہ آسان نہیں۔ نہایت خوش اسلوبی سے لپسا  
 ہوئے اور سیاسی تدبیر سے باقی ماندہ فوج کو دشمن کے زغہ سے نکال کر  
 واپس لے آئے۔

جب یہ ہر میت خوردہ فوج مدینہ کے قریب پہنچی۔ اور اہل شہر اس کی  
 مشالیت کو لکے تو لوگ غم خواری کی بجائے ان کے چہروں پر خاک ڈالنے لگے  
 کہ او فریو تم خدا کی راہ سے بھاگ آئے (سیرۃ النبی جلد ۲ ص ۳۷)

شہداء و شہداء

علی مرتضیٰ علیہ السلام اور دارالسلطنت میں قائم مقام  
 اسپاہ جنگ ۱۱۔ جنگ موتہ میں مسلمانوں کی سپاہی سے سرحد کے

معاند عرب سرداروں کے حوصلے بڑھ گئے تھے اور وہ اپنے غیر ملکی آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے اسلامی سلطنت پر حملہ کر کے مراکز اسلام مکہ و مدینہ پر قبضہ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔

۱۳۔ حجاز پر رومی حملہ کی افواہیں عام طور پر پھیل رہی تھیں۔

۱۴۔ شام سے آنے والے تاجروں کی فوج کی تیاریاں اور فوجی قیام گاہوں کے متعلق عجیب و غریب افسانے بیان کر رہے تھے۔

۱۵۔ یہ بھی افواہ گرم تھی کہ رومی سرحد کی فوج کے لئے ہر قیل کے چالیس ہزار لکڑی کے پیچھے۔

۱۶۔ شام کے قبطنی تاجروں نے اطلاع دی کہ اسلامی سلطنت کی سرحد پر ایک کثیر فوج جمع ہے جس کا مقدمہ الجیش (Front Line) یقیناً تک پہنچ گیا ہے۔

۱۷۔ ان وحشت ناک خبروں سے منافقوں کو تو مسلمانوں میں خوف و ہراس پھیلانے کا موقع مل گیا تھا۔ وہ ان خبروں کو بڑھا چڑھا کر بیان کر رہے تھے۔

ان حالات میں ضروری تھا کہ سرکار رسالت رومی حملہ کے تدارک کے لئے اختیاطی تدابیر اختیار فرمائیں۔ معاند سرداران عرب کے حوصلے لپٹ کریں

اور ان کی ملک کے خلاف خدا ناکہ جدوجہد کا خاتمہ کریں اور خوف و ہراس کی فضا کو دور کر کے ان کے حوصلوں کو چولپنت ہو چکے تھے۔ بڑھاپس۔ اس

لئے رسول اللہ نے رضا کاران اسلام کو تیاری کا حکم دیا۔ باوجودیکہ موسم گرم تھا ملک میں قحط کے آثار بھی نمایاں تھے۔ منافق خود بھی لڑائی سے جی چراتے تھے

اور عوام مسلمانوں کو بھی خفیہ طور پر روکنا تھے۔ مقابلہ بھی عرب قبائل سے نہ تھا۔ بلکہ اس زمانہ کی متمدن ترین سلطنت رومن امپائر سے تھا۔ گو یہ منظم شہنشاہی سے کھڑی تھی۔ انہی روکاؤں کے باوجود فخریہ مسلمان ایشیا آذربائیجان میں پورے آریے اور تیس ہزار فوج جنگ کے لئے تیار ہو گئی۔ اس جمعیت کو دیکھ کر بعض مہتمل صحابہ نے بھی جنگی امداد کے لئے رقوم پیش کیں۔

سیرکار رسالت نے  
**دارالسلطنت میں نظام ملکی علی کے ہاتھ میں**  
 روانگی سے پہلے

جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ کو اپنا جانشین اور خلیفہ مقرر فرمایا اور تمام نظام ملکی ان کے ہاتھ دے کر روانہ ہوئے۔ اس کی کئی وجوہ ہیں

۱۔ اپنی وفات سے بہت قلیل عرصہ پہلے حضرت علی کو اپنا قائم مقام نامزد فرمانا اس امر کی دلیل ہے کہ رسول اللہ کے بعد وہ زیادہ حکومت کو ہاتھ میں لینے کے سب سے زیادہ مستعد ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ اپنی زندگی میں قائم مقامی کے منصب پر سزا فرما رہے ہیں۔

۲۔ اس غزوہ میں رسول اللہ نے غنائم اہتمام فرمایا اور ہر غزوہ سے زیادہ فوج اپنے ہمراہ لے گئے۔ چونکہ مدینہ میں بہت کھوڑی فوج رہ گئی تھی۔ اس لئے ضرورت تھی کہ کسی بہترین مدبر کو قائم مقامی کے لئے مامور کیا جائے جو بہادر اور جنگ آزمایا بھی ہو۔ تاکہ اگر دشمن مدینہ پر حملہ آور ہو۔ تو وہ اس حملہ کا تدارک اور شجاعت سے جواب دے سکے۔

۳۔ بہت سے منافق یہاں نہ کر کے مدینہ میں رہ گئے تھے۔ اور بہت سے



راستے سے واپس آگئے تھے۔ لہذا ان کی طرف سے بہت خطرہ لاحق تھا کیونکہ ان کا نہ جانا اور واپس آنا اس کی دلیل تھی کہ وہ آنحضرت کی غیبت میں کوئی فتنہ بپا کرنا چاہتے تھے۔ ان حالات کے تحت آنحضرت کا یہ انتہائی تدبیر تھا۔ کہ حضرت علیؑ کو اپنا قائم مقام بنا کر نظامِ ملکی کو ان کے ہاتھ میں سے جلائیں۔ تاکہ وہ آڑے وقت میں اپنی بہترین سیاسی قابلیتوں کو نمایاں کر کے انتظامِ ملکی میں خلل نہ آنے دیں۔

جناب رسالت مآب نے اہل المؤمنین کو یہ تاکید فرمائی کہ اطاعتِ علیؑ سے باہر نہ ہوں۔ غالباً اس اندیشہ کے پیش نظر کہ کوئی منافقین سے تعاون نہ کرنے پائے۔ رسول اللہؐ روانہ ہو چکے تھے کہ منافقین نے اس تقرر کے سلسلے میں حضرت علیؑ کو افسردہ خاطر کرنے کے لئے افواہیں پھیلا کر شروع کر دیں حضرت علیؑ پھر مدینہ سے باہر خدمتِ رسالت میں حاضر ہوئے اور اس تقرر کی وضاحت چاہی تو حضورؐ نے فرمایا۔

یا علیؑ انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ اِنَّہ لابی بعدی  
اے علیؑ! تجھے میرے نزدیک وہی مرتبہ حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰؑ  
کے نزدیک تھا۔ ہاں میرے بعد نبی نہیں ہے۔

۱۔ بخاری جلد ۲ صفحہ ۲ مناقب علیؑ، مسلم الجزء ۷ صفحہ ۱۲ مناقب علیؑ، سنن ابن ماجہ الجزء ۱  
صفحہ ۵۵۔ سنن ترمذی مناقب علیؑ، مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۰۹ و ۱۳۳۔ استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۰۵  
ترجمہ علیؑ، مستدرک داؤد۔ طبایسی صفحہ ۲۸ و ۲۹۔ حدیث ۲۰۳ و ۲۰۵ و ۲۰۹ و ۲۱۳  
طبقات ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۱۲۱۔

اسلامی لشکر کی زندگی | سرکار رسالت تیس ہزار فوج کے ساتھ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔ ان میں دس ہزار سوار تھے اور بیس ہزار پیادہ فوج تھی۔ سرکار رسالت کی اس فوج نطفہ موج نے بتوک کے مقام پر جا کر ڈیرے ڈال دیئے۔ یہ مقام سرحدِ شام پر واقع تھا۔ وہاں پہنچ کر دریافت حالات پر معلوم ہوا کہ رومی حملہ کا فوری امکان نہیں ہے۔ البتہ غیر ملکی غلامی میں مست غسانی اور دیگر قبائل کے معاند سردار مسلمانوں کے خلاف جدوجہد میں سرگرم ہیں۔ چونکہ جنگ کا فوری خطرہ نہیں تھا۔ اس لئے پیغمبر اسن کچھ عرصہ سرحد پر قیام فرما کر مدینہ طیبہ واپس چلے آئے۔

غزوہ بتوک کے نتائج و اثرات | اگرچہ رومیوں سے جنگ نہ ہوئی۔ مگر اس غزوہ مبارکہ کے اثرات بہت خوشگوار تھے۔

۱۔ تیس ہزار لشکر کی موجودگی کا اثر نہایت اچھا پڑا۔ مختلف سرداروں نے اطاعت قبول کر لی۔

۲۔ دومتہ الجندل جو عرب کے مختلف کاروانی راستوں کا مقام اتصال (Junction) تھا۔ اس مقام کو سیاسی اور اقتصادی طور پر بڑی اہمیت حاصل تھی۔ مسلمانوں کے احاطہ اقتدار میں آگیا۔ پہلے یہ علاقہ اکیدر نامی حاکم کی قیادت میں قیصر روم کے اقتدار میں تھا۔ چونکہ سلطنت روم کے زیر اثر علاقہ سے اسلامی سلطنت کو خطرہ تھا۔ اس لئے رسول اللہ نے چار سو کے مختصر سے لشکر کو دومتہ الجندل کی طرف روانہ کیا۔ اکیدر گرفتار

ہوا۔ اور پھر اس شرط پر رہا کیا گیا۔ کہ مدینہ پہنچ کر رسول اللہ سے معاہدہ کرے۔ چنانچہ وہ دربار رسالت میں حاضر ہوا اور اسلامی سلطنت کی سرپرستی منظور کر لی۔ اس طرح یہ اہم مقام مسلمانوں کے زیر اقتدار آ گیا۔ اس کے بعد اکیسویں مسلمان ہو گیا۔

۴۶۔ حجاز کے شمال میں بحیرہ قلمزیم کے ساحل پر ایلہ کی بندرگاہ تھی یہی ایلہ ہے جو موجودہ زمانہ میں عقبہ کہلاتا ہے اور شرقی اردن کی مملکت میں شمال ہے۔ یہاں ایک عیسائی سردار یوحنا نامی حکمران تھا۔ یہ دربار رسالت میں حاضر ہوا۔ حضور سے معاہدہ کیا اور تحفہ کے طور پر ایک چمچ پیش کیا۔ رسول اللہ نے اسے ایک چادر عطا فرمائی۔ اور ایسی شرط پر معاہدہ کیا جس سے رسول اللہ کی فراخ دلی نمایاں تھی۔

۴۷۔ جرباء اور اذرح کے عیسائیوں نے بھی اطاعت قبول کر لی۔ ان سرداروں کو سرکار مدینہ کے وفادار رہنے اور خرچ یعنی جزیہ ادا کرنے پر لپٹے مذہب پر پوری آزادی سے عمل کرنے کی اجازت عطا ہوئی۔ اور نظام حکومت میں ان کی کامل آزادی کو تسلیم کر لیا گیا۔

۴۸۔ مسلمانوں کی سلطنت رومیوں کی سرحدوں تک پھیل گئی۔ سرکار رسالت اس اہم میں ۵۰ دن مدینہ سے باہر رہے۔ رمضان ۱۰ھ میں واپس تشریف لائے۔

سرکار رسالت نے بیت المقدس کے راہبوں کو جو جبل سینا میں آباد تھے۔ قرطاس نصاریٰ

( CHARTER TO THE CHRISTIAN ) عطا فرمایا

جو اسلامی رواداری کی روشنی اور عظیم الشان یادگار ہے۔ اس اعلان کے ذریعہ سے مسیحیوں کو نہایت اہم مراعات عطا فرمائیں اور اس فرمانِ سالانہ کی خلاف ورزی کرنے والے مسلمانوں کے لئے سخت سزاؤں تجویز فرمائیں۔ اس فرمان کی ضروری دفعات یہ تھیں۔

۱۔ عیسائیوں کے گرجوں اور ان کے رہائوں کی حالتوں کی حفاظت کی جائے گی اور انہیں کسی قسم کا نقصان نہ پہنچنے دیا جائے گا۔

۲۔ ان پر کوئی ناجائز ٹیکس عائد نہیں کیا جائے گا۔

۳۔ کسی عیسائی پادری، قس، اور لٹھیپ کو اس کے عہدے سے برطرف نہیں کیا جائے گا۔

۴۔ کسی عیسائی کو اس کا مذہب چھوڑنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

۵۔ مسجیدیں یا مسلمانوں کے رہائشی مکان تہیہ کرنے کے لئے عیسائی گرجوں کو منہدم نہیں کیا جائے گا۔

۶۔ عیسائی عورتیں جو مسلمانوں کی زوجیت میں ہوں گی۔ اپنے مذہبی حقوق

سے بہرہ ور رہیں گی۔ اور ان پر کسی قسم کا تشدد نہیں کیا جائے گا۔

۷۔ اگر عیسائیوں کو گرجوں اور عیسائی خانقاہوں کی مرمت یا دوسرے

امور کے لئے مدد کی ضرورت ہوگی۔ تو مسلمان ان کی مدد کریں گے۔

# سوالیات

۱۔ مسلمانوں اور روہیوں کی چمپائش کے کیا اسباب تھے ؟

۲۔ غزوہ موتہ کے واقعات کو تفصیل سے بیان کیجئے۔

۳۔ غزوہ بتوک کے کیا اسباب تھے ؟

۴۔ غزوہ بتوک میں سرکارِ رسالتؐ نے اپنا قائم مقام کسے قرار

دیا۔ اور اس کی کیا وجوہات ہیں ؟

۵۔ غزوہ بتوک کے واقعات بیان کیجئے۔

۶۔ غزوہ بتوک کے خوشگوار نتائج کیا تھے ؟

۷۔ قرطاس نصاریٰ سے کیا مراد ہے ؟ اس اعلان میں رسول اللہؐ

نے عیسائیوں کو کن حقوق سے سرفراز فرمایا ؟

# سوطھوال باب

## تسلین سورہ برات واقعہ مباہلہ

ذیقعدہ ۹ - مارچ ۶۲۸ھ

جناب رسالت مآب نے حضرت ابو بکر کو سورہ ۹ کے موسم حج میں سورہ برات کی چالیس آیات کی تسلین پر مامور فرمایا لیکن حضرت ابو بکر کے روانہ ہوتے ہی وحی نازل ہوئی کہ تسلین یا آپ کریں یا علی۔ آپ نے اسی وقت حضرت علی کو حضرت ابو بکر کے پیچھے روانہ کیا اور حکم دیا کہ حضرت ابو بکر سے سورہ برات کی آیات لیں اور خود تسلین کریں حضرت علی خاص ناقہ رسول پر سوار ہو کر چلے اور ایک دن اور ایک رات کے سفر کے بعد حضرت ابو بکر کے پاس جا پہنچے اور اللہ اور اللہ کے رسول کے حکم کے مطابق آیات لے کر روانہ ہو پڑے حضرت ابو بکر وہیں سے واپس سرکار رسالت کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ کیا میرے خلاف کوئی وحی نازل ہوئی ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ حکم نازل ہوا ہے کہ تسلین میں کوئی امیرے اہل بیت میں سے کوئی کرے۔ کوئی غیر نہیں کر سکتا۔ یہ واقعہ مسلمات فریقین سے ہے اور اکثر کتب تواریخ و احادیث میں درج ہے۔ اس واقعہ کے راوی جناب امیر علیہ السلام کے علاوہ ابن عباس، ابو سعید خدری

عبداللہ بن عمر، ابو ہریرہ، سعد بن ابی وقاص، ابو رافع اور انس بن مالک میں یہ نہایت عظیم الشان واقع ہے۔ اس سے کئی نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

- ۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل بیت رسولؐ سے ہیں۔
- ۲۔ جو کار رسالت رسول اللہؐ کر سکتے ہیں وہ علی رضی اللہ عنہ ہی کر سکتے ہیں۔
- ۳۔ الہی حکم سے ہی خلافت و نبیابت ہوتی ہے اُمت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ جسے چاہے نبیابت و خلافت کے لئے چن لے۔
- ۴۔ رسول اللہؐ بھی اللہ کے حکم کے بعد ایسا کر سکتے ہیں۔
- ۵۔ حضرت عائشہؓ کی حضرت ابو بکرؓ پر فضیلت صاف ظاہر ہو گئی۔
- ۶۔ رسول اللہؐ کی نبیابت کے لئے موزوں ترین شخصیت حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان سے بہتر اور زیادہ موزوں کوئی اور شخص نہیں ہو سکتا۔
- ۷۔ عمر میں زیادہ ہونا باعث فضیلت و تزیح نہیں ہے۔
- ۸۔ حضرت ابو بکرؓ تبلیغ سورہ برات سے برطرف ہو کر واپس آئے اگر یہ منصب امارت حج تھا۔ تو حضرت علیؓ کی سرداری میں حج کا قافلہ آگے چلا گیا۔ اگر حضرت ابو بکرؓ میرج تھے۔ تو پھر آل حضرتؓ کی خدمت میں راستہ ہی سے

۱۔ ابن المطالب باب ۴۷۷ از خصائص نسائی، اکثر العمال صفحہ ۲۴۶۔ حدیث ۴۴۰۰ و ۴۴۰۱

حدیث ۴۴۱۱ فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۲۴۸ تفسیر سورہ برات۔ تاریخ حبیب السیر جلد ۱ جز ۲ صفحہ ۷۲۔

طبقات ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۱۳۱۔ صحیح بخاری پارہ ۲ صفحہ ۲۳۸۔ کتاب الصلوٰۃ پارہ ۱۹ کتاب التفسیر

۲۴۱۔ تاریخ ابو الفدا جز ۱ صفحہ ۱۵۰۔ مستدرک حاکم جز ۳ صفحہ ۱۳۳۔ کتاب معرفت الصحابة تاریخ

خمیس ۲ صفحہ ۱۵۶۔ تفسیر الدر المنثور ج ۳ صفحہ ۲۰۹۔ و ۲۱۰۔ تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۱۱۔ تاریخ طبری ج ۳ صفحہ ۲۰۹

ہنے کے کیا معنی ؟

۹۔ حضرت عمر کا غدر کہ دعایہ (مزاح) کی وجہ سے حضرت علیؑ امارت کے لائق نہیں غلط ثابت ہوا۔

نجران مکہ معظمہ سے شتراسی میل کے فاصلہ پر ایک وسیع ضلع واقعہ مہابہ

تھا۔ جہاں عرب ایسیائی آباد تھے۔ یہاں مسیحیوں کا ایک عالی شان کلیسا بھی تھا۔ جسے وہ خانہ کعبہ کا جواب سمجھتے تھے۔ حضرت نے نجران کے علماء کو دعوت دی۔ چنانچہ وہ اپنے آئے اور حضورؐ سے مختلف مسائل پر گفتگو کرتے رہے۔ حضرت نے ہر بات کا مناسب جواب مرحمت فرمایا۔ مگر جواب پانے کے باوجود وہ کٹ جتنی کرنے لگے۔ بتا بریں حکم پروردگار کے مطابق سرکارِ دو عالم نے انہیں مہابہ یعنی قسما قسما کی دعوت دی پہلے تو یہ تیار ہو گئے۔ لیکن جب آنحضرتؐ حضرت علیؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ اور بیٹے عالم کو لے کر جاتے مقررہ پر پہنچے۔ تو یہ عرب عصمت سے اتنے متاثر ہوئے کہ اعترافِ شکست کرنا پڑا۔ سرکارِ دو عالم فرماتے تھے۔ کہ اگر تمہارے نجران مہابہ کرتے۔ تو اس دشت میں آگ برسنے لگتی۔ یہ واقعہ قرآن میں موجود ہے



# سوالات

- ۱۔ واقعہ تبلیغ سورہ برات کو بیان کیجئے۔
- ۲۔ واقعہ تبلیغ سورہ برات سے کیا نتائج اخذ ہوتے ہیں؟
- ۳۔ واقعہ مباہلہ کو تفصیل سے بیان کیجئے۔

## تشریحی باب

تبلیغ اسلام قومی سلطنت، حجۃ الوداع، واقعہ غدیر خم

ولیعہد کی سرکارِ الایت علی مرتضیٰ

سیاسی و مذہبی کام کی تکمیل

تبلیغ اسلام سے قبائل عرب بغیر کسی تبلیغ کے مسلمان ہو گئے۔ غزوہ بدر کے بعد سرکارِ رسالت نے تبلیغ کی مہم کو زیادہ تیز کر دیا۔ یمن۔ ایران کے ماتحت عرب صوبہ تھا۔ اس کے ایک قبیلہ دوس کے رئیس طفیل بن عمرو نے اسلام قبول کیا۔ اس کے اثر و رسوخ سے اس قبیلہ کے اکثر افراد مسلمان ہو گئے جنھیں حضرت ابو ہریرہ اسی قبیلہ سے تھے۔ اشعر قبیلہ کے لوگ خود بخود مسلمان ہو رہے تھے۔ مشہور صحابی ابو موسیٰ اشعری اسی قبیلہ سے تھے۔ یمن کا ایک قبیلہ ہمدان تھا۔ اس قبیلہ کے لوگوں نے عامر بن شہر کو تحقیقات کے لئے مدینہ بھیجا۔ یہ بزرگوار سرکارِ رسالت کی شخصیت، اخلاق اور تعلیمات اسلام سے بہت متاثر ہوئے۔ خود شرفِ اسلام سے مشرف ہوئے

اور واپس جا کر اپنے قبیلہ کو اسلام سے مشرف کیا۔

تبلیغ میں خالد بن ولید کی ناکامی  
اور علی مرتضیٰؓ کی کامیابی

سرکار رسالت نے یمن میں ایک  
باقاعدہ تبلیغی مشن خالد بن ولید  
کی سرکردگی میں بھیجا۔ انہیں وہاں

ناکامی ہوئی۔ چھ مہینے کے بعد ان کی جگہ مولانا مرتضیٰ علیؓ کو روانہ فرمایا۔ آپ  
کی مساعی جمیلہ سے ہمدان، اندرج اور ہذیمہ کے قبائل مسلمان ہو گئے۔

عدن اور زبید میں ابو موسیٰ اشعری، رخیز میں معاذ بن جبل اور صنعاء میں خالد  
بن ولید نے تبلیغ کے فرائض انجام دیئے اور اسلام پھیل گیا۔ بحرین،  
عمان اور شام کے دور دست مقامات میں بھی مبلغین کی مساعی جمیلہ سے  
اسلام کی اشاعت ہوئی۔ اور عرب کا گوشہ گوشہ اسلام کے نور و ضیاء  
سے چمکا اٹھا۔

۱۰ھ، ۱۱ھ، ۱۲ھ، ۱۳ھ، ۱۴ھ، ۱۵ھ، ۱۶ھ، ۱۷ھ، ۱۸ھ، ۱۹ھ، ۲۰ھ، ۲۱ھ، ۲۲ھ، ۲۳ھ، ۲۴ھ، ۲۵ھ، ۲۶ھ، ۲۷ھ، ۲۸ھ، ۲۹ھ، ۳۰ھ، ۳۱ھ، ۳۲ھ، ۳۳ھ، ۳۴ھ، ۳۵ھ، ۳۶ھ، ۳۷ھ، ۳۸ھ، ۳۹ھ، ۴۰ھ، ۴۱ھ، ۴۲ھ، ۴۳ھ، ۴۴ھ، ۴۵ھ، ۴۶ھ، ۴۷ھ، ۴۸ھ، ۴۹ھ، ۵۰ھ، ۵۱ھ، ۵۲ھ، ۵۳ھ، ۵۴ھ، ۵۵ھ، ۵۶ھ، ۵۷ھ، ۵۸ھ، ۵۹ھ، ۶۰ھ، ۶۱ھ، ۶۲ھ، ۶۳ھ، ۶۴ھ، ۶۵ھ، ۶۶ھ، ۶۷ھ، ۶۸ھ، ۶۹ھ، ۷۰ھ، ۷۱ھ، ۷۲ھ، ۷۳ھ، ۷۴ھ، ۷۵ھ، ۷۶ھ، ۷۷ھ، ۷۸ھ، ۷۹ھ، ۸۰ھ، ۸۱ھ، ۸۲ھ، ۸۳ھ، ۸۴ھ، ۸۵ھ، ۸۶ھ، ۸۷ھ، ۸۸ھ، ۸۹ھ، ۹۰ھ، ۹۱ھ، ۹۲ھ، ۹۳ھ، ۹۴ھ، ۹۵ھ، ۹۶ھ، ۹۷ھ، ۹۸ھ، ۹۹ھ، ۱۰۰ھ

عالم الوفود  
مختلف قبیلوں نے مدینہ میں وفود بھیج کر اسلام قبول کیا۔ اور  
دولت اسلامیہ مدینہ سے وفاداری کے معاہدے کر گئے۔

قومی حکومت اور قیام امن  
اس میں مملکت مدینہ کی پوزیشن ایک  
CITY STATE، شہری حکومت

سے زیادہ تھی۔ دس سال کے قلیل عرصہ میں وہ قومی سلطنت  
(National State) ہو چکی تھی۔ سارا ملک اس کی سیاسی  
اور مذہبی قیادت میں آچکا تھا۔ پیغمبر امن نے کامل طور پر اندرونی

قائم کر دیا تھا۔ خارجی فتنوں سے عرب مامون ہو چکا تھا۔ یہی ہونی حکومت  
 (Jewish State) کے خواب پریشان ہو چکے تھے۔ یہودی اور عیسائی  
 ممالک کے محاصل و ٹیکس باقاعدہ ادا کر رہے تھے۔ اور اپنی وفاداری کا یقین دلانے  
 تھے۔ انہیں حقیق شہریت عطا کی گئی تھی اور وہ نہ ہی آزادی سے مستغنی رہتے تھے

سرکار رسالت اپنا کام مکمل کر چکے تھے  
 ایک یورپین مورخ  
 ڈیگریوس اس سلسلہ

میں اس طرح رقمطراز ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت ان کا سیاسی  
 کام غیر مکمل نہیں رہ گیا تھا۔ آپ ایک سلطنت کی سرکار کا ایک سیاسی و  
 نہ ہی دارالسلطنت مقرر کیا گیا تھا۔ نیا دواؤں چکے تھے۔ آپ نے عرب  
 کے منتشر قبائل کو ایک قوم بنا دیا تھا۔ آپ نے عرب کو ایک  
 مشترک مذہب عطا کیا اور ان میں ایک ایسا مستحکم رشتہ قائم کیا  
 جو خاندانی رشتوں سے زیادہ مستحکم اور مستقل تھا۔

سرکار رسالت نے سلسلہ میں حج کا قصد فرمایا۔ یہ حضور کا آخری  
 حج تھا۔ عرب میں عام اعلان ہوا۔ کہ حضور یہ نفس نفس حج کے لئے  
 جارہے ہیں۔ اس اعلان پر عرب کی تعداد کثیر مکہ میں جمع ہو گئی۔ ایک لاکھ آدمیوں  
 کا اجتماع تھا۔ اللہ اللہ اللہ میں جو نبی مکہ سے جلا وطن ہوا تھا۔ حج اپنے  
 پیروؤں کی ایک لاکھ جمعیت کے ساتھ فریضہ حج ادا کر رہا تھا اور تمام عرب

کارو حافی اور سیاسی قائد و سردار تھا۔

**خطبہ حجۃ الوداع** | اس موقع پر رسول اللہ کے انداز اور گفتگو سے معلوم ہوتا تھا کہ حضور اب دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں۔

حضور نے ۹ ذی الحجہ کو میدانِ عرفات میں ایک بسوطِ تقریر فرمائی۔ جس کے اہم اقتباسات کو ہم درج کرتے ہیں۔ یہ تقریر آپ نے ناقہ القصویٰ پر سوار ہو کر فرمائی تھی۔ لوگو! میری بات غور سے سنو۔ شاید مجھے پھر تم سے ملنے کا اتفاق نہ ہو۔

**امورِ جاہلیت اور غیر اسلامی تمدن سے نفرت** | مسلمانو! میں جاہلیت کے ہر امر کو اپنے پاؤں سے

پامال کر رہا ہوں اور جہالت کی سب رسمیں مٹا رہا ہوں۔

**مسلمان کے خون کا احترام** | جس طرح تم اس مہینہ میں اس دن کا احترام عزت و آبرو اور خون کا احترام کرتے رہو۔

**آخرت کی باز پرس** | اللہ تعالیٰ تمہارے ہر کام کا تم سے حساب پیش ہوگا۔ اور عنقریب تم اس کے حضور میں

**خونریزی سے پرہیز** | میرے بعد گمراہ ہو کر کشت و خون اور قتل و غارت کو اپنا شعار نہ بنا لینا۔

**عورتوں کے حقوق** | لوگو! جس طرح عورتوں پر تمہارے حقوق ہیں۔ اسی طرح ان کے متعلق تمہارے فرائض بھی ہیں۔ ان سے نرمی سے سلوک کرنا اور مہربانی سے پیش آنا اور ان کے بارے میں اللہ سے ڈرنے رہنا۔

**غلاموں کے حقوق** | لوگو! غلام بھی اللہ کے بندے ہیں۔ ان پر ظلم نہ کرنا اگر ان سے خطا ہو تو معاف کر دینا۔ تم ان کو وہی کھانا کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور وہی لباس پہناؤ جو خود پہنتے ہو۔

**مساوات اسلامی** | لوگو! یاد رکھو۔ سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ کوئی چیز جو ایک بھائی کی ملکیت ہے دوسرے پر حلال نہیں جب تک وہ خود خوشی سے اسے نہ دے۔

**خلوص عمل و اتحاد** | مسلمانو! عمل میں خلوص مسلمانوں کی خیر خواہی اور جماعت میں اتحاد، یہ تین باتیں ایسی ہیں جو سینہ کو پاک رکھتی ہیں۔

**اہل بیت ذریعہ نجات** | لوگو! میرے اہل بیت تم لوگوں میں مثل کشتی حضرت نوح ہیں۔ تم میں سے جو اس کشتی میں سوار ہو گیا وہ نجات کیا اور جس نے ترک کیا وہ ہلاک ہوا۔ میرے اہل بیت مثل باب حراہی السوریل ہیں۔ تم میں سے جو اس احاطہ میں داخل ہوا۔ وہ نجات کیا۔

۱۔ بیابیح المثنوی شیخ سیدان قندزری نجفی ج اول صفحہ ۲ بروایت حضرت ابو ذر ثرندی نے جس حدیث کا حضرت ابو ذر کی جانب اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے جس کو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع میں فرمایا ہے۔

لوگو! میں تم میں ایسی دو چیزیں چھوڑ کر  
 جاتا ہوں۔ کہ اگر تم ان کے ساتھ متمسک

وہ چیزیں ہیں قرآن و احادیث

کرو گے تو میرے بعد گمراہ نہیں ہوں گے۔ ان میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے  
 کتاب اللہ تو ایک ایسی ہی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک ہے اور میری امت  
 و اہل بیت یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض کوثر  
 پر میرے پاس آئیں گے پس دیکھو۔ میرے بعد ان دونوں کے ساتھ کس طرح  
 متمسک ہوتے ہو۔

لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی اور پیغمبر آئے گا اور نہ کوئی اور  
 جہاد امت پیدا ہونے والی ہے۔

خاتم الانبیاء

لوگو! علیؑ مجھ  
 سے ہے اور

علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں

میں علیؑ سے ہوں۔

لوگو! اپنے اللہ کی عبادت کرو اور سب کجاہ نماز ادا  
 کرو۔ سال بھر میں ماہ مبارک رمضان میں ایک

عبادت الہی

بہینہ کے روزے رکھو۔ اپنے مال کی رضا کارانہ زکوٰۃ ادا کرو۔ خانہ خدا کا  
 حج کرو۔ آخر میں ارشاد فرمایا۔ جو لوگ یہاں موجود ہیں۔ وہ ان لوگوں کو جو یہاں  
 موجود نہیں ہیں تبلیغ کریں۔ ممکن ہے کہ بعض سامعین سے وہ لوگ بہتر طریقہ پر  
 اس کلام کو یاد رکھیں اور اس کی حفاظت کرتے والے ہوں۔

شرح ترمذی بروایت ابوسعید و زید بن اسلم و خلیفہ بن اسلم و زید بن اسلم و بروایت ابوہریرہ کوفی و ابوہریرہ کوفی

آخری حج کے مقصد | اس حج سے رسول اللہ کے مختلف مقاصد

تھے۔ تذکرہ اسلاف حضرت ابراہیم و  
حضرت اسماعیل کی یادگار بنانا بلکہ عملاً سعی میں حضرت ہاجرہ کی دوڑ کی نقل اتارنا  
حضرت اسماعیل کے قربانی کے جانور کو شعاثر اللہ قرار دے کر اس کی تعظیم کی  
تلقین فرمانا۔ صفا و مروه دو پہاڑیوں کو جو تشنگی حضرت اسماعیل اور مساعی  
ہاجرہ کی یادگار ہیں شعاثر اللہ قرار دے کر ان کی عملاً تعظیم کا نمونہ پیش  
کرنا۔ صحیح توحید اور مصدوقی توحید میں امتیازی حدود قائم کرنا۔ شکر  
رسوم کا ابطال اور تبلیغ اسلام اسی لئے اس حج کو حجۃ الہیاء بھی کہتے ہیں۔

مکہ سے روانہ ہو کر حسب

اعمال و پہاڑیوں کی تعظیم و حجۃ الہیاء

جو اپنی شانم کا بیعتات سے ہے اور ایک سنتی ہے اور قافلوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہے بلکہ  
مضوڑ وہاں سے تین میل کے اکل گئے۔ یہاں پر غدیر خم کا میدان ہے۔ اس  
جگہ حضور پر وحی نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان الفاظ میں ارشاد ہوا۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ

تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

دالمانہ پ ۱۰ ع ۱۰

کے رسولی دامت تک پہنچا دو روہ پیغام، جو تمہاری طرف  
بھیجا گیا ہے۔ اگر تم نے عملاً ایسا نہ کیا تو خدا کی رسالت  
ہی ادا نہ کی۔ اللہ تعالیٰ تمہیں لوگوں کے شر سے محفوظ



دکھے گا

چنانچہ خم ایک تالاب کے کنارے تمام صحابہ کو روک دیا گیا جو آگے بڑھے گئے تھے۔ انہیں واپس بلا لیا اور جو پیچھے آ رہے تھے۔ ان کا انتظام ہوا چونکہ یہ مجمع ایک لاکھ اور بروائے ایک لاکھ بیس ہزار کا تھا جس کے لئے وسیع میدان کی ضرورت تھی اور ساحل غدیر خم کے ساتھ ایک وسیع میدان تھا جو راستہ سے ڈیڑھ کوس پر واقع ہے۔ یہ مقام ٹھہرنے کی جگہ نہیں۔ شدید گرم جگہ ہے مگر اتنے مجمع کے لئے کسی اور جگہ گنجائش نہیں تھی معلوم ہوتا ہے کہ حکم الہی کی اہمیت کی وجہ سے یہیں ٹھہرنا پڑا یہ مقام ایسا تھا۔ جہاں سے مختلف رستے چلتے تھے۔ اس سے آگے بڑھ کر سارا مجمع مختلف گروہوں میں بٹ جاتا۔ غدیر خم ایک ناہموار میدان تھا اور سارا کاتبوں سے بھرا ہوا تھا۔ آپ نے حکم دیا۔ کہ کاتبوں سے زمین صاف کی جائے اور ببول کے درختوں کی شاخیں تراہی جائیں۔ تاکہ لوگوں کے سروں پر نہ لگیں۔ اونٹوں کے کجاووں کو جمع کر کے ایک منبر بنا یا گیا۔ یہ سارا اہتمام بتلا رہا ہے۔ کہ نہایت تاکید حکم تھا حضور منبر پر تشریف لے گئے اور ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جسے ہم مختصراً

۱۔ خم غدیر کے موقع پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تفسیر نشور جلد ۲ صفحہ ۲۹۸ باب نزول القرآن واحدی ما انزل من القرآن فی علی واحدی، تفسیر ثعلبی، تفسیر کبیر فخر الدین رازی، مطالب السؤل تفسیر غرائب القرآن، فصول الہمہ، عمدۃ القاری، کتاب التفسیر، تفسیر شاہی۔ کتاب الابعین جمال الدین محدث۔ توضیح الدلائل، مفتاح النجا۔ حلیۃ الاولیاء، کتاب المناقب ابن مرویہ۔

خصائص نسائی سے نقل کرتے ہیں۔

جب جناب رسالت کا بے حجتہ الوداع سے مراجعت  
**خطبہ** فرمائی اور مقام خم غدیر میں نزول اجلال فرمایا تو حکم دیا کہ  
 منبر تیار کیا جائے چنانچہ منبر تیار کیا گیا اور آنحضرتؐ نے اس  
 پر رونق افروز ہو کر فرمایا۔

میں جناب باری کی بارگاہ میں بلا یا گیا ہوں اور میں نے حکم الہی  
 کو قبول کیا ہے۔ اب میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑتا ہوں۔ ایک  
 کتاب اللہ اور دوسرے اپنے اہل بیتؑ اور یہ دونوں ایک دوسرے سے  
 جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں۔  
 پس دیکھو اور غور کرو کہ میرے بعد قرآن اور اہل بیتؑ سے کیونکر  
 رتاؤ اور تمسک کرتے ہو۔ پھر اہل حضرتؑ نے ارشاد فرمایا۔ سنو  
 میرا مولا اللہ تعالیٰ ہے اور میں کل مومنین کا ولی ہوں۔ بعد ازاں  
 حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ جس کا میں ولی ہوں۔ علیؑ بھی  
 اس کا ولی ہے۔ خداوند دوست رکھو اسے جو علیؑ کو دوست رکھے  
 اور دشمن رکھو اس کو جو علیؑ کو دشمن رکھے۔

اس واقعہ کو تقریباً ۱۵۲ علمائے اہل سنت نے اپنی کتابوں میں نقل کیا  
 ہے۔ اور تقریباً چالیس جلیل الشان صحابیوں نے روایت کیا ہے

۱۵ اکثر کتب زلیقین میں ولی کی جگہ مولا کا لفظ ہے۔

خطبہ کے بعد جناب رسالتاً ﷺ  
حضرت علیؑ کی دستار بندی نے حضرت علیؑ کے سر پر عمامہ  
باندھا اور اس کی تخت المکنک پیچھے کی طرف لٹکا دی۔

اس عظیم الشان واقعہ پر تمام صحابہ  
صحابہ کی اس واقعہ پر مبارکباد  
نے حضرت علیؑ کو مبارکباد دی  
تھی کہ انہماک المؤمنین نے بھی ہدیہ تہنیت پیش کیا۔

چنانچہ حسان بن ثابت نے قصیدہ  
تہنیت پڑھا۔ اور اسی موقعہ پر عمرو  
بن عاص نے مبارکباد میں قصیدہ  
پڑھا۔ بلکہ سعد بن عبادہ انصاری نے بھی اس واقعہ کو نظم کیا ہے۔

اس سارے واقعہ کے بعد آیہ اکمال دین و اتمام نعمت الہی انزل  
ہوئی۔ جن کے الفاظ اس طرح ہیں۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی  
و رضیت لکم اسلام دیناً۔

۱۔ ریاض الفکرہ جلد ۲ ص ۲۱۶۔ الاصابہ ج ۲ ترجمہ علیؑ کنز العمال ج ۸ ص ۶ حدیث ۱۲۰۹۔

۲۔ ۱۲۱۳۔ سند ابو داؤد طیالسی، خزانة المطین اشعة اللغات، ج ۲ ص ۱۲۱۔ مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۶۵۔

۳۔ قرۃ العین شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مستد احمد حنبلی، تذکرہ خواص الامم معراج النبوة

تاریخ احمدی ص ۳۱۱۔ الازہار فی عقدة الاشعار جلال الدین سیوطی ص ۳۱۱ مناقب اخطب

خوارزم ص ۵۵۔ تذکرہ خواص الامم ص ۲۱۱۔ السیر بروضة الاحباب۔ سند احمد حنبلی الخیر ص ۲۸۱۔

آج ہیں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا۔ اور  
 میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔ اس پر اس حضرت نے نعرہ تکبیر  
 پلٹ کر کیا اور فرمایا کہ شکر ہے۔ اکمال دین اور اتمام نعمت پر اور اس امر پر کہ خدا  
 و نذرتعالیٰ میری رسالت اور علیؑ کی ولایت پر رضا مند ہوا۔ پھر فرمایا خداوند  
 دوست رکھے اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھے اس کو جو علیؑ  
 کو دشمن رکھے۔

واقعه خم نکاح پر کاغذ لفظین علیؑ پر درج  
 جناب امیر علیہ السلام کا  
 اعلان ولیمہ ہدیٰ منافیقین

اور دشمنان علیؑ پر نہایت مذاق گزرا۔ کیونکہ ان کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا  
 اب انہوں نے لوگوں کے یہ ذہن نشین کرنے کی کوشش شروع کی۔ کہ یہ انلمان  
 خلافت خدا کی طرف سے نہیں ہوا بلکہ سرکار رسالت اپنے خاندان میں ہمیشہ  
 کے لئے حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اگر یہ خیال لوگوں کے دلوں میں بچھڑ گیا۔ تو  
 ہم رسول اللہؐ کے انتقال کے بعد جسے چاہیں گے بتخلیفہ بنا سکیں گے۔

رہائشہ شرح جامع حدیث سیوطی،

چنانچہ ایک شخص حارث بن نعمان فہری نے اس جماعت کے خیالات  
 کی ترجمانی اور نمائندگی کا حق ادا کیا۔

حارث بن نعمان فہری کا واقعہ  
 جب واقعہ غدیر کی خبر عام ہوئی  
 تو ایک شخص حارث بن نعمان ناقد

۱۲۵۹ ما نزل من القرآن فی علی

پر سوار ہو کر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ناقہ کو ایک طرف باندھ کر حضور کے پاس آیا اور سرکار رسالت کو اس طرح مخاطب کیا۔

اے محمد! تم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم خدا کو ایک اور تم کو اس کا رسول مانیں، ہم نے مان لیا۔ تم نے ہم کو حکم دیا کہ ہم پانچ وقت نماز پڑھیں اور ماہ رمضان کے روزے رکھیں اور حج کریں۔ ہم نے تسلیم کر لیا۔ تم اس پر بھی راضی نہ ہوئے، اور اب تم نے اپنے ابن عم کو بازو پکڑ کر اٹھایا اور ہم پر فضیلت دی، کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی مولا ہے اب بتلاؤ کہ علی کا مولا ہونا تمہارا طبقہ خدا ہے یا یہ بھی خدا کی طرف سے ہے؟ رسول اللہ نے فرمایا قسم ہے اللہ کی جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں کہ یہ امر بھی خدا کی طرف سے ہے، یہ سن کر حارث یہ کہتا ہوا ناقہ کی طرف روانہ ہوا، خدا یا اگر یہ بات جو محمد نے کہی ہے سچی ہے تو مجھ پر آسمان سے پتھر گرا یا کوئی اور دردناک عذاب بھیج۔ ابھی وہ اپنے ناقہ تک نہیں پہنچا تھا، کہ اللہ نے اس پر آسمان سے پتھر برسایا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی

سأل سائل لعذاب واقع للکافرین لیس لسه  
واقع من اللہ ذی المعارج (سورہ المعارج پ ۱۹ ع ۱)

مانگنے والے نے اوپر سے گرنے والے پتھر کے عذاب کو مانگا۔ جس سے کافروں کو کوئی بچپا نہیں سکتا۔ خدائی درجات والے کی طرف سے

## نازل ہونے والا عذاب۔

**واقعہ عقبہ** اس ردِ عمل کا ایک واضح ثبوت واقعہ عقبہ ہے جن منافقین نے قتلِ رسولؐ کا قصد کیا۔ وہ پندرہ آدمی تھے۔ ان لوگوں نے آپؐ پر اس بات پر عہد کیا۔ کہ حضرت جس وقت شب کو وادی میں عقبہ پر چڑھیں۔ اس وقت آپؐ کو سواری سے گرا دیں۔ عمار باسرقہ کی ہمارا تھامے ہوئے تھے اور خذیفہ پیچھے سے ہنکار رہے تھے۔ خذیفہ کو اونٹوں کی آہٹ معلوم ہوئی اور ہتھیاروں کی جھنکار سنی۔ مڑ کر دیکھا۔ کچھ لوگ نقاب سے منہ چھپائے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا، ڈور ہو، دور ہو اے دشمنانِ خدا۔ رسول اللہؐ نے ان لوگوں کے نام حضرت خذیفہ کو بتلا دیئے تھے۔ جنہوں نے قتلِ رسولؐ کا قصد کیا تھا اور حضرت خذیفہ کو حکم دیا تھا۔ کہ ان لوگوں کے ناموں سے لوگوں کو آگاہ نہ کریں۔ اسی وجہ سے خذیفہ کو صاحبِ سر رسول اللہؐ کہتے ہیں رسول اللہؐ نے ان لوگوں کو قتل اس لئے نہ کیا۔ تاکہ لوگ یہ نہ کہیں۔ کہ پہلے محمد مصطفیٰؐ نے کفار و مشرکین کو قتل کیا۔ خونریزی سے طبیعت سپر نہ ہوئی۔ پھر انہوں کو قتل کرنے لگے۔ نام اس لئے نہ بتلائے۔ تاکہ یہ لوگ غلامیہ خلافت ہو کر اسلام کو نقصان نہ پہنچائیں۔

۱۔ تفسیر القرآن تلبی، تذکرہ خواص الامم باب الثانی۔ کتاب الکتفانی فضائل الاربابہ الخ الخ معارج الوہول۔ ہدایت السعداء، جواہر التقویٰ، کتاب ربیعین سید جمال الدین، فیض القدر شرح جامع سنہ عقیدہ نبوی و سر مصطفوی، سراط سواکی محمود بن القاری، البیان العیون، وسیلۃ المال، تفسیر شاکس معارج الخلال روضۃ النذیر، و خیرۃ المال۔ نور الایضار۔

۲۔ روضۃ الاحیاء۔ انقیاب باب خذیفہ، تفسیر کبیر، مسند احمد حنفی، البحر والبیس، مسند ۳۱۔ احیاء العلوم غزالی معارج النبوت، باب ۱۲، جہاں کرم در ۲۰۹

## سوالات

- ۱۔ سرکار رسالت کی تبلیغی جدوجہد اور اس کے نتائج کو بیان کیجئے اور خالد بن ولید کی ناکامی کے بعد حضرت علی کی کامیابی کو بیان کیجئے۔
- ۲۔ عام الوفود کے وفود کا کیا نتیجہ ہوا؟
- ۳۔ قومی سلطنت اور قیام امن کی تفصیل بیان کیجئے۔
- ۴۔ ثابت کیجئے کہ سرکار رسالت اپنا کام مکمل کر چکے تھے۔
- ۵۔ حجۃ الوداع کے واقعات بیان کر کے حضور کے خطبہ کا خلاصہ بیان کیجئے۔ اس آخری حج کے مقاصد کیا تھے؟
- ۶۔ مقام غدیر خم میں آنحضرتؐ کو اپنے جانشین کے تقرر کا کس طرح حکم ہوا اور آپؐ نے اس حکم کی کس طرح عملاً تبلیغ کی۔
- ۷۔ اس موقع پر علیؑ کی دستار بندی اور صحابہ کی مبارک باد اور شعراء کی قصیدہ خوانی کے واقعات بیان کیجئے۔
- ۸۔ آیہ الیوم اکملت لکم دینکم کی شان نزول بیان کیجئے۔
- ۹۔ واقعہ غدیر خم کا جو مخالفین علیؑ پر رد عمل ہوا اسے بیان کرو۔ اور حادثہ بن نعمان فہری کا واقعہ بھی بیان کرو۔
- ۱۰۔ واقعہ عقبہ کو بیان کیجئے۔

# اٹھارواں باب

جیشِ اسامہ کی بیماری، علالت سرکار رسالتؐ و اوقعہ طرابلس

امامت حضرت ابی بکرؓ رسول اللہؐ کی حضرت علیؓ سے

لڑائی، وفات بکرؓ و تکفین

جیشِ اسامہ کی بیماری | جب موتی میں حضرت زید بن حارثہ کو حدودِ شام کے عربوں نے شہید کر ڈالا تھا تو حضرت ان سے قصاص لینا چاہتے تھے۔ غازیہ علالت سے ایک روز پہلے آپ نے اسامہ بن زید کو مامور کیا کہ وہ فوج لے کر شام کی طرف جائیں اور شریوں سے اپنے باپ کا انتقام لیں۔ جنگِ موتہ جنابِ اولیٰ الشہداء کا واقعہ ہے یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سرکار رسالتؐ نے تقریباً دو سال مساکین تک قصاص کا قصدا کیوں نہ فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ عالمِ علم لدنی رسول اللہؐ نے ہر واقعہ اسرارِ حقیقی و جلی تھے۔ مناسب نہ سمجھا کہ اس شکست کا بدلہ اسی وقت لیا جائے۔ بلکہ اس کو ایک خاص



وقت کے لئے ایک خاص مقصد کے پیش نظر ملتوی فرمایا۔ جنگ موتہ جمادی الاول  
 ۸ھ میں ہوئی۔ رمضان ۸ھ میں مکہ فتح ہوا۔ خانہ کعبہ سے بت نکالے  
 گئے بشوال ۸ھ کو جنگ حنین ہوئی۔ پھر محاصرہ طائف ہوا۔ رجب ۹ھ میں  
 غزوہ تبوک ہوا۔ پھر چاروں طرف دعو بھیجے گئے۔ آخر موتہ کے قصاص کو دو  
 سال سات مہینے ملتوی کر کے اس مہم کو عربین اپنی علالت سے پہلے کیوں آغاز کیا گیا؟۔  
 رسول اللہؐ جانتے تھے کہ بعض حضرات میرے بعد علیؑ کی خلافت نہیں  
 چاہتے۔ میری رحلت کا وقت قریب آگیا ہے اگر ایسے لوگ میری رحلت  
 کے وقت مدینہ سے دور ہوں گے۔ تو اپنے منصوبوں کو عمل میں نہیں لائیں  
 گے اور اس طرح میری امت کے مطابق امت کو صراطِ مستقیم پر چلانے والا  
 مخصوص من اللہ ہادی مل جائے گا۔

علالت سے ایک روز قبل آپؐ نے حبش اسامہ کی ترتیب فرمائی۔ بنو اے  
 بنو ہاشم سب صحابہ کو شامل ہونے کا حکم دیا۔ حالانکہ جعفر طیار کے قصاص کے لئے بنو  
 ہاشم اور علیؑ کو شریک کیا جاسکتا تھا۔ اس لشکر میں خصوصیت سے بڑے بڑے ہباجہ  
 انصار حضرت ابو بکرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت سعد بن وقاصؓ، حضرت ابو عبیدہ بن  
 الجراحؓ وغیرہم جیسے علیل النشان صحابی ایک غلام زادہ کے زیرِ کماندگی کی عمر  
 صرف انیس، بیس برس کی تھی۔ روانہ کئے جا رہے ہیں لیکن اس صورت میں یہ  
 اکابرِ کثرت جانا نہیں چاہتے۔ خصوصاً جب کہ حضورؐ کی علالت کا سلسلہ بھی شروع

۱۔ مدارج النبوة جلد ۲ صفحہ ۵۲ و ۵۱۔ تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۱۴۱۔ تاریخ طبری ج ۳ صفحہ ۱۸۸

۲۔ تاریخ کامل ج ۲ صفحہ ۱۲۰، حبیب الیوم جلد ۱ جزو ۳ صفحہ ۷۷

ہو چکا تھا، جب رسول اللہ کو یہ علم ہوا۔ تو آپ بہت رنجیدہ ہوئے باوجودیکہ  
بخاری کی شدت تھی، دروسر بھی تھا۔ آپ سر پر پٹی باندھ کر گھر سے نکلے۔ منبر پر  
پر تشریف لے گئے اور فرمایا۔

اے گروہ مردم! یہ کیا بات ہے جو تم اسامہ کو امیر بنانے کے  
متعلق کر رہے ہو۔ تم لوگوں نے اس کے باپ کی امارت کے متعلق  
بھی ایسی ہی باتیں کی تھیں۔ خدا کی قسم وہ امارت کے لائق ہے اور  
اس کا باپ اسی طرح لائق تھا۔ اس کے بعد آپ منبر سے اتر  
کر تشریف لے گئے یہ

الغرض رسول اللہ کی شدت مرض بڑھتی گئی اور ما مورین لشکر اسامہ

نے مدینہ نہ چھوڑا۔

اس واقعہ میں چند امور قابل غور ہیں۔

۱۔ اسامہ کے لشکر کو جنگ موتہ کی شکست اور زید کے قتل کا بدلہ لینے  
کے لئے مرتب کیا گیا تھا۔ حضرت جعفر طیار، حضرت علیؑ کے بھائی بھی  
اسی جنگ میں شہید ہوئے تھے۔ تاہم بنی ہاشم یا علیؑ کو اس جنگ میں نہیں بھیجا  
۲۔ جنگ موتہ کو دو سال سات ماہ گزر چکے تھے۔ اب حدودِ شام کے  
نصرا نیوں کی طرف سے پہل بھی نہیں ہوئی تھی۔

۳۔ رسول اللہ اب جنگ کے لئے باوجود علالتِ جلدی فرما رہے تھے۔

۱۔ مدارج النبوة جلد ۲ صفحہ ۵۳۱۔ تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۱۴۱ تاریخ طبری ج ۳۔

۱۸۸۸ و ۱۸۹۹۔ تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۲۰۔ جدید الیوم جلد ۱ جزو ۳ صفحہ ۴۴۔

اور اس میں ڈھیل کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

۴۔ بنو ہاشم، حضرت علیؑ بلکہ ان کے رفقاء عمار یا سر مقداد، ابوذر اس جنگ میں مامور نہیں کیئے گئے۔

۵۔ اس کے برعکس مشاہیر صحابہ عبدالرحمن بن عوف، طلحہ و زبیر، ابو عبیدہ ابن الجراح حضرت ابو بکر و حضرت عمر اسامہ کے ماتحت مامور ہوئے۔

۶۔ سرکار رسالتؐ کی تاکید کے باوجود لوگ نہیں گئے۔

۷۔ افضل کی موجودگی میں مفضول حاکم و والی نہیں ہو سکتا۔ اسی بناء پر صحابہ کو اعتراض تھا اور اسی اصول کو صحیح مان کر آپؐ نے کہا کہ اسامہ تم سے بہتر ہے۔

۸۔ جو لوگ رسول اللہؐ کی زندگی میں احکام رسالتؐ کی تعمیل میں اس طرح اغماض کر رہے ہوں۔ ان سے بعد عدلت سرکار رسالتؐ حضرت علیؑ کی جانشینی کا قبول نہ کرنا بعید نہیں ہے۔

سرکار رسالتؐ کو علیؑ علیہ السلام کی خلافت کے متعلق اپنے

بعض صحابہ کے ارادوں کا پتہ چلنا جاتا تھا جیسا اسامہ

کی ہم نوائی ان کی تجویزوں پر سے تمام پردے اٹھا دیئے تھے۔ آپؐ کی شدت مرض

بھی بڑھتی جا رہی تھی اور لوگ بھی سمجھ رہے تھے کہ اب حضورؐ کا آخری وقت ہے۔ رسول

اللہؐ نے حجت پوری کرنا چاہی اور منار ب سمجھا۔ کہ وصیت کو تحریر کر دیا

جائے۔ ابن عباس سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہؐ پر سختی

مرض بڑھی۔ تو رسالتؐ کدہ میں عمر ابن خطاب اور دیگر حضرات موجود تھے سرکار

رسالتؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ آؤ میں تمہارے لئے ایسا وثیقہ لکھ دوں کہ اس کے

بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو۔ حضرت عمرؓ کے کہ حضورؐ پر ہندیا فی کیفیت طاری ہے۔ وصیئت غیر  
کی کیا ضرورت ہے ہمارے پاس تو قرآن شریف موجود ہے اور کتاب اللہ ہی محض ہمارے  
لئے کافی ہے۔ اس پر حاضرین میں اختلاف ہوا۔ ان میں سے بعض تو یہ کہتے  
تھے۔ کہ رسول اللہؐ کے ارشاد کی تعمیل کرو۔ اکثر وہ کہتے تھے جو حضرت  
عمرؓ نے کہا۔ جب بہت شور و غل ہوا۔ تو جناب رسالتؐ مآب نے فرمایا۔  
کہ میرے پاس سے چلے جاؤ۔ چنانچہ ابن عباسؓ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ مصیبت  
اور سخت مصیبت تھی جو ان لوگوں کے شور و شغب کی وجہ سے رسول اللہؐ کے ارشاد  
کتابت و وثیقہ میں حائل ہوئی اور جس کی وجہ سے آنحضرتؐ کچھ نہ لکھ سکے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ نے قلم و دوات کیوں نہ دیا۔ اول تو حضرت علیؓ  
کا وہاں موجود ہونا کسی روایت سے ثابت نہیں۔ اگر موجود بھی تھے تو مخالف  
گروہوں میں جوش اتنا بڑھ گیا تھا۔ کہ حضرت علیؓ کے قلم و دوات پیش کرنے پر  
ہنگامہ مہیا ہو جاتا۔ جو حضورؐ رسالتؐ میں شایان نہ تھا۔ نیز کہنے والے کہتے  
ہیں کہ سرکار رسالتؐ کی شدت مرض میں اور حضورؐ کی بے ہوشی کی حالت میں  
علیؓ نے جو چاہا لکھ لیا غرضیکہ بعض صحابہ کرام کے طرز عمل سے ایسی صورت حال پیدا  
ہو گئی تھی جس نے وصیئت کا مقصد ہی فوت کر دیا تھا۔ اس واقعہ کے بعد پھر  
نہ سرکار رسالتؐ کے پاس ایسا مجمع ہوا۔ نہ آپؐ اس خواہش کا اظہار کر سکے۔ اس لئے

۱۔ صحیح مسلم الجزا الخامس، کتاب الوصیۃ صفحہ ۵۰-۶۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔  
۲۔ جلد موجود ہے۔ کتاب الجہاد والیسیر، کتاب الامتصاص باب کرامۃ الاختلاف، مسند احمد حنبلی الجزا الاول صفحہ ۳۵۰  
۳۔ ۳۵۵ کنز العمال، مشکوٰۃ، کتاب الفتن، صفحہ ۲۷۸، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، بیروت۔

کے بعد جو صحابہ کے اس رویہ سے سرکار رسالت پر ہو حضور کا مرض پڑھنا لیا۔

**قصیدہ امامت ابی بکر** کہا جاتا ہے کہ سرکار رسالت نے شدت مرض میں حضرت

ابی بکر کو نماز باجماعت پڑھانے کا حکم دیا اور اسے حضرت ابوبکر کی خلافت کی دلیل بنا یا جاتا ہے۔ مگر حضرت ابوبکر کی امامت کے متعلق جو روایات ہیں ان میں اس قدر شدید اختلاف و اضطراب موجود ہے جو اس واقعہ کے غیر صحیح ہونے کے لئے کافی ہے۔

کسی روایت میں ہے کہ عبداللہ بن زمعہ نے پہلے حضرت عمر اور پھر ابوبکر کو کھڑا کر دیا ہے

کسی میں ہے کہ بلال آئے اور نماز کے متعلق اجازت چاہی۔ اسے حضرت نے فرمایا کہ ابوبکر کو حکم دو۔ کہ وہ پڑھائیں۔

کسی روایت میں بلال کا ذکر نہیں۔ سرکار رسالت نے عبداللہ بن زمعہ کو بلا کر خود کہا کہ ابوبکر نماز پڑھائیں۔ انہوں نے ابوبکر کو باہر نہ پایا تو حضرت عمر سے کہا آپ نماز پڑھائیں۔ جب رسول اللہ نے آواز سنی تو تین بار فرمایا کہ خدا اور مسلمان انکار کرتے ہیں کہ عمر نماز پڑھائے۔

کسی روایت میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر نماز پڑھنے لگے ہیں معترف تھے رسول اللہ نے مرض میں کمی محسوس کی پس دو آدمیوں کا سہارا دیکر آپ باہر نکلے۔ آپ کے دونوں پیر زمین پر گھسٹتے جاتے تھے۔ جب لوگوں نے دیکھا تو ابوبکر کو بتلایا۔ ابوبکر

سیرۃ ابن ہشام الجزء منہ ۳۳۳ ۳۲۵ سند احمد حنبلی الجزء الاول ص ۳۳۵۔ سیرۃ تاریخ الخمیس حسین دیار بکری الجزء الثانی ص ۱۸۱۔

سچھے ٹٹنے لگے۔ آنحضرتؐ نے اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر کھڑے رہو۔ آنحضرتؐ آئے اور پڑھ گئے۔ ابو بکرؓ آپکے دہنے طرف کھڑے ہوئے پس ابو بکرؓ تو نماز میں آنحضرتؐ کی اقتدا کرتے جاتے تھے اور لوگ ابو بکرؓ کی آواز پر نماز پڑھتے جلتے تھے۔ وکیع کا قول ہے کہ ابو بکرؓ رسول اللہؐ کی اقتدا کر رہے تھے اور لوگ ابو بکرؓ کی اقتدا کرتے جلتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ بلالؓ نے آ کر یاد نہیں دلایا۔ بلکہ رسول اللہؐ نے خود دریا فرمایا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں۔ آپؐ نے کہا۔ کہ ابو بکرؓ سے کہہ دو۔ کہ نماز پڑھائیں۔ عائشہؓ نے کہا کہ وہ رفیق القلب ہیں۔ آپؐ یہ حکم عمر کو دیں۔ اس پر جناب رسولؐ خدا نے فرمایا۔ اچھا عمر سے کہہ دو۔ کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ لیکن عمر نے کہا۔ واہ ابو بکرؓ کے ہوتے ہوئے میں کیوں کر نماز پڑھا سکتا ہوں۔ پس ابو بکرؓ نے نماز پڑھائی۔

ایک روایت میں ہے۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے پردہ جو ہٹایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ صف در صف ابو بکرؓ کے سچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔ ایک روایت میں حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں۔ کہ جناب رسالتؐ نے حکم دیا کہ حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھائیں۔ میں نے کہا حضرت ابو بکرؓ نرم دل ہیں بہتر ہے کہ عمر پڑھائیں پھر حضورؐ نے حکم دیا کہ ابو بکرؓ کو حکم دو۔ کہ وہ پڑھائیں۔ نبیؐ عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے نبیؐ کو حنفہ

۱۹۵ سند امام احمد حنبل الجزء الاول ص ۲۵۶۔

۱۹۶ تاریخ طبری الجزء الثالث ص ۱۹۵۔

۱۹۷ سند امام احمد حنبل الجزء الاول ص ۲۱۹۔ الجزء الثالث ص ۱۹۶۔

سے کہا کہ تم رسول خدا سے عرض کرو کہ ابو بکر نرم دل ہیں۔ آپ کی جگہ کھڑے ہو کر ان کی آواز نہیں نکل سکتی بہتر یہ کہ عمر پڑھائیں۔ حفصہ کہتی ہیں میں نے اسی طرح کہا۔ رسول اللہ نے فرمایا تم تو زمانِ مصر کی طرح ہو۔

۱۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنے اختلاف کے باوجود خلافت جیسے اہم مسئلہ میں کسی ایسی روایت کو کیوں کر پیش کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ اگر یہ خلافت کی دلیل تھی تو حضرت ابو بکر نے اسے انصار کے مقابلے میں کیوں پیش نہ کیا اور قریشی ہونے کی خاندانی فوقیت پر ہی کیوں اکتفا کیا؟

۳۔ اگر آنحضرت ابو بکر کو نماز کے لئے کہنا چاہتے تھے تو خود ہی کیوں نہ فرما دیا؟

۴۔ اگر آنحضرت کا یہی مقصد تھا کہ حضرت ابو بکر نماز پڑھائیں تو جب ان کے نماز پڑھانے کا علم ہوا تو باوجود کمزوری اور بیماری کے خود کیوں نہ شریف لے گئے؟

۵۔ اور عام مسلمانوں کے نزدیک تو امامت نماز کی کوئی خاص اہمیت اور فضیلت ہی نہیں۔ ان کے عقیدہ میں جناب رسالت نے فرمایا تھا۔ الصلوٰۃ واجبة علیکم خلف کل مسلم یداکان او فاجردان عمل الکبائر۔ مسلمانو! تم پر لازم ہے کہ جو مسلمان ملے خواہ وہ نیک ہو یا فاسق و فاجر اس کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو خواہ وہ کبیرہ گناہ ہی کرنا ہو۔  
دستکوة باب الامامت

حضرت علیؑ کی پادشاہی نہایت المومنین کی حسرتیں اس مرض کے دوران میں

۱۔ صحیح مسلم المجلد الثانی کتاب الصلوٰۃ ص ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، صحیح بخاری کتاب الاذان و کتاب الاعتصام سنن ابن ماجہ ص ۱۸، تاریخ کامل ج ۲ ص ۱۲۳، طبری جلد ۳ ص ۱۹۵

سرکار رسالت آتے نے فرمایا کہ علیؑ کو میرے پاس بلاؤ حضرت عائشہ نے کہا کاش آپ ابو بکر کو بلائے اور حصہ نہ کہا کاش آپ عمر کو بلائے پس اتنے میں یہ حضرات وہاں جمع ہو گئے آنحضرتؐ نے جب حضرت علیؑ کو نہ دیکھا تو فرمایا کہ تم لوگ واپس چلے جاؤ۔ اگر تمہاری ضرورت ہوگی تو میں خود تمہیں بلا لوں گا۔

ایام مرض میں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے بھائی علیؑ کو بلاؤ حضرت علیؑ آئے اور آپ کے سر پر بیٹھے۔ آنحضرتؐ نے اپنا سر تکیہ سے اٹھایا اور حضرت علیؑ کو اپنی لہلہ میں لیا۔ اور آنحضرتؐ کا سر آپ کے بازو پر تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ! فلاں یہودی سے میں نے تیرے ہمیشہ اسامہ کیلئے کچھ قرض لیا تھا۔ دیکھو ضرور بالفور اسے میری طرف سے ادا کر دینا اے علیؑ تم پہلے وہ شخص ہو گے جو حوض کوثر پر میرے پاس پہنچو گے۔ میرے بعد تمکو بہت سے مصائب اور تکالیف پہنچیں گی تمہیں چاہیئے کہ دل تنگ نہ ہو اور صبر کرو۔ اور جب دیکھو کہ لوگوں نے دنیا اختیار کی۔ تو تم آخرت اختیار کرنا۔

جناب رسول خدا نے اپنے مرض موت میں فرمایا۔

اے لوگو! غالباً میں بہت جلد رحلت کر جاؤں گا۔ اور خدا کا فرستادہ مجھ کو لے جائے گا پہلے بھی تم سے کہہ چکا ہوں اور اب پھر کہتا ہوں۔ تاکہ تمہیں کوئی غدر باقی نہ رہے خیراً میں تمہارے درمیان کتاب خدا اور اپنی عزت چھوڑے جاتا ہوں۔ پھر آپ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور فرمایا۔ یہ علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے جتنی کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں پس ان دونوں ہی سے پوچھنے رہنا۔ کہ اسلام اور میری تعلیم کیا ہے؟

۱۹۵ تاریخ طبری الجزء الثالث ص ۱۹۵ و تاریخ سننہ الہمدانیہ عشرہ سنہ تاریخ روضتہ الاحباب ص ۱۹۵  
حدیث محرقہ لابن جریر فی الباب التاسع فصل الثانی ص ۱۹۵



## سرکار رسالت کی زندگی کے آخری لمحات

رسول اللہؐ اپنی زندگی کے  
آخری حصہ میں حضرت علیؑ

ہی کے پاس تھے حضورؐ کا مبارک آغوش علیؑ میں تھا۔ کہ حضرت نے رحلت فرمائی۔  
حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ جب جناب رسالتؐ کا وقت وفات قریب  
آیا تو اپنے فرمایا کہ میرے جیب کو میرے پاس بلاؤ۔ میں نے حضرت ابو بکرؓ کو بھیجا جب وہ آئے  
تو حضرت نے سر اٹھا کر دیکھا اور پھر تکیہ پر رکھ لیا اور پھر فرمایا کہ میرے جیب کو میرے  
پاس بلاؤ میں نے عمر کو بلا یا۔ آپ نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا اور پھر تکیہ پر سر رکھ لیا اور پھر  
فرمایا کہ میرے جیب کو بلاؤ۔ پھر میں نے کہا تم پر افسوس ہے۔ علیؑ کو بلاؤ۔ کیونکہ آپ  
حضرت علیؑ کے علاوہ اور کسی کو بلانا نہیں چاہتے جب علیؑ آئے اور رسول اللہؐ نے انہیں  
دیکھا۔ تو وہ کپڑا اوڑھے ہوئے تھے۔ آپ نے اٹھالیا اور علیؑ کو اس میں داخل کر لیا اور علیؑ  
کو اپنے سینے سے لگائے رہے یہاں تک کہ آپ نے انتقال فرمایا۔ اس وقت بھی آپ  
کا ہاتھ علیؑ کے اوپر تھا۔

یہ امر تاریخی مسلمات میں سے ہے کہ جناب رسالتؐ کو آخری  
غسل جناب امیر علیہ السلام نے دیا۔ اور حضورؐ کو قبر میں اتارا۔  
ابا مہدیہ روز وفات پیمبر خلافت گزارد با تم نشیند (فیضی)

۱۔ یہ فخر الدین رازی اور دارقطنی نے لکھا ہے درج المطالب باب چہارم ص ۶۹۳ نیز آغوش علیؑ میں ہونے کے متعلق  
دیکھو طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۵۱۵۔ مدارج النبوة جلد ۲ ص ۵۵۷ و ۵۵۵ مطبوعہ نوکسو لکھنؤ معارج النبوة  
رکن ۴ باب ۱۷ فصل ۳ ص ۲۵۳ وسیلة النجات ص ۲۳ و ۲۴  
۲۔ تاریخ الخلفاء ج ۲ ص ۱۸۹ و ص ۱۹۱ استیعاب الجوز والاول ص ۲۴ ترجمہ علیؑ تاریخ طبری جلد ۳ ص ۲۰۴  
۳۔ طبقات الکبریٰ ابن سعد ج ۲ ص ۶۱ و ص ۶۲ و ص ۶۳

حضرت ابو بکر و عمرؓ تجھیر و تکفین  
رسول اللہؐ میں شریک ہیں تھے

جب حضرت ابو بکر کو فراغت ہوئی تو وہ تہیفہ  
بنی ساعدہ سے واپس ہوئے اور مسجد نبوی میں  
مہنہ پر تشریف لے گئے اور وہاں بھی لوگ ان

کی بیعت کرتے رہے حتیٰ کہ دن گزر گیا اور اس مسئولیت نے لوگوں کو دفن رسولؐ میں شریک  
ہونے سے محروم رکھا۔ آخر شب سہ شنبہ اور صبح تک حضرت ابو بکر اخذ بیعت میں مشغول  
رہے عروہ سے مروی ہے کہ سرکار رسالت کے دفن کے وقت حضرت ابو بکر و عمر موجود نہ  
تھے بلکہ اس وقت وہ دونوں مجمع انصار میں خلافت کیلئے جھگڑ رہے تھے اور ان دنوں  
حضرات کے وہاں سے آنے سے پہلے رسول خدا دفن ہو چکے تھے۔ حضرت ابو بکر کی اس  
روز سیاسی مصروفیت کا یہ عالم تھا کہ آپ کو یہ بھی یاد نہ رہا تھا کہ رسول اللہ کی وفات کس  
دن ہوئی چنانچہ اپنی بیٹی ام المومنین بی بی عائشہ سے پوچھا کرتے تھے کہ تم نے رسول اللہ کو  
کتنی چادروں میں کفن دیا اور حضور کی وفات کس دن ہوئی۔

منگل کے روز آپ کی تجھیر و تکفین کا کام شروع ہوا۔ اس میں عموماً آپ کے اعزہ یعنی حضرت  
علیؓ، حضرت عباسؓ، حضرت فضل بن عباسؓ اور اسامہ بن زید وغیرہ شریک تھے۔  
جناب امیر المومنین نے جب بیعت انی بکر سے انکار کیا اور اپنے مستحقانِ خلافت کو  
پیش کیا تو بشیر بن سعد انصاری نے یہ شکر کہا۔ یا علیؓ اگر یہ کلام انصار پہلے سنتے تو  
آپ کے سوا کسی دوسرے کی بیعت کبھی نہ ہوتی۔ آپ نے فرمایا۔

۱۔ سیرۃ حلیمیہ جلد ۳ صفحہ ۳۹۲ و ۳۹۳ تاریخ طبری ج ۳ صفحہ ۱۹۸ و ۱۹۹ تاریخ کامل ج ۲ صفحہ کنز العمال  
جلد ۳ صفحہ ۱۱۸ کتاب خلافت صفحہ ۱۱۸ حدیث ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ صحیح بخاری شریف باب وفات یوم الثمنین۔  
۲۔ تاریخ اسلام مؤلفہ سید عبدالقادر صاحب مرحوم و پروفیسر محمد شجاع الدین صفحہ ۱۵۰

کیا میں رسول کو بے گور و کفن چھوڑ دیتا اور تقیہ بنی ساعدہ میں جا کر خلافت کیلئے تم سے نزاع کرتا۔ یہ تو مجھے کبھی بھی گوارا نہ ہوتا۔ اور تم ہی میرے لئے زیبا تھا ایسے کاشی تجہیز و تکفین رسالت کے لئے تمام صحابہ میں ایسا احساس ہوتا۔ تو دنیا کے محسن اعظم محمد مصطفیٰ کے جنازہ میں چند گنتی کے انسان نہ ہوتے لوگوں کو مصطفیٰؐ کے لئے کفن پر گزارا تھا کہنے کا موقع نہ ملتا۔ اپنے قائد روحانی کے جنازہ کے لیے ایسے سلوک کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی

## سوالات

- ۱۔ لشکرِ اسامہ کی تباہی کو بیان کر کے قابل توجہ امور کو واضح کیجئے
- ۲۔ تفضیہ قرطاس کو بیان کیجئے۔
- ۳۔ تفضیہ امامت نماز ابو بکر کو بیان کر کے اس شدید اختلاف کو واضح کرو جو اس واقعہ کے غیر صحیح ہونے کی دلیل ہے۔
- ۴۔ ثابت کیجئے کہ روایت امامت ابی بکر استدلال کے طور پر پیش نہیں کی جاسکتی
- ۵۔ سرکارِ رسالتؐ کا شدت مرض میں حضرت علیؑ کو یاد فرمانا اور اس پر ام المومنین عائشہ ام المومنین حنفیہ کی حسرتوں کو بیان کیجئے۔
- ۶۔ سرکارِ رسالتؐ نے جو علیؑ مرتضیٰ کو وصیتیں کیں انہیں بیان کیجئے۔
- ۷۔ سرکارِ رسالتؐ نے مرض الموت میں امت کو کیا وصیت کی؟
- ۸۔ سرکارِ رسالتؐ کے آخری وقت اور حضرت علیؑ کی یاد کو بیان کرو۔
- ۹۔ سرکارِ رسالتؐ کی تجہیز و تکفین کے واقعات بیان کرو اور بتلاؤ۔ کہ مشاہیر نے اس میں شرکت کیوں نہیں کی؟

# ایسیوال باب

## اخلاق و اوصاف محمدیہ اور احتمالہ الفدا

تاریخ کی حیثیت سے ہماری اس تالیف میں صاحب خلق عظیم محمد مصطفیٰ اور احنا الفدا کے اوصاف جلیبہ، اخلاق حمیدہ و صفات جمیلہ کا ضمناً تذکرہ ہو چکا ہے لیکن اس عظیم الشان انسان کے کردار و سیرت کے بیان کے لئے جو اللہ کی طرف سے مصلح عظیم انسانیت بن کر آیا ہو۔ جو رب العالمین کی تمام مخلوق پر رحمۃ اللعالمین بھی ہو اور نذیر اللعالمین بھی اور تمام عالم کی اخلاقی، اقتصادی، روحانی اور سیاسی اصلاح کے لئے مبعوث ہوا ہو۔ جس نے تمام عالم کی اخلاقی، معاشرتی اور تمدنی قدروں میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہو۔ ایک بے پایاں دفتر کی عہدہ دار ہے۔

حضرت ام المؤمنین بی بی عائشہ سے جب کہہ کرے  
**قرآن ترجمان اخلاق** رسالت کے اخلاق کے متعلق سوال کیا گیا۔

انہوں نے جو کچھ بیان کیا۔ وہ مختصر سا جملہ "خلفۃ القرآن" ہے۔ یعنی حضور کے اخلاق کی اگر معرفت رکھا رہو تو قرآن پڑھو۔ جو کچھ قرآن کے الفاظ میں ہے وہ سیرت محمدیہ میں عمل کا پہلو لئے ہوئے ہے۔ قرآن الفاظ خدا (WORDS OF GOD) ہیں۔ اور محمد فعل خدا

(WORK of GOD) ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے  
 نمونہ کاملہ (PERFECT IDEAL) ہیں۔ اسی لئے قرآن مجید نے  
 مسلم کو آپ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ کی سیرت کا  
 یہ کمال بلکہ معجزہ ہے کہ حضور نے اپنی سیرت سے تیرہ نمونہ ہائے کاملہ اور  
 پیدا کئے۔ یہ بھی سرکار رسالت کا اسی طرح اعجاز ہے۔ جس طرح قرآن اعجاز  
 ہے۔ قرآن الفاظ کے لحاظ سے اعجاز ہے تو آل محمد کے تیرہ معصوم اعمال و  
 افعال کے لحاظ سے معجزہ ہیں۔ اگر کوئی کتاب تعلیمات کے لحاظ سے معجزہ ہو  
 سکتی ہے۔ تو ان تعلیمات کو جامعہ عمل پہنچانے والے کیوں معجزہ نہیں۔ دنیا  
 کا کوئی عظیم انسان اپنی عظمت کو پورے طور پر اپنی اولاد میں اس طرح منتقل  
 نہیں کر سکا۔ جس طرح سرکار رسالت نے اپنی آغوش میں پلنے والے بچوں میں  
 منتقل کیا کہ جسے بھی دیکھو محمد نظر آتا ہے۔ گویا یہ انسان محمد نما آئینے ہیں۔  
 اگر ائمہ المؤمنین نے رسول کے متعلق کہا۔ کہ رسول اللہ کا خلق قرآن ہے تو  
 خود رسول اللہ نے اپنے تربیت کردہ علی مرتضیٰ کے متعلق فرمایا۔ "علی قرآن  
 کے ساتھ اور قرآن علی کے ساتھ ہے"۔ علی کے اعمال قرآن کو بیان کرنے والے  
 ہیں۔ اور قرآن کے الفاظ علی کو بیان کرتے ہیں۔

## حدیث ثقلین

اہل بیت کے متعلق فرمایا۔ میں دو عظیم نشان چھینوں  
 چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب اور ایک میری

عترت و اہل بیت اگر تم لوگ ان دونوں کو مضبوط پکڑے رہو گے۔ تو میرے  
 بعد گمراہ نہیں ہو گے۔ یعنی قرآن کے الفاظ کو جامعہ عمل پہنچانے

رہو گے اور عترت و اہل بیت کے افراد معصومین کی سیرت میں اپنی سیرت کو ڈھالتے رہو گے تو میرے بعد گمراہ نہیں ہو گے۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ بروز قیامت میرے پاس حوض کوثر پہنچ جائیں۔

**فاطمہ لضعۃ مہنی** | سیدہ طاہرہ کے لئے فرمایا: "فاطمہ میرا ایک حصہ ہے" یعنی نمونہ کاملہ کے لحاظ سے میرے دو حصہ

ہیں ہیں مردوں کے لئے نمونہ کاملہ ہوں اور فاطمہ عورتوں کے لئے نمونہ کاملہ ہیں۔ امام حسین علیہ السلام کے لئے فرمایا: حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ "بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ اپنی سیرت کاملہ کے نمونہ اور تعلیمات قرآنیہ سے ایک بھی معصوم انسان پیدا نہ کر سکے۔ حالانکہ وہ بنی نوع انسان کے تزکیہ نفس کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ رسول کی تفتیش نشان اور رسول اللہ اور تعلیمات قرآن کی توہین ہے۔ رسول اللہ نے اپنی سیرت کے سانچے میں معصوم انسان بھی ڈھالے اور غیر معصوم انسانوں نے بھی اپنی صلاحیت و قابلیت و استعداد کے مطابق فائدہ اٹھایا۔

قرآن پاک نے انسان اعظم و رسول اکرم محمد مصطفیٰ کے اخلاق جامع مرفح اذک علیٰ خلق عظیمہ کے الفاظ میں پیش کیا ہے۔ یعنی بے رسول! تم اخلاق کے بڑے درجہ پر ہو۔ آئیے اب سرکار رسالت کے جمال صورت و سیرت کے خدو خال سے استفادہ کیجئے۔

**جلینہ مبارکہ** | سرکار رسالت کا قدمیانہ تھا اور اعضا متناسب و موزوں رنگ گوراسرخ مائل، پیشانی کشادہ اور ابرو پیوستہ یعنی مبارک

قدس لمبی تھی۔ دہن مبارک چوڑا تھا۔ سر کے بال زیادہ گنجان نہیں تھے نہ بالکل  
 بیدھے تھے نہ گھونگھروالے۔ ریش مٹھر گھتی ہوئی چہرہ لمبا، آنکھیں سیاہ رنگین اور بڑی  
 بڑی پائیں تھیں۔ شانے بھرے بھرے اور دونوں مونڈھوں کی ہڈیاں چوڑی اور شانہ  
 پر بھی بال تھے۔ سینہ اقدس سے ناف اظہر تک سیاہ بالوں کی ایک پیرق قائم تھی  
 پھینکیاں چوڑی تھیں اور بھری بھری، کلاٹیاں لمبی تھیں۔ پاؤں کی اڑتیاں ہلکی اور  
 نازک تھیں۔ گت پاتے گہرے تھے۔ کہ ان کے نیچے سے پانی نکل جاتا تھا۔

سرکار رسالت میمانہ رفتار تھے۔ لیکن ضرورت کے وقت جب  
**رفتار و لغت** تیز چلتے تھے تو رفتار اس قدر تیز ہو جاتی تھی کہ گویا آپ ڈھلا

سے اتر رہے ہیں۔ حضور فطر شائیں گفتار تھے اور نرم زبان، لفظ لفظ اور فقرہ  
 فقرہ جدا جدا اور ٹھہر ٹھہر کر ادا فرماتے تھے۔ تاکہ سننے والے کو سمجھنے میں وقت  
 نہ ہو۔ اُنہائے گفتگو میں ایک ایک بات، کوئی تین مرتبہ فرماتے تھے۔ جس بات  
 پر زور دینا ہوتا تھا۔ اس کا بار بار اعادہ فرماتے تھے۔ بلند آواز اور نہایت خوب  
 الحان تھے۔ بے ضرورت کبھی گفتگو نہیں فرماتے تھے۔ اکثر اوقات متفکر رہ کر  
 تھے۔ اور زیادہ تر خاموش رہتے تھے۔ ہاتھ سے اشارہ کرنا ہوتا۔ تو پورا ہاتھ  
 اٹھانے اور ہتھیلی کا رخ بدل دیتے۔ دورانِ تقریر کبھی ہاتھ پر ہاتھ مارتے۔ یا  
 کرتے کرتے جب کبھی مسرت کی کیفیت طاری ہوتی تو آنکھیں نیچی ہو جاتیں۔  
 بہت کم تھے۔ میکر اٹھ آپ کی ہنسی تھی۔

۱۔ حیوۃ القلوب علامہ مجلسی و شہان ترمذی۔

۲۔ عین الحیوۃ علامہ مجلسی و سیرۃ النبی صلی۔

کبھی مغرورانہ گفتگو نہیں کرتے تھے بلکہ دلجوئی اور تسکین دہی کے انداز میں تقریر فرماتے تھے۔ آپ کا کلام زوائد اور لغویات سے بالکل پاک ہوتا تھا، اور خلاف مطلب کوئی بات نہیں فرماتے تھے۔ پُر معنی فقرات فرماتے تھے۔ آپ کے محترم کلمات میں بہت سے معانی و مطالب ہوتے تھے۔ آپ کا کلام حق و باطل میں اندیاز پیدا کرتا تھا یا یہ

**خورداک** سرکار رسالت سادہ اور معمولی کھانا کھاتے تھے مثلاً جوار خرا وغیرہ جو آپ کے سامنے رکھ دیا جاتا تھا۔ آپ تناول فرمالتے تھے اور کسی چیز کے کھانے سے انکار نہیں فرماتے تھے۔ بھوک کی شدت سے پیٹ پر پٹی باندھے رہتے تھے۔ اقسام غلہ میں سال بھر کے کھانے سے زیادہ ایک دانہ کی بھی فکر نہیں کی جاتی تھی۔ اور آذوقہ سالانہ کے فراہم ہو جانے کے بعد خجنا پچ جاتا تھا۔ وہ سب کا سب خدا کی راہ میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ خرزہ شوق سے کھاتے تھے۔ بدبودار چیزوں سے ہمیشہ نفرت کرتے تھے۔ لکڑی جو خرما یا نمک کے ساتھ تناول فرماتے تھے۔ انگور بھی بہت پسند تھا۔ خرا اور دودھ سے بھی شوق فرماتے۔ ثرید کو بہت دوست رکھتے تھے۔ شوربے میں کدو کا شوربا مرغوب خاطر تھا پینیر اور دوغن سے بھی رغبت تھی۔ خود شکار نہیں فرماتے تھے۔ مگر شکار کا گوشت تناول فرماتے تھے۔ آب سرد سے شوق تھا۔ دودھ سے رغبت تھی۔ دودھ کبھی خامس اور کبھی پانی ملا کر نوش فرماتے تھے۔ کیشمش، کھجور اور انگور پانی میں بگاڑ دیا جاتا۔ کچھ دیر بعد وہ پانی نوش فرماتے۔ روٹی کے ساتھ

سنة اسوة الرسول صلوات الله على اولاد سيد المرسلين.



کھانے والی چیزوں میں سرکہ اور سبزی میں کاسنی اور بادروج زیادہ پسند تھا۔ گھر میں ایک لکڑی کا پیالہ یا کاسہ ٹوٹا ہوا اور تاروں سے بندھا ہوا تھا۔ اس میں خوراک تناول فرماتے تھے یہ

حضیر موٹے جھوٹے روٹی کے بنے ہوئے کپڑے پہنا کرتے تھے۔ برویانی بھی پہنتے تھے اور بالوں کا جبہ بھی، اپنے کپڑوں میں خود پیوند پارہ کر لیتے جو تے ہیں بھی آپ ہی پیوند لگا لیتے تھے۔ لباس کے متعلق نہ کوئی التزام تھا۔ پڑوش جسبانی آرائش کا انتظام تھا۔ برکار رسالت کا لباس صرف تین پارچوں پر تمام تھا۔ چادر، قمیص، تہمد۔ کہتے ہیں کہ پاجامہ کبھی نہیں پہنا۔ امام احمد بن حنبل سے روایت ہے کہ حضور نے بازار میں ایک پاجامہ خریدا تھا۔ حافظ ابن قیم نے اسی پر قیاس کیا ہے کہ جب خریدا ہوگا تو پہنا بھی ہوگا۔ موزوں (جراب) کی عادت نہیں تھی مگر بادشاہ حبشہ نے جو سیاہ موزے بھیجے تھے وہ آپ نے پہنے تھے۔

عمامہ کا شملہ کبھی دوش مبارک پر کبھی دونوں شانوں کے بیچ میں پڑا ہوا کبھی تخت الحنک کی طرح دگردن سے، لپیٹ لیا کرتے تھے۔ عمامہ کے نیچے کی ٹو سے لپٹی ہوتی تھی۔ اونچی ٹوپی کبھی استعمال نہیں کی۔ لباس میں سید سے زیادہ کی دھار بدار مخطط، چادریں پسند تھیں۔ جن کو حیرہ کہتے تھے۔ جامہ حریر پہننے کی نحو مخالفت فرماتے تھے۔ پشمینہ کے موٹے جھوٹے کپڑے پہننے کی تاکید فرمائی ہے۔

۱۰ حیوۃ القلوب مجلسی ص ۱۲۰ و ۱۲۱۔ مناقب ابن شہر آشوب۔

۱۱ سیرۃ النبی جلد ۲

**ادب و اطوار** حضور عقل و حکمت کی تعلیم کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اس لئے علم و حکمت میں یگانہ تھے۔ آپ کا علم لدنی تھا۔ چنانچہ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے ہم نے تجھے سب کچھ پڑھا دیا جو کچھ بھی تو نہیں جانتا تھا۔  
 پ نہایت حلیم، عادل، شجاع، مہربان اور غیور تھے۔ سخی ایسے تھے کہ کسی آپ کے پاس درہم و دینار جمع نہیں ہوا۔ ہمیشہ زمین پر بیٹھتے، زمین پر کھانا کھاتے اور زمین پر ہی سوتے تھے۔ اپنے کپڑوں اور نعلین میں اپنے ہاتھ سے پیوند لگاتے تھے۔ گھر کے دروازے، نفس نفیس کھولتے اور بند فرماتے تھے۔ دونوں اوروں کو اپنے ہاتھ سے دوہتے تھے اور اونٹوں کے پاؤں اپنے ہاتھ سے باندھتے تھے۔

رات کو سر کے نیچے ہاتھ رکھ کر آرام فرماتے تھے۔ مجلس میں تکیہ لگا کر بھی نہیں بیٹھتے تھے۔ فقراء و مساکین کے ساتھ بے تکلف بیٹھ جاتے تھے۔ ان کے ساتھ کھانا بھی تناول فرماتے تھے۔ مریضوں کی اکثر عیادت فرماتے اور بنارس کی مشالیت فرماتے۔ گفتگو میں صدائے مبارک کبھی درشت و تند نہیں ہوتی تھی۔ جو کوئی حاضر خدمت ہوتا، سلام میں ابتدا فرماتے۔ سخی بات کرنے میں کسی کی خوشی یا غصہ کا ذرا بھی خیال نہ ہوتا تھا۔ ان کے دست و زبان مبارک سے کبھی کسی کو ضرر نہ پہنچا۔ ہر ایک پر رحم و شفقت فرمایا کرتے تھے۔ کسی سے کچھ طمع نہ رکھتے تھے۔ ہر مبارک کو ہمیشہ جھکائے رکھتے تھے۔ تیر اندازی اور اسب و دانی سے شغف تھا۔ مگر لہو و لعب کے لئے نہیں بلکہ ورزش و ریاضت

لہ مناقب شہزاد شوب و حیوۃ القلوب

اور جہاد کے لئے۔

صبح کی نماز کے بعد سجادہ پر روزانہ بیٹھتے، وہیں دربار رسالت  
تفسیر اوقات لگ جاتا معرفت و حقیقت کے چشمے بہتے پند و نصائح

سے لوگوں کو استفاد فرماتے علم و حکمت سے بہرہ اندوز فرماتے اور تصفیہ نزاعات  
و مقدمات فرماتے۔ وظائف و عنائٹ کا بھی اکثر یہی وقت ہوتا تھا۔ خوب  
دن چڑھے بیت الشرف میں تشریف لے جاتے اور وہاں امور خانگی  
میں مصروف ہو جاتے۔ ان مشاغل میں ظہر کا وقت آ جاتا۔ نماز ظہر و عصر کے  
بعد پند و نصائح فرما کر گھر میں تشریف لاتے اور تمام اہل بیت المؤمنین کے پاس  
تھوڑا تھوڑا عرصہ بیٹھتے، مغرب کے وقت پھر مسجد میں تشریف لاتے عشا کے  
بعد تک محفل رشد و ہدایت گرم رہتی۔ اور قرآن حکیم اور ادعیہ مانورہ کی تلاوت  
فرماتے ہوئے خواب استراحت میں چلے جاتے۔ آدھی رات کے بعد بیدار ہو جاتے  
مسواک سر لانے رکھی رہتی تھی۔ بیدار ہوتے ہی مسواک فرماتے مسواک کے  
بعد وضو فرماتے۔ پھر نماز کے لئے مصطفیٰ عبادت پر کھڑے ہو جاتے آپ کو  
سجدہ گاہ آپ کے سر لانے ہوتی تھی۔ سونے اور آرام کرنے کا معمول یہ تھا  
کہ دائیں کروٹ دایاں ہاتھ زخسار کے نیچے رکھ کر سوتے۔ فرش خواب  
کوئی خاص التزام نہ تھا۔ معمولی سے معمولی لیٹر پر آرام کر لیا جاتا۔ کبھی شتہ  
گو سفند کی کھال پر اور کبھی بوہی زمین پر لیٹ رہتے تھے۔  
حضور نے اپنے اوقات کو تین حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ ایک حصہ عبادت

و ذکر الہی دوسرا حصہ معاشرت و خانہ دارقاً تیسرا حصہ امور عامہ اپنا دوسرا حصہ غنیمت و صلوات  
و نظام سلطنت کے لئے وقف تھا۔

عبادت کے شغف پر قرآن مجید گواہ ہے۔ کبھی حکم ہوتا۔  
**عبادت الہی** اے کیلی اوڑھنے والے رات کو تھوڑا حصہ اٹھا کرو۔

کبھی ارشاد ہوتا ہے پاک، ہم نے اس لئے قرآن نازل نہیں فرمایا۔ کہ تم  
اس قدر تکلیف برداشت کرو۔ علم الہی نے اسی لئے صفت انبیائے سلف ہیں  
انہیں احمد کے نام سے یاد کیا کہ خدا کی سب سے زیادہ حمد کرنے والے تھے  
جس کثرت سے آپ نمازیں پڑھتے تھے۔ اسی کثرت سے روزے بھی رکھتے تھے  
اسلامی جہادوں میں جب تلواروں کی بجلیاں کوندتی تھیں۔ تیروں کے پتھر ہوتے  
تھے۔ خدا کا عاشق کامل نہایت خشوع و خضوع سے نمازیں پڑھتا۔  
اور مسلمانوں کو خدا وحدہ لا شریک کو یاد دلاتا تھا۔ اُحد میں برابر فرمایا ہے تھے  
اللہ مولانا و لامولاکم الا اللہ علی و اجل۔ خدا ہمارا آقا ہے اور تمہارا  
تو کوئی آقا نہیں۔ مگر اللہ جو بڑا اور بلند ہے۔ جنگ خندق میں فرمایا ہے اللہم  
لا خیر الا خیر الا خیرۃ فیبارک فی الانصار و المہاجر۔ خدا یا بھلائی صرف  
آخرت کی بھلائی ہے۔ مہاجرین و انصار کو برکت عطا فرما۔

جب علی مرتضیٰ جنگ خندق میں عمرو بن عبدود کے مقابلے میں نکلے۔ تو اس  
طرح دعا فرمائی تھی۔ رب لا تزدنی فرحاً و انت خیر الوارثین پالنے  
والے تو مجھے نہایت چھوڑ۔ تو سب سے بہتر وارث ہے۔

**خوفِ خدا** جب آپ نماز کے لئے اسٹادہ ہوتے تھے۔ چہرہ مبارک کا رنگ زرد ہو جاتا تھا۔ عبادتِ الہی میں گریہ و زاری آپ کی خاص عادت

تھی۔ عبد اللہ ابن شجر بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں جناب رسالت کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا۔ آپ نماز میں مشغول ہیں۔ آنکھوں سے برابر آنسو جاری ہیں۔ روتے پچکیاں بندھ گئی ہیں معلوم ہوتا تھا کہ چکی چل رہی ہے یا ہانڈی ابل رہی ہے جب بھی خشیتہ اللہ کی حالت طاری ہوئی۔ افراطِ شکباری کی یہی حالت ہو گئی ہے

**محبتِ الہی** حبیب کے دل میں محبوب کی محبت کا اندازہ کرنا دشوار ہے اللہ سے اس قدر محبت تھی کہ اللہ نے انہیں محبت کا نمونہ قرار دیا

اور محبتِ الہی میں ان کی پیروی کا حکم دیا۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی۔ اے رسول ان سے کہہ دو۔ کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو۔ تو میری پیروی کرو۔

**توکل علی اللہ** مکہ کے زمانہ قیام میں ایک دفعہ کفار نے یہ مشورہ کیا۔ کہ جب حضور حرم محترم میں قدم رکھیں۔ انہیں قتل کر دو۔

بیدہ طاہرہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے ان کے اس ارادہ کو سن لیا۔ بے چین ہو گئیں۔ روتی ہوئی حاضر خدمت ہوئیں۔ صورت حال کو بیان کیا۔ آپ نے تسکین دی۔ اسی وقت حضور فرما کر بیت اللہ میں تشریف لے گئے۔ کفار نے دیکھا۔ اور خدا کی قدرت اور رسول اللہ کی سطوت سے آنکھیں جھکائیں۔ یہ ہے توکل علی اللہ

۱۵۔ عین الحیوة

۱۶۔ اسوۃ الرسول جلد ۴ صفحہ ۱۶۶

کارو حافی اثر۔

ایک دوسرے موقع پر مہاجر و انصار آپ کے خیمہ اقدس پر پہرہ دے رہے تھے۔ تو آپ نے خیمہ اقدس سے نکل کر ارشاد فرمایا۔ لوگو! واپس جاؤ۔ میری حفاظت کا ذمہ خود خدا نے لیا ہے۔ مکہ میں جب کفار قریش مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھا رہے تھے۔ جان سے بااؤس ایک صحابی خدمت میں حاضر ہوا اور کفار کے تشدد کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا۔ گھبراؤ نہیں، خدا کی قسم بہت جلد وہ وقت آتا ہے۔ جب یہ دین مرتبہ کمال کو پہنچ جائے گا۔ اور خدا کے سوا کسی اور کارڈ باقی نہیں رہے گا۔ ایک دفعہ کسی غزوہ میں آپ درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے۔ ایک کافر اپنی چا۔ اس نے تلوار کھینچ کر کہا۔ اب آپ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے۔ فرمایا خدا وہ ایسا مرعوب ہوا کہ تلوار بیان میں کر کے پاس آ بیٹھا۔

**صبر و شکر**

بچپن میں ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اس کے بعد شفیق دادا کی شفقت سے محروم ہوئے چچا ابو طالب کفیل ہوئے اعلان نبوت کے بعد وہی قریش کے مظالم و مفاسد کی سپر تھے۔ انہوں نے انتقال فرمایا۔ ہونس و عکسار بی بی خدیجہ نے داغ مفارقت دیا۔ صغریٰ میں کئی بچوں نے قضا کی۔ آپ نے انتہائی صبر و رضا کا مظاہرہ فرمایا۔ آنحضرت کے پاس جب کوئی خوشی کی خبر آتی تھی تو خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے آپ فوراً سجدہ میں گر پڑتے تھے۔ آپ خیبر اور مکہ کے فاتح اعظم کی حیثیت سے اپنے مفتوحہ شہروں میں داخل ہوتے ہیں۔ تو اس شان سے کہ سر نیاز بارگاہ رب العزت میں جھکا ہے اور لب مبارک پر خدا کی حمد و ثنا ہے۔

**حسَن معاملہ** نبوت سے پہلے جن لوگوں سے آپ کے کاروباری تعلقات تھے، انہوں نے ہمیشہ آپ کی دیانت اور حسن معاملہ کا اعتراف کیا۔ اس لئے قریش نے متفقہ طور پر آپ کو امین کا خطاب دیا تھا۔ نبوت کے بعد بھی گو قریش کو آپ سے سخت عناد تھا، تاہم وہ اپنی امانتیں حضور کے پاس ہی رکھتے تھے۔

عرب کا ایک مشہور سوداگر سائب تھا۔ وہ مسلمان ہو کر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا۔ لوگوں نے اس کی صفت و ثنا کی اور آنحضرت سے تعارف کرایا حضور نے فرمایا میں ان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ سائب نے کہا کہ میرے ماں باپ فدا ہوں۔ آپ تجارت میں میرے شریک تھے۔ ساجھی تھے۔ لیکن ہمیشہ آپ نہایت صفائی سے معاملہ فرماتے تھے۔

**عدل و انصاف** ایک دفعہ ایک عورت نے جو خاندان مخزوم سے تھی۔ چوری کی، قریش کی عزت کے پیش نظر لوگ

چاہتے تھے کہ اسے سزا نہ ہو اور معاملہ دب جائے۔ حضرت اسامہ بن زید سے حضور کو بہت محبت تھی۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ سفارش کیجئے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معافی کی درخواست کی۔ آپ نے غضب آلود ہو کر فرمایا۔ کہ بنی اسرائیل اسی کی بدولت تباہ ہوئے۔ کہ وہ غریب پر حد جاری کرتے تھے۔ اور امراء سے درگزر کرتے تھے۔

طابق محازی کا بیان ہے کہ جب ہم سرکار رسالت کی خدمت میں مدینہ میں حاضر ہوئے تو حضور خطیبہ دے رہے تھے۔ ہم لوگوں کو دیکھ کر ایک مرد انصاری

نے کہا۔ یہ لوگ بنی ثعلبہ کے قبیلہ سے ہیں۔ ان کے مورث نے ہمارے خاندان کے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ اس کے بدلہ میں ایک آدمی قتل کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ باپ کا بدلہ بیٹے سے نہیں لیا جاسکتا۔

عطا وجود کی یہ حالت تھی۔ کہ جو شخص حاضر خدمت ہوتا اور کبھی سوال کرتا۔ آپ کچھ نہ کچھ اس کو ضرور عطا فرما دیتے۔ ورنہ وعدہ فرماتے۔ آپ کے اس انداز کو دیکھ کر لوگوں کو اس قدر دلیری ہو گئی تھی کہ ایک دفعہ عین اقامت نماز کے وقت ایک بدو آیا اور آپ کا دامن پکڑ کر کہا۔ میری ایک معمولی حاجت باقی رہ گئی ہے۔ خوف ہے کہ میں اس کو بھول نہ جاؤں۔ اس کو پورا کر دیجئے۔ چنانچہ آپ اس کے ساتھ تشریف لے گئے اور اس کی حاجت براری کر کے آئے تو نماز پڑھی۔

حضرت ابو ذر سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا۔ اگر اُحد کا پہاڑ میرے لئے سوتا ہو جائے تو میں کبھی پسند نہ کروں گا۔ کہ تین راتیں گزر جائیں اور میرے پاس ایک دینار رہ جائے۔ لیکن وہ دینار جسے میں ادائے قرض کے لئے رکھ چھوڑوں۔

ابوالخیر بیان کرتے ہیں۔ کہ قبل بعثت میں نے سرکار رسالتؐ ایٹھائے عہد سے کوئی معاملہ کیا تھا۔ کہ آپ نے ایک مقام پر آنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ میں بھول گیا اور وعدہ کے مقام پر نہ اس دن گیا اور نہ اس کے دوسرے دن۔ تیسرے دن مجھے یاد آیا۔ میں گیا تو آنحضرتؐ تین دن سے وہیں موجود تھے۔ صادق آل محمدؐ سے منقول ہے۔



کہ ایک دفعہ سرکار رسالت نے ایک پتھر پر کھڑے ہو کر وعدہ فرمایا تھا۔ کہ میں تمہارے ہاتھ تک یہیں کھڑا تمہارا انتظار کرتا ہوں۔ آپ کھڑے تھے۔ اتنے میں صوبہ تیز سو گئی۔ صحابہ نے عرض کیا۔ آپ سایہ میں تشریف لے آئیں۔ تو بہتر سے ارشاد فرمایا۔ کہ میں نے اسی جگہ کے لئے وعدہ کیا ہے۔ اگر وہ نہ آیا تو میں یہیں کھڑا رہوں گا۔ یہاں تک کہ میں مرجاؤں اور یہیں سے محسور ہوں۔

**ایثار** | آپ کی سیرت میں جو صفت سب سے زیادہ نمایاں نظر آتی ہے اور جس کا اثر ہر موقع پر ظاہر ہوتا رہا۔ وہ صفت ایثار ہے۔

ایک دفعہ قبیلہ بنی غفار کا ایک شخص آ کر مہمان ہوا۔ رات کو کھانے کے لئے صرف بکری کا دودھ تھا۔ وہ آپ نے اس کی نذر کر دیا۔ اہل و عیال نے تمام رات فاقہ سے بسر کی۔ حالانکہ اس سے پہلی شب بھی گھر میں فاقہ ہی تھا۔ ایک دفعہ ایک عورت نے ایک چادر لاکر پیش کی۔ آپ کو ضرورت تھی آپ نے لے لی۔ ایک صاحب حاضر خدمت تھے۔ انہوں نے کہا کیا چادر ہے آپ نے ان کو اتار کر دے دی۔ جب حضور تشریف لے گئے۔ تو لوگوں نے اس شخص کو علامت کی کہ تم جانتے ہو۔ کہ حضور کو چادر کی ضرورت ہے اور یہ بھی جانتے ہو کہ سرکار رسالت کسی کا سوال رو نہیں کرتے۔ انہوں نے کہا۔ کہ میں نے تو برکت کے لئے ایسا کیا ہے کہ مجھ کو اس چادر کا کفن دیا جائے۔

کبھی ایسا ہوتا۔ کہ مہمان آ جلتے۔ اور گھر میں جو کچھ ہوتا۔ وہ انہیں پیش کر دیا جاتا اور تمام اہل و عیال فاقہ کرتے۔ آپ راتوں کو اٹھ کر اپنے مہمانوں کی خبر گیری فرماتے تھے۔

لوگوں کا شدید ضرورت کے بغیر مانگنا حضور  
کو سخت ناگوار تھا۔ اس لئے اکثر ارشاد

## گداگری اور سوال سے نفرت

فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص لکڑی کا گھٹھہ پیچھے پر لا کر لٹے ماورینچ کر اپنی آبرو  
بچائے تو اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے۔

حجۃ الوداع میں آنحضرت صدقات کا مال تقسیم فرما رہے تھے۔ دو شخص سوالی  
بن کر سامنے آئے۔ آپ نے نظر اٹھا کر جب ان کی طرف دیکھا تو وہ تندرست و  
تندرست تھے ماوران کے اعضا ہاتھ پاؤں وغیرہ درست تھے۔ آپ نے فرمایا۔  
اگر تم چاہو۔ تو اس میں سے دے سکتا ہوں لیکن ایسے لوگوں کا جو تندرست  
ہوں۔ کام کرنے کے لائق ہوں یا غنی ہوں اس میں کوئی حصہ نہیں۔

قبضہ ایک صحابی تھے۔ قرض سے تنگ آ کر خدمتِ سرکار رسالت میں  
حاضر ہوئے۔ اپنی حالت عرض کی۔ حضور نے مدد فرمانے کا وعدہ کیا۔ پھر ارشاد فرمایا  
اے قبضہ سوال کرنا اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر صرف تین شخصوں کے  
لئے جائز ہے۔ ایک وہ جو قرض سے بہت زیر بار ہو۔ وہ مانگ سکتا ہے  
لیکن جب اس کی ضرورت پوری ہو جائے۔ تو اسے سوال کرنے سے رک جانا  
چاہیے۔ دوسرے وہ شخص جس پر کوئی ناگہانی مصیبت آگئی ہو جس نے  
اس کے تمام سرمایہ کو برباد کر دیا ہو۔ اس کے لئے بھی درستی حالات  
تک مانگنا جائز ہے۔ تیسرے وہ شخص جو مبتلائے فاقہ ہو  
اس کے علاوہ جو شخص کچھ مانگ کر حاصل کرتا ہے۔ وہ حرام  
کھاتا ہے۔

**صدقہ بخش و ہدیہ** صدقہ آنحضرت اور حضور کی آل پر مطلقاً حرام ہے یہی فرق آل و اصحاب میں ہے۔ آپ کے سامنے

جب کوئی شخص کوئی چیز لے کر آتا تو دریافت فرماتے۔ ہدیہ ہے یا صدقہ۔ اگر ہدیہ کہتا تو قبول فرماتے۔ اگر یہ کہتا کہ صدقہ ہے۔ تو ہاتھ روک لیتے اور اصحاب کو عنایت فرمادیتے۔ ایک دفعہ امام حسن علیہ السلام نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور منہ میں ڈال لی۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹا اسے تھوک دو۔ صدقہ آل محمد پر حرام ہے۔ ہدیہ کے متعلق فرماتے تھے۔ تَهَاذُوا حَتَّابُوا۔ باہم ایک دوسرے کو ہدیہ بھیجو تاکہ باہم محبت پیدا ہو۔ ہدیہ از ویاد محبت کا ذریعہ ہے۔ اس لئے ہدیہ بھیجتے بھی تھے اور قبول بھی فرماتے تھے۔ بی بی عائشہ سے روایت ہے۔ کان یقبل الہدیۃ ویشیب علیہا یعنی آنحضرت ہدیہ قبول بھی فرماتے تھے اور اس کا معاوضہ بھی دیتے تھے۔

ترب و جوار کے امرا و رؤساء، ملوک و سلاطین آپ کی خدمت میں مخالف بھیجتے تھے۔ شام سے ایک رئیس نے ایک خچر بھیجا۔ عزیز مصر نے بھی ایک خچر بھیجا۔ قیصر روم نے ایک پوستین بھیجی۔ حضور نے اسے جعفر طیار کے ذریعہ بادشاہ حبش نجاشی کو بھیج دیا۔

**رہبانیت سے پرہیز** بعض اشخاص میلان طبعی یا عیسائی راہبوں کے اثر سے رہبانیت پر آمادہ تھے۔ آل حضرت نے ان کو باز رکھا۔ کسی غزوہ میں ایک صحابی کا کسی غار پر سے گزر ہوا جس میں

پانی تھا۔ اور اس پاس کچھ پودے تھے۔ خدمت سرکار رسالت میں حاضر ہو کر  
 عرض کیا۔ یا رسول اللہ مجھے ایک غار مل گیا ہے جس میں ضرورت کی سب  
 چیزیں ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ وہاں گوشہ نشین ہو کر ترک دنیا کروں۔  
 فرمایا۔ میں یہودیت اور نصرا نیت لے کر دنیا میں نہیں آیا۔ میں آسمان  
 اور پہل ابراہیمی مذہب لے کر آیا ہوں۔

حضرت ابوذر غفاری سے ارشاد فرمایا۔ اے اباذر دو رکعت نماز میانہ

جس کو تم نے نہ بہت طول دیا ہو اور نہ بہت مختصر کیا ہو۔ وہ بہتر ہے اس  
 رات بھر کی عبادت سے جو فراموشی دل کے ساتھ پڑھ لی گئی ہو۔

زیادہ مدح کی ناپسندیدگی | زیادہ مدح و تعریف کو بھی ناپسند

فرماتے تھے۔ ایک دفعہ حضور کی

مجلس اقدس میں ایک شخص کا ذکر ہوا۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے اس  
 کی بہت مدح و تعریف کی۔ حضور نے فرمایا کہ تم نے اپنے دوست کی گردن  
 کاٹی ہے۔ ان الفاظ کو حضور نے کئی بار دہرایا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اگر تمہیں  
 کسی شخص کی خواہ مخواہ مدح کرنی ہو تو یوں کہو، میرا ایسا خیال ہے۔ ایک دفعہ  
 آپ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا۔ مہجمن تقفی سے  
 پوچھا۔ یہ کون ہیں۔ مہجمن نے ان کا نام بتلایا اور نہایت تعریف کی۔ ارشاد  
 فرمایا۔ دیکھو کہیں یہ نہ سن لے ورنہ نباہ ہو جائے گا۔ یعنی اس کے دل میں غرور  
 پیدا ہوگا۔ جو باعث ہلاکت ہے۔

مساوات | عدل رسالت کا مقتضا تھا۔ کہ حضور کے نزدیک غلام و آقا

کبیر و صغیر، مفلس و بالدار، امیر و غریب سب مساوی ہوں۔ اس لئے دربار رسالت میں بلال و صہیب شرفائے مہاجرین و انصار کے پہلو پہلو بیٹھے تھے اور بے تکلف رو بہ رو گفتگو کرتے تھے۔ صحابہ جب سب مل کر کوئی کام کرتے تو ہمیشہ سرکار رسالت اللہ کے شریک ہوتے تھے اور معمولی مزدوروں کی طرح کام کرتے تھے۔ مدینہ آکر سب سے پہلا کام مسجد نبوی کی تعمیر تھی۔ حضور بنفس نفیس اینٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔ غزوہ احزاب میں جب سب صحابہ خندق کھود رہے تھے تو سرکار رسالت بھی ایک عام مزدور کی طرح کام کر رہے تھے یہاں تک کہ شکم مبارک پر خاک اور مٹی کی تہ جم گئی تھی۔

ایک سفر میں کھانا تیار نہ تھا۔ تمام صحابہ نے مل کر کھانا پکانے کا سامان کیا۔ لوگوں نے ایک ایک کام بانٹ لیا۔ سرکار رسالت نے جنگل سے لکڑیاں لانے کا کام اپنے ذمہ لیا۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ یہ کام ہم خدام کریں گے۔ فرمایا۔ ہاں سچ ہے لیکن مجھے یہ پسند نہیں۔ خدا اس بندے کو پسند نہیں کرتا۔ جو کام کرنے میں اپنے ہمراہیوں میں ممتاز بنے۔

سرکار رسالت کی مجلس میں جو اشخاص شامل ہوئے تھے۔ ان میں ایسے لوگوں کو آپ

خیر خواہ خلق کا احترام

سب سے زیادہ جلیل القدر سمجھتے تھے۔ جو عام طور سے مسلمانوں کے خیر خواہ ہوتے تھے اور اکثر فرماتے تھے۔ وہ شخص مسلمان نہیں جو صلح کو اٹھے۔ اور ان کے امور میں اہتمام نہ کرے۔ وہ بھی مسلمان نہیں جو مسلمانوں کی فریادرسی نہ کرے۔ لوگوں نے پوچھا۔ سب سے زیادہ محبوب خدا کون ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا۔ وہی شخص سب سے زیادہ خدا کو محبوب ہے جو مسلمانوں کو سب سے زیادہ نفع پہنچائے۔ رَعِيْنِ الْحَيٰوَةِ

**دوسروں کا کام کرنا** | جناب بن ارث ایک صحابی تھے سرکار رسالتؐ نے ان کو کسی غزوہ پر بھیجا۔ جناب کے گھر میں کوئی مرد نہیں تھا اور عورتوں کو دودھ دوہنا نہیں آتا تھا۔ اس بنا پر ہر روز ان کے گھر جلتے اور دودھ دوہ دیا کرتے تھے۔

جس سے جو وہاں آئے تھے صحابہ نے چاہا کہ وہ ان کی خدمت کریں لیکن آپؐ نے انہیں روک دیا اور فرمایا۔ کہ انہوں نے پر دینی مہاجرین کی خدمت کی ہے۔ اس لئے میں خود ان کی خدمت کا فرض انجام دوں گا۔ بقرہ تصیف جنہوں نے طائف میں حضورؐ کے پائے مبارک کو زخمی کیا تھا۔ سگہ میں وفد لے کر آئے۔ آپؐ نے ان کو مسجد میں اتارا اور یہ نفس نفیس ان کی مہمانی کے فراتھن اولے کے۔ عبداللہ ابن اولیٰ ایک صحابی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ سرکار رسالتؐ کو بیوہ اور مسکین کے ساتھ چل کر ان کا کام کر دینے میں عار نہ تھا۔

**عزم و استقلال** | حضور عزم و استقلال کی انتہا پر فائز تھے۔ ماہنامی زندگی سے انتہا تک آپؐ کی تمام تبلیغی جدوجہد آپ

کے عزم و استقلال کا ایک تفصیلی ذمہ ہے۔ تمام عرب کا عربہ مخالفت پر آمادہ آیا۔ لیکن وقار نبوت اور عزم رسالت نے ان کی ذرہ برابر پراہ نہیں کی اور انہیں شکوہ پر کھسا کھا کر آخر اس تاجدار عزم و استقلال کی بارگاہ میں منتقیدت ختم کرنا پڑا۔ مکہ کی تیرہ سالہ زندگی میں لگاتار ناکامیوں سے وہ ہمارے ہونے لگا۔ مگر یاس و ہراس کو اپنے قریب

نہ آنے دیا۔ اکثر مصائب ہیں فرماتے تھے۔ خدا کی قسم دین اسلام اپنے مرتزہ کمال پر پہنچ کر رہے گا۔ یہاں تک کہ صنعا سے حضر موت تک سوار اس طرح بے خطر چلا جائے گا کہ اس کو خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا۔

غزوہ اُحُد میں آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا تو سب نے حملہ کی رائے دی لیکن جب آپ خود زرہ پہن کر آمادہٴ پیکار ہوئے تو صحابہ نے رک جانے کا مشورہ دیا۔ آپ نے فرمایا پیغمبر زرہ پہن کر نہیں اتار سکتا۔ یہ اس کی شانِ استقلال کے خلات ہے۔ غزوہ حنین میں جب بنی ہوازن کے تیر اندازوں نے لگاتار تیروں کی بوچھاڑ کی۔ تو اکثر صحابہ کے قدم اکھڑ گئے۔ لیکن آپ نہایت سکون و اطمینان سے چند جانبازوں کے ساتھ میدان میں بے رعبے اور بے جزبہ پڑھ رہے تھے۔ یہی پیغمبر صادق ہوں۔ میں فرزند عبدالمطلب ہوں۔

**شجاعت**  
غزوہ حنین میں حضرت براء شریک تھے۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ تم حنین سے بھاگ گئے تھے جو اب دیا۔ ہاں سچ ہے۔ لیکن میں گویا دیتا ہوں۔ کہ سرکارِ رسالتؐ اپنی جگہ سے نہیں ہٹے۔ خدا کی قسم جب لڑائی پورے زور پر ہوتی تھی۔ تو ہم لوگ آپ کے پہلو میں آکر نپاہ لیتے تھے۔ حضرت انس بن ثابت کہتے ہیں کہ سرکارِ رسالتؐ سب سے زیادہ شجاع تھے۔ ایک دفعہ مدینہ میں شور مچا کہ دشمن آگئے۔ لوگ مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے لیکن سب سے پہلے سرکارِ رسالتؐ آگے بڑھ کر نکلے۔ آپ نے کسی کا انتظار نہیں کیا بلکہ وہیں گھوڑے کی برہنہ پشت پر سوار ہو کر تمام خطرناک مقامات میں گشت لگائی واپس آ کر لوگوں کو تسکین دی کہ کوئی خطرہ کی بات نہیں۔

ابو بنی بن خلف بر کار رسالت کا سخت دشمن تھا۔ بار بار میں فدیرہ دے کر رہا ہوا۔ اور ساتھ ساتھ یہ کہتا گیا کہ میرے پاس ایک گھوڑا ہے۔ اس پر چڑھ کر میں محمد کو قتل کروں گا۔ اُحد میں اس گھوڑے کو اڑاتا، صفوں کو چیرتا ہوا آپ کے پاس پہنچ گیا۔ مسلمانوں نے چاہا۔ اسے بیچ میں روک لیں۔ لیکن حضور کے منع فرمایا اور کہا۔ اے دو۔ ایک مسلمان سے نیزہ لے کر آپ اس کی طرف بڑھے اور آہستہ سے اس کی گردن میں انی چھوٹی۔ وہ ہائے ہائے کرتا ہوا بھاگا۔ لوگوں نے کہا یہ تو کوئی بڑا زخم نہیں۔ تم اس قدر خوف زدہ کیوں ہو۔ اس نے کہا۔ ہاں یہ سچ ہے لیکن یہ محمد کے ہاتھ کا زخم ہے۔

**راست گفتاری** صداقت کی یہ انتہا تھی کہ دشمنوں سے بھی صداقت و اہمیت اہلوا یا کفار نے حضور کو بخون، مسخو، شاعر کہا۔ مگر کاذب کہیں نہیں کہا۔ ابو جہل کہا کرتا تھا محمد! میں تم کو جھوٹا نہیں کہتا البتہ جو کہتے ہو میں اس کو صحیح نہیں سمجھتا قیصر روم نے اپنے دربار میں ابوسفیان سے پوچھا۔ تمہارے ہاں جو مدعی نبوت پیدا ہوا ہے، اس دعوے سے پہلے تم نے اس کو جھوٹا بھی پایا، ابوسفیان نے کہا نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ آخر میں قیصر نے جو تقریر کی، اس میں کہا۔ مجھے یقین ہے، اگر وہ خدا پر جھوٹ باندھتا۔ تو آدمیوں پر اتر باندھنے سے کب باز آتا۔

**ایمان کے عہد** ابورافع ایک غلام تھے۔ حوالت کفر میں قریش کی طرف سے سفیر کرتے۔ حضور کے روئے اقدس پر نظر پڑی تو بے اختیار اسلام کی صداقت ان کے دل میں اتر گئی۔ عرض کی۔ یا رسول اللہ! اب میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے ایمان لایا۔ اس نے کہا۔ فرمایا میں عہد شکنی کر سکتا ہوں اور نہ قاصدوں کو عہد شکنی کا ہاتھ



دے سکتا ہوں۔ اب تم واپس جاؤ اور اگر وہاں پہنچ کر بھی تمہارے دل کی یہ کیفیت  
 یہی لو آجانا۔ وہ اس وقت واپس گئے اور پھر اسلام لائے۔

غزوہ بدر میں کافروں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد ایک تہائی تھی۔ ایسے موقعہ  
 پر حضور کی خواہش تھی کہ جس قدر تعداد زیادہ ہو بہتر ہے ایسے وقت میں سرِ پا وقتا ابو  
 حذیفہ بن بیان اور ابو جہیل مکہ سے آ رہے تھے۔ رستے میں کفار نے انہیں روک کر کہا کہ تم  
 محمدؐ کے پاس جا رہے ہو اس شرط پر تمہیں رہا کیا جاسکتا ہے کہ جنگ میں ان کا ساتھ نہ  
 دو۔ انہوں نے عہد کیا۔ رہا ہو کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ صورتِ حال بیان کی  
 قرابا یا تم دونوں واپس جاؤ۔ ہم ہر حال میں وعدہ کی وفا کے حامی ہیں۔ ہم کو صرف  
 خدا کی مدد درکار ہے۔

مصنفین یورپ کا خیال ہے کہ سرکارِ رسالتؐ جب تک کہ  
 نہ ہو وقتا عت | میں تھے ہمیرانہ نشان سے زندگی بسر کرتے تھے۔ مدینہ میں  
 پہنچ کر شام کو زندگی بسر کرنے لگے لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضورؐ تاجدارِ عرب بننے  
 پر بھی فائقہ کش رہے۔ صادق آلِ محمدؐ سے منقول ہے کہ کسی شخص نے سوال کیا کہ  
 کہا جاتا ہے کہ سرکارِ رسالتؐ نے کبھی پیٹ بھر کر روٹی نہ کھائی۔ آپؐ نے فرمایا  
 یہی نہیں بلکہ آپؐ نے گہیوں کی روٹی نہیں کھائی۔ جو کی روٹیاں بھی کبھی پیٹ بھر کر نہ  
 کھائیں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ کبھی آپؐ کا کپڑا تہ کر کے نہیں رکھا گیا۔ یعنی صرف  
 ایک جوڑا ہوتا تھا۔ دوسرا نہیں ہوتا تھا۔

وقتِ وفاتِ آپؐ کی زہہ ایک یہودی کے ہاں تین صلح جو پر گرو تھی۔ جن  
 کپڑوں میں آپؐ نے وفات پائی۔ ان پر تلے اوپر پیوند لگے ہوئے تھے۔ حالانکہ

عرب حدودِ شام سے عدن تک فتح ہو چکا تھا۔

آنحضرتؐ نے ذاتی معاملہ میں کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ ہاں احکامِ الہیہ **عفو و حلم** کی توہین پر آپؐ سزا دیتے تھے۔

زید بن شعبہ جس زمانہ میں یہودی تھا حضرت اس سے قرض لیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ وہ بیعہ ادا سے پہلے تقاضہ کے لئے خدمتِ اقدس میں آیا۔ حضورؐ کی چادر پکڑ کر کھینچی اور سخت ست کہا حضرت عمرؓ سے بتیاب ہو گئے اور کہا۔ او دشمنِ خدا تو رسول اللہؐ کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ عمرؓ مجھ کو تجھ سے کچھ اور امید تھی۔ تجھے اسے نرمی سے سمجھانا چاہیے تھا۔ کہ نرمی سے تقاضا کرے۔ اور مجھ سے کہنا چاہیے تھا۔ کہ میں اس کا قرضہ ادا کروں۔ یہ فرما کر حضرت عمرؓ سے ارشاد فرمایا۔ کہ یہ لو قرضہ ادا کر کے اسے بسیر کھجور اور زیادہ دے دو۔

**دشمنوں سے عفو و درگزر اور حسن سلوک** | تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ آپؐ نے کبھی دشمنوں

سے انتقام نہیں لیا۔ انتقام کا سب سے بڑا موقعہ فتح مکہ کا دن تھا جب ایسے دشمن سامنے آئے جو خون کے پیاسے تھے اور جن کے ہاتھ سے آپؐ کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچی تھیں۔ لیکن ان سب کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا۔

”تمہیں آج کے دن کوئی پریشانی نہیں آجاؤ تم آزاد ہو“

چچا کا تھی القلب قائل وحش، رحمتہ للعالمین کے سامنے آ کر اسلام قبول

کرتا ہے۔ آنحضرتؐ نے صرف اس قدر فرمایا۔ کہ میرے سامنے نہ آنا تمہیں

دیکھ کر مجھے اپنے چچا حمزہؓ کی مظلومیت یاد آتی ہے۔

کفار و مشرکین سے سلوک | ہم یہاں سرکار رسالت کی مکی زندگی کو پیش نہیں کریں گے جب کفار مسلمانوں پر نظام ہیا

کر رہے تھے۔ بلکہ یہ اس زمانہ کے واقعات ہیں جبکہ آپ کو کفار پر غلبہ حاصل ہو چکا تھا۔ آپ کو عرب پر پورا اختیار حاصل تھا۔ ابوبصرہ غفاری کا بیان ہے کہ جب وہ کافر تھے۔ مدینہ میں آنحضرت کے پاس آکر مہمان ہوئے اور رات کو گھر کی تمام بکریوں کا دودھ پی گئے لیکن آپ نے کچھ نہ فرمایا۔

حضرت اسماء کہتی ہیں کہ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں ان کی ماں جو مشرکہ تھی، اعانت خواہ مدینہ میں آئی۔ آنحضرت سے دریافت کیا۔ فرمایا۔ ان کیسے تھی کہ

کفار کا ایک گروہ جس کا رئیس عبداللہ ابن ابی تھا۔ منافقین سے سلوک | یہ لوگ درپردہ اسلام کے خلاف ہر قسم کی تدبیریں کرتے

تھے۔ آپ ان کے حالات سے واقف تھے چونکہ شریعت کے احکام دلوں کے اسرار سے نہیں بلکہ ظاہری اعمال سے متعلق ہیں۔ اس لئے حضور ان پر کفر کے احکام جاری نہیں فرماتے تھے۔ آپ فیاضانہ انداز میں ان سے ہمیشہ حسن اخلاق سے برتاؤ کرتے تھے۔ اور ہمیشہ عفو و حلم سے کام لیتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عمر نے کہا۔ کہ کیا ہیں اس منافق عبداللہ ابن ابی کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا۔ لوگ چرچا کریں گے۔ کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔

جنگ اُحد کے موقع پر عبداللہ ابن ابی تین سو آدمیوں کے ساتھ واپس چلا آیا جس سے مسلمانوں کی قوت کو سخت صدمہ پہنچا۔ مگر حضور نے دگزر فرمایا۔ جب وہ مرا۔ تو اس کے اس احسان کے معاوضہ میں کہ حضرت عباس کو اس نے اپنا کرتہ دیا تھا

مسلمانوں کی ناراضگی کے باوجود آپ نے اپنے کرتہ کا کفن دستے کر دین کیا۔  
 حضور یہودیوں کے ساتھ ملین دین کرتے یہودیوں  
 اور مسلمانوں میں اگر جھگڑا ہو جاتا تو آپ مسلمانوں  
 کی بلا وجہ جنبہ داری نہیں فرماتے تھے۔

ایک یہودی کا لڑکا بیمار ہوا تو آپ اسکی عبادت کو تشریف لے گئے  
 اور اس کو اسلام کی دعوت دی۔ اس نے باپ کی طرف دیکھا۔ گویا باپ کی رضامندی  
 دریافت کی۔ اس نے کہا آپ جو فرماتے ہیں اسے بجالاؤ چنانچہ اس نے کلمہ پڑھا۔

سرکار رسالت مفسوں اور ناداروں  
 غریبوں کے ساتھ محبت و شفقت  
 سے اس طرح پیش آتے تھے کہ انہیں  
 ناداری کے صدمے ان کے دلوں سے دور ہو جاتے تھے۔

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ میں ایک دفعہ مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا  
 تھا اور غریب ہاجر لوگ حلقہ باندھے ایک طرف بیٹھے تھے۔ اس اثناء میں سرکار رسالت  
 تشریف لائے۔ اور انہی کے ساتھ مل کر بیٹھے گئے۔ یہ دیکھ کر میں بھی اپنی جگہ سے اٹھا اور ان  
 کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا فقرا ہاجرین کو نیشارت ہو کہ وہ دولت مندوں  
 سے چالیس برس پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے  
 دیکھا کہ یہ سن کر ان کے چہرے مسرت سے چمک اٹھے اور مجھے مسرت ہوئی کہ  
 کاش میں بھی ان ہی میں ہوتا۔

مسلمانوں میں جو زکوٰۃ وصول ہوتی تھی۔ اس کی نسبت حکم عام تھا کہ ہر قبیلہ کے سردار  
 زکوٰۃ امرائے شہر سے لے کر وہیں کے فقراء میں تقسیم کر دی جاتے۔ صحابہ اس کی

شدت سے پابندی کرتے تھے۔ اور ایک جگہ کی زکوٰۃ دوسری جگہ نہیں بھیجتے تھے۔  
 ایک دفعہ حضرت ابو بکر نے حضرت سلمان و بلال کو جن کا شمار فقراۓ مہاجرین میں  
 تھا۔ کسی بات پر ڈانٹا تھا۔ سرکار رسالت نے حضرت ابو بکر سے کہا کہ تم نے ان لوگوں  
 کو از روہ تو نہیں کیا۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر ان لوگوں کے پاس واپس آئے  
 اور ان سے معافی مانگی۔

فتح مکہ کے دنوں میں اسی آدمیوں کا  
 دشمنانِ جان سے عفو و درگزر ایک دستہ برتہ اندھیرے جبل تیغ

سے اتر کر آیا اور چھپ کر حضرت کو قتل کرنا چاہا۔ یہ لوگ گرفتار ہو گئے۔  
 حضرت نے ان کو چھوڑ دیا۔

ایک دفعہ ایک شخص نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا۔ صحابہ اس کو گرفتار  
 کر کے حضور کے سامنے لائے۔ وہ آپ کو دیکھ کر ڈر گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر  
 تم مجھے قتل کرنا چاہتے بھی تو نہیں کر سکتے تھے۔

ایک دفعہ جناب بن ارث صحابی نے عرض  
 دشمنوں کے حق میں عافیتیں کیا کہ دشمنوں کے حق میں بددعا فرمائیے

یہ سن کر چہرہ کا رنگ سرخ ہو گیا۔ ایک دفعہ چند صحابیوں نے مل کر یہی بات  
 کہی۔ فرمایا۔ میں دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

جبکہ احد میں دشمنوں نے آپ پر پتھر پھینکے۔ تیر برس لائے۔ تلواریں چلائی  
 دندان مبارک کو شہید کیا جسین اقدس کو خون آلودہ کیا۔ اس کے جواب میں  
 آپ نے دعا دی: "پالنے والے میری قوم کو ہدایت سے۔ یہ لوگ نادان ہیں۔"

حضرت بچوں پر نہایت شفقت فرماتے تھے۔ معمول تھا کہ  
**بچوں پر شفقت** جب آپ سفر سے تشریف لاتے تو راہ میں جو بچے  
 ملتے۔ ان میں سے کسی کو اپنی سواری کے آگے پیچھے بٹھلاتے راستہ میں مل جانے  
 تو خود ان کو سلام کرتے۔

ایک دفعہ ایک غزوہ میں چند بچے چھپٹ میں آکر مارے گئے۔ آپ  
 کو اس سے بہت صدمہ ہوا۔ ایک صحابی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! وہ تو مشرکین  
 کے بچے تھے آپ نے فرمایا۔ کہ مشرکین کے بچے بھی تم سے بہتر ہیں خبردار!  
 بچوں کو قتل نہ کرو۔ ہر جان خدا ہی کی فطرت پر پیدا ہوتی ہے۔

ہجرت کے موقعہ پر جب حضور مدینہ میں داخل ہو رہے تھے تو انصار کی  
 چھوٹی چھوٹی لڑکیاں دروازوں سے نکل نکل کر اشعار پڑھ رہی تھیں جب آپ  
 کا ادھر سے گزر ہوا۔ فرمایا۔ اے لڑکیو! تم مجھ سے پیار کرتی ہو؟ سب نے  
 کہا۔ ہاں اے اللہ کے رسول! فرمایا۔ میں بھی تمہیں پیار کرتا ہوں۔  
 جابر بن سمرہ صحابی تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے آنحضرت کے  
 پیچھے نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر حضور گھر کی طرف چلے۔ میں بھی ساتھ  
 ہو لیا۔ ادھر سے چند اور لڑکے نکل آئے۔ آپ نے سب کو پیار کیا۔ اور  
 مجھے بھی پیار کیا۔

سرکار رسالت علاموں پر خاص طور پر شفقت  
**علاموں پر شفقت** فرماتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے۔ یہ تمہارے بھائی  
 ہیں۔ جو خود کھاتے ہو انہیں کھلاؤ اور جو خود پیتے ہو انہیں پیناؤ۔

حضور کی ملکیت میں جو غلام آئے۔ آپ انہیں آزاد فرما دیتے۔ مگر وہ حضور سے جدا نہیں ہوتے تھے۔ زید بن حارثہ غلام تھے۔ حضور نے آزاد فرمایا۔ لیکن انہوں نے باپ کے پاس جانے سے حضور کے قدموں میں رہنے کو ترجیح دی۔ ان کے بیٹے اسامہ سے حضور بہت محبت فرماتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کوئی میرا غلام میری لونڈی نہ کہے۔ میرا بچہ میری بچی کہے۔

دنیا میں صنفِ ضعیف کو وہ درجہ نہیں دیا گیا  
**مستورات سے بڑا** جس کی وہ مستحق تھی۔ اسلام دنیا کا سب سے

پہلا مذہب ہے جس نے انہیں ذلت کے گڑھے سے نکال کر اس بندھی پر پہنچایا۔ جس کی پریشانیاں تھیں۔ اسلام نے عورتوں کی حق رسی کی اور عزت و منزلت سے سرفراز فرمایا۔ انسانی سوسائٹی میں عورت کی تین حیثیتیں ہیں۔ اس کا بیٹی ہونا اس کا بیوی ہونا۔ اور اس کا ماں ہونا۔ بیٹی کے متعلق فرمایا **بیتا اللہ کی نعمت ہے۔ اور بیٹی اللہ کی رحمت ہے۔** بیوی ہونے کے متعلق قرآنی زبان سے فرمایا عورتیں تمہارا لباس ہیں۔ یعنی جس طرح لباس جسم انسانی کی حفاظت کرتا ہے اس طرح بیوی ایمان و اخلاق کی محافظ ہے۔ ماں ہونے کے متعلق فرمایا **جنت ماں کے قدموں میں ہے۔** اسلام سے پہلے دنیا کے کسی تمدن نے عورت کو ورثہ سے سرفراز نہیں کیا۔ اسے باپ کا ورثہ دیا۔ شوہر کا ورثہ دیا اور بیٹے کا ورثہ دیا۔ ان وارثوں کے علاوہ اس کی کمزوری کے پیش نظر اسے ایک پراویڈنٹ فنڈ بھی دیا جیسے مہر کہتے ہیں۔ قرآن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اہل ذراچ کفر رسالت و تمدن ذراچ اور ہادیت تکلیف تھیں۔ مگر آپ ان سے

بھی لطف و کرم، عفو و حلم سے پیش آتے تھے فرماتے تھے اپنی بیویوں کو  
اذیت نہ دو۔

**حیوانات پر رحم** پیغمبر رحمت حیوانات پر بھی بہت رحم فرماتے تھے  
عرب میں حیوانات پر مختلف طریقوں سے ظلم کیا جاتا  
تھا۔ آپ نے ایسے احکام جاری کئے جس سے ان بے زبانوں پر مظالم کا خاتمہ  
ہو گیا۔ عرب زندہ جانور کے جسم سے گوشت کا ٹھکڑا کاٹ لیتے تھے اس کو  
پکا کر کھاتے تھے۔ آپ نے ممانعت فرمادی۔ جانوروں کی دم اور ایال  
کاٹنے سے منع کیا۔ فرمایا۔ دم ان کا مورچھل، ایال ان کا لحاف ہے۔  
جانوروں کو دیر تک سناڑ میں باندھ کر کھڑا رکھنے کی بھی ممانعت فرمادی  
جانوروں کو باہم لڑانا بھی ناجائز قرار دیا۔ عرب میں ایک خلاف انسانیت  
یہ بھی دستور تھا۔ کہ جانوروں کو باندھ کر اسے نشانہ بناتے تھے۔ اور اس  
پر تیر اندازی کرتے تھے۔ اس سنگ دلی کی بھی ممانعت کر دی۔ پرندوں کے  
انڈے یا ان کے بچے نکال لانے کی بھی ممانعت فرمائی۔

**وقت قلب** ہر کار رسالت نہایت ترم دل اور رقیق القلب تھے۔ غزوہ  
احد کے بعد جب آپ مدینہ میں تشریف لائے تو گھر گھر شہید  
کا نام پانتھا عزیز اپنی اپنے شہیدوں پر توجہ کر رہی تھیں۔ یہ دیکھ کر حضور کا دل بھرا آیا  
فرمایا: کیا حمزہ کا کوئی توجہ خواں نہیں؟ ایک دفعہ ایک صحابی زمانہ جاہلیت  
کا قصہ بیان کر رہے تھے۔ کہ میری ایک چھوٹی سی لڑکی تھی دعووں میں لڑکیوں  
کو زندہ دفن کرنے کا کہیں کہیں دستور تھا میں نے اپنی لڑکی کو زندہ زمین میں گاڑ دیا۔ مجھے



آیا ابابکرؓ کو پکار رہی تھی اور میں اس پر مٹی کے ڈھیلے ڈال رہا تھا۔ اس سنگدلی کو سن کر حضورؐ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوئے۔ آپؐ نے اسے بار بار دہرایا روتے روتے آپؐ کی ریش مبارک تر ہو گئی۔

سرکار رسالت عیادت کے

عیادت، تعزیت، بخاری و عزرائلی کے لئے دوست، دشمن، مسلم و کافر کی تخصیص روا نہیں رکھتے تھے۔

بخاری اور ابو داؤد کی روایت ہے کہ ایک یہودی غلام مرض الموت میں مبتلا ہوا حضورؐ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے۔

حضرت جابرؓ بیمار ہوئے تو اگرچہ ان کا گھر فاصلہ پر تھا۔ مگر حضورؐ پا پیادہ ان کی عیادت کو جایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت سعید بن عبادہؓ بیمار ہوئے۔ آپؐ عیادت کو تشریف لے گئے ان کو دیکھ کر آپؐ پر رقت طاری ہوئی۔ آپؐ کو روٹا دیکھ کر سب رو پڑے۔ ایک حبشی مسجد میں جھاڑو دیا کرتا تھا مگر گیا تو لوگوں نے حضورؐ کو خبر نہ کی۔ ایک دن حضورؐ نے اس کا حال پوچھا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ وہ انتقال کر گیا۔ ارشاد فرمایا۔ تم نے مجھ کو خبر نہ کی۔ لوگوں نے اس کی تحقیر کی۔ یعنی وہ اس قابل نہیں تھا۔ کہ آپؐ کو اس کے مرنے کی خبر کی جاتی۔ آپؐ نے لوگوں سے اس کی قبر دریافت کی اور جا کر جنازہ کی نماز پڑھی۔

جنازہ جاتا تو آپؐ کھڑے ہو جاتے تھے اور فرماتے تھے۔ جنازہ جاتا ہو تو اس کے ساتھ جاؤ۔ ورنہ کم از کم کھڑے ہو جاؤ اور اس وقت تک کھڑے رہو کہ سامنے سے

نکل جائے حضرت جعفر ابن ابی طالب سے آپ کو بہت محبت تھی۔ ان کے شہید ہونے کی خبر آئی تو آپ مجلس ماتم میں بیٹھے۔

حضرت کبھی کبھی مزاج بھی فرماتے تھے، ایک بڑھیا خدمت لطف طبع اقدس میں آئی کہ حضور میرے لئے دعا فرمائیں۔ کہ مجھے بہشت

نصیب ہو۔ آپ نے فرمایا۔ بڑھیا عورتیں بہشت میں نہیں جائیں گی جو رونے لگی۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا۔ اس سے کہہ دو۔ بڑھیا عورتیں بہشت میں جائیں گی۔ مگر جوان ہو کر۔

ایک شخص نے آکر شکایت کی۔ کہ میرے بھائی کے پیٹ میں گرانی ہے فرمایا شہد پلاؤ۔ دو بارہ آئے بعرض کیا۔ شہد پلایا۔ لیکن شکایت اب بھی باقی ہے۔ آپ نے پھر شہد کی ہدایت فرمائی نہ بارہ آئے۔ پھر وہی جواب ملا چوتھی دفعہ آئے نوارشاد فرمایا۔ کہ خدا سچا ہے کہ شہد میں شفا ہے۔ لیکن تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔ اس دفعہ جو شہد پلایا۔ تو شفا ہو گئی۔ مادہ فاسد کثرت سے موجود تھا جب پورا تنقیہ ہو گیا۔ تو گرانی جاتی رہی۔

ایک شخص نے خدمت اقدس میں عرض کیا۔ کہ مجھے کوئی سواری عنایت ہو۔ فرمایا۔ میں تمہیں اونٹنی کا بچہ دوں گا۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا۔ آپ نے فرمایا۔ کوئی اونٹ ایسا بھی ہوتا ہے جو اونٹنی کا بچہ نہ ہو؟ اولاد سے نہایت محبت تھی حضور کا معمول تھا۔ کہ

اولاد سے محبت اور سفر سے واپس تشریف لاتے۔ تو جو الزہراء سلام اللہ علیہا کے پاس جاتے اور سفر سے واپس تشریف لاتے۔ تو جو

شخص سب سے پہلے باریاب خدمت ہوتا۔ وہ سرکارِ عصمت و طہارت حضرت فاطمہؑ ہی ہوتیں۔

سیدہ طاہرہ فاطمہؑ جب کبھی آپؐ کی خدمت میں تشریف لائیں تو آپؐ کھڑے ہو جاتے۔ ان کی پیشانی چومتے اور اپنی نشست سے ہٹ کر اپنی جگہ بٹھلاتے ایک دفعہ آپؐ دعوت ہیں جا رہے تھے۔ امام حسین علیہ السلام راہ میں کھیل رہے تھے۔ آپؐ نے آگے بڑھ کر ہاتھ پھیلا دیئے۔ وہ ہنستے ہوئے پاس سے آکر نکل جاتے تھے۔ بالآخر آپؐ نے ان کو پکڑ لیا۔ ایک ہاتھ ان کی تھوڑی پر اور ایک سر پر رکھ کر سینہ سے لپٹا لیا۔ پھر فرمایا حسین میرے امیں ہیں کا ہوں۔ ایک دفعہ حسین دوش مبارک پر سوار تھے کسی نے کہا کیا اچھی سواری ہے۔ آپؐ نے فرمایا سوار بھی اچھے ہیں۔

فرمایا کرتے تھے حسین میرے پھول ہیں۔ پھر ان کو سونگھتے اور سینہ سے لپٹا لیتے۔

## سوالات

- ۱۔ ام المؤمنین بی بی عائشہ نے اخلاق رسالت کے متعلق کیا جملہ کہا اس کی توضیح کرو۔
- ۲۔ ثابت کیجئے کہ سرکارِ رسالت کے بعد تیرہ معصوموں کا وجود آپؐ کی سیرت کا معجزانہ کمال ہے۔
- ۳۔ رسول اللہ کے بعد انکارِ عصمت کے کیا نتائج ہیں؟

- ۳۔ سرکار رسالت کے علیہ مبارکہ اور زقنارہ و گفتارہ کو بیان کیجئے۔
- ۴۔ سرکار رسالت کی خوراک اور آپ کا لباس کیا تھا؟
- ۵۔ سرکار رسالت کے آداب و اطوار پر روشنی ڈالئے۔
- ۶۔ رسول اللہ نے اپنے اوقات کی تقسیم کس طرح فرمائی تھی؟
- ۷۔ سرکار رسالت کی شان عبادت اور خوف خدا کو بیان کیجئے۔
- ۸۔ سرکار رسالت کی محبت الہی، توکل علی اللہ اور صبر و شکر کو بیان کرو۔
- ۹۔ حقارت کے معاملہ اور عدل و انصاف کو بیان کیجئے۔
- ۱۰۔ حضور کی جود و سخا اور ایقانے عہد کو بیان کیجئے۔
- ۱۱۔ سرکار رسالت کے ایثار کو بیان کیجئے۔
- ۱۲۔ رسول اللہ نے گداگری کی کس طرح مذمت فرمائی ہے اور بتلاؤ
- ۱۳۔ کہ حضور نے مانگنے کو کن حالات میں روا رکھا ہے؟
- ۱۴۔ صدقہ اور ہدیہ کے متعلق رسول اللہ کا شعار کیا تھا؟
- ۱۵۔ رہبانیت سے احتراز کے متعلق سرور دو عالم کی کیا تعلیم ہے؟
- ۱۶۔ زیادہ مدح سرائی سے آپ نے کس طرح منع فرمایا ہے؟
- ۱۷۔ سرکار رسالت نے اپنے عمل سے مساوات کا کس طرح سبق دیا؟
- ۱۸۔ سرکار رسالت نے خیر خواہی خلق کے احترام کی تعلیم کس طرح دی ہے؟
- ۱۹۔ سرکار رسالت دوسروں کا کام کس طرح انجام دیتے تھے؟
- ۲۰۔ سرکار رسالت کے عزم و استقلال اور شجاعت کو بیان کیجئے۔
- ۲۱۔ سرکار رسالت کی راست گفتاری کو بیان کیجئے۔

۲۲۔ سرکارِ رسالتؐ نے اپنی زندگی سے ایسے عہد کا کس طرح

سبق دیا ہے؟

۲۳۔ آنحضرتؐ کے بادشاہ ہونے کے بعد زہد و قناعت کی کیا حالت تھی؟

۲۴۔ حضرتؐ کے عام عفو و حلم کا کیا عالم تھا اور دشمنوں سے کس

طرح درگزر فرماتے اور دشمنوں سے ان کا سلوک کیسا تھا؟

۲۵۔ آنحضرتؐ کا اپنے زمانہ سلطنت میں کفار و مشرکین، منافقین و

یہود و نصاریٰ سے کیسا برتاؤ تھا؟

۲۶۔ سرکارِ رسالتؐ غریبوں سے کس شفقت اور محبت سے پیش

آتے تھے اور دشمنانِ جان سے کس طرح درگزر فرماتے تھے؟

۲۷۔ سرکارِ رسالتؐ بچوں پر کس طرح شفقت فرماتے تھے؟

۲۸۔ سرکارِ رسالتؐ کی علاموں پر شفقت کا کیا عالم تھا؟

۲۹۔ حضورؐ نے عورتوں کے متعلق کیا فرمایا اور انہیں کس طرح

سر بلند کیا؟

۳۰۔ سرکارِ رسالتؐ کے ترجم کو بیان کیجئے۔

۳۱۔ سرکارِ رسالتؐ کے زوقِ قلب کو بیان کیجئے۔

۳۲۔ حضورؐ کے عبادتِ تعزیت اور غمخواری فرمانے کو بیان کیجئے۔

۳۳۔ حضورؐ کی طبیعت میں ظرافت کا کیا عالم تھا؟

۳۴۔ سرکارِ رسالتؐ کی اولاد سے محبت بیان کیجئے۔

# لیسو وال باب

سیاسیات سرکار رسالت اور احوالہ الفدا

حکومت اور اسلام

اسلام انسانی زندگی کا مکمل پروگرام | اسلام انسانی زندگی کا مکمل پروگرام ہے اور انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی اور ان پر چھپا ہوا ہے۔ اخلاق ہو یا معاشرت تمدن ہو یا سیاست، وہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں انسانیت کی صحیح معنوں میں رہنمائی کر رہا ہے۔ انسانی زندگی کے لئے نمونہ کاملہ (PERFECT IDEAL) ذات قدسی صفات، سرکار رسالت، محمد مصطفیٰ اور احوالہ الفدا ہیں۔ وہ دنیا میں انسانی زندگی کے تمام شعبوں کی خرابیوں کو دور کرنے کے لئے مبعوث برسالت ہوئے تھے۔ نظریہ حکومت بھی ان کے فرائض میں سے ایک اہم فریضہ تھا۔ حکومت بھی حضور کے دائرہ اختیار میں داخل تھی۔ اس لئے زندگی کے اس شعبہ میں امت کی رہنمائی ان کے فرائض منصبی میں داخل تھی۔ حکومت کے اثرات، جو رعایا پر پڑتے ہیں، وہ ظاہر ہیں۔ کہا جاتا

ہے۔ انسان علیٰ دین ملو کہہ۔ لوگ اپنے بادشاہوں کی روش پر ہی ہوتے ہیں۔ اچھی حکومت انسانی معاشرہ کو بلند کر کے معراج کمال پر پہنچاتی ہے اور بری حکومت انسانی معاشرہ کو قعر مذلت میں دھکیل دیتی ہے۔

آج سے صدیوں پہلے یونان کے فلسفی حکیم ارسطو کا نظریہ حکومت

معلم حکیم ارسطو نے اپنا نظریہ حکومت

دنیا کے سامنے پیش کیا تھا اور اس کے نقائص کے باوجود دنیا آج تک اسی

نظریہ کے گرد چکر کاٹ رہی ہے۔ یہ نظریہ ارسطو کے دستور انسانی (Aristo-thes

Classification of constitution) کے نام سے موسوم

ہے۔ اس میں اس فاضل حکیم نے حکومت کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ شخصی حکومت یا لوکیت (Govt of the one)

۲۔ اعیانی حکومت یا اشرافیت (Govt of the few)

۳۔ جمہوری حکومت یا جمہوریت (Govt of the many)

اسلام کے نمونہ کاملہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت ان اقسام

سرکار رسالت کی حکومت

میں سے کسی قسم سے بھی تعلق نہیں رکھتی تھی۔ سرکار رسالت کی حکومت شخصی حکومت

نہیں تھی جو انہیں وراثت میں ملی ہو یا پہلے حکمران نے انہیں نامزد کیا ہو۔ سرکار

رسالت کو کسی خاص کمیٹی نے بھی منتخب نہیں کیا تھا جو ہم ان کی حکومت کو اعیانی حکومت

سکین جمہوریت نے بھی ان کا انتخاب نہیں کیا تھا۔ جو ہم سرکار رسالت کی حکومت کو جمہوری

حکومت کہہ سکیں۔ ان کی حکومت میں مجلس وضع قانون (Legislature)

بھی نہیں تھی کہ مسلمانوں نے اس مجلس وضع قانون کو انتخاب کیا ہو۔ اسلام میں  
 وضع قانون سرکارِ احدیت اللہ ہے اور اس قانون کو رواج دینے کا فریضہ  
 سرکارِ رسالت کے ذمہ تھا۔ جو اللہ کے مقرر کردہ اللہ کے نامزد، مخصوص من اللہ  
 رئیس مملکت تھے۔ ان کی رسالت کے تحت حکومت بھی تھی۔ جمہوریت کے  
 مداح جمہوریت کی توضیح ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔

Govt of the people by the people  
 for the people.

لوگوں کی حکومت لوگوں کے ذریعے سے لوگوں کے لئے یعنی جمہور کی  
 حکومت جمہور کے ذریعہ جمہور کے لئے۔

سرکارِ رسالت کا نظریہ حکومت | اس پُر فریب دلدل سے  
 نکال کر اس پُر امن نظامِ حکومت پر فائز دیکھنا چاہتے تھے جس کی توضیح  
 حضور کے اسوہ حسنہ نے ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

Govt of God by the Representative  
 of God for the creation of God

اللہ کی حکومت اللہ کے نمائندوں کے ذریعہ، اللہ کی مخلوق کے لئے۔

سرکارِ رسالت کے نظریہ میں تعمیر | سرکارِ رسالت کے ارتحال  
 پُر نکال کے بعد مسلمانوں میں  
 اختلاف رونما ہوا اور ایک گروہ نے حکومت کے اس نظریہ



کو جسے رسول اللہ کے علم و عمل نے پیش کیا تھا چھوڑ دیا اور وہ اسطو کے پرانے  
نظریہ حکومت اور اس کے اقسام ثلاثہ کے گرد گھومنے لگے۔

اے گدائے ریزہ از خوان غیر جنس خود مجبوتی از دکان غیر

قدر شمشاد خودت نشناختی سرو دیگر را بلسد انداختی

مثل نے خود را از خود کردی تہی بونوائے دیگران دم میسنی

(علامہ اقبال)

تاریخ خلافت اسلامیہ المعروف تاریخ  
اسلام کے تین مصنف لکھتے ہیں :-

مجاہد مہتمم کی وفات کے بعد جو ہم

پہلے خلیفہ کا انتخاب عربی  
رسم کے مطابق

مسئلہ مسلمانوں کو پیش آیا۔ وہ خلیفہ کے انتخاب کا مسئلہ تھا۔ اس انتخاب  
کی تصریحات نہ تو قرآن میں ملتی ہیں اور نہ رسول اللہ نے ان کے متعلق کچھ  
ارشاد فرمایا۔ قدیم عربی رسم کے مطابق قوم کا سردار قوم کے لوگ اکثریت رائے  
سے منتخب کرتے تھے۔ اس لئے وہی طریقہ حضرت ابوبکر کے انتخاب کے  
وقت اختیار کیا گیا۔ (تاریخ خلافت اسلامیہ ص ۶۸)

اس طریق انتخاب پر تبصرہ | اظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر کا  
انتخاب نہ قرآن کے طریق پر ہوا۔

اور نہ سنت رسول پر بلکہ عرب کی قدیم رسم پر۔ اگر آپ خلیفہ

منہاج نبوت پر نہیں ہوئے تو پھر انہیں خلیفہ رسول کی بجائے

بادشاہ عرب کیوں نہ کہا جائے۔ جس سے کسی کو اختلاف نہیں ہے

۲۔ اگر قرآن پاک حکومت جیسی اہم چیز کے متعلق اس طرح خاموش ہے تو کیا ہم مسلمان اقوام غیر مسلمہ کے سامنے قرآن پاک کے کامل ترین کتاب ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟

۳۔ اگر رسول اللہؐ نے حکومت کے متعلق نظریاتی اور عملی لحاظ سے ہماری رہنمائی نہیں فرمائی تو کیا رسول اللہؐ اسلام کا نمونہ کاملہ ہو سکتے ہیں؟ اور کیا اسلام انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے؟

۴۔ کیا رسول اللہؐ سیاست کے لحاظ سے دین کو اس قدر ناقص چھوڑ گئے تھے کہ مسلمانوں کو رسول اللہؐ کے ارتحال پر ملال کے بعد قدیم عربی رسوم کی جانب رجعت کرنا پڑی۔

قرآن حکیم نے تو حضرت طالوت کے قصہ میں صاف بتلادیا ہے:-

۱۔ حکومت الہیہ میں بادشاہ کا تقرر نص کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اسے اللہ مقرر کیا کرتا ہے، بندے نہیں چننا کرتے۔

۲۔ اس کی پہلی صفت ظہارت، پاکیزگی اور عصمت ہوتی ہے وہ صافگی کے بلند مرتبہ پر فائز ہوتا ہے وہ مصطفیٰ ہوتا ہے۔

۳۔ وہ علم میں یگانہ روزگار ہوتا ہے۔

۴۔ وہ شجاعت و جرأت میں افضل و برتر ہوتا ہے جو اللہ کے حکم کے مطابق کبھی اظہار شجاعت کرتا ہے اور کبھی صبر کا مظاہرہ کرتا ہے

خود رسول اللہؐ منصوص من اللہ بادشاہ تھے۔ اور ان میں وہ تمام اوصاف حمیدہ اور صفات عالیہ موجود تھے۔ کبھی حکم الہی سے جہاد میں مظاہر شجاعت

فرماتے تھے اور کبھی مثبت الہی کے تقاضے سے صبر فرماتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کے بعد انہی صفات کے مالک کو رسول اللہ کے ذریعہ دینی امور خلق مقرر کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ آیام حجۃ الوداع میں اسی فریضہ کے متعلق رسول اللہ کو حکم الہی پہنچا۔ **فَاِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ وَآلِی رِبِّکَ فَادْعُہٗ بِالْاِنْشِرَاحِ** اے رسول جب تم فارغ ہو چکو تو اپنا رجا نشین مقرر کر دو اور اپنے پروردگار کی طرف رغبت کرو۔ اس کے بعد پھر یہ حکم نازل ہوا **يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا نَزَّلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَةَ اللَّهِ** یعصمک من الناس اے رسول! جو کچھ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اسے پہنچا دو۔ اگر ایسا عمل نہ کیا تو تم نے اپنی رسالت ہی نہیں پہنچائی۔ اللہ آدمیوں کے شر سے تمہیں محفوظ رکھے گا۔

ان احکام کے ماتحت رسول اللہ نے خم غدیر کے مقام پر اپنے جانشین کا اعلان فرما دیا۔ قرآن مجید مسلمانوں کی دور جاہلیت کی طرف رجعت کو بھی استفہام سے بیان کر چکا تھا۔

**مَا مُحَمَّدٌ اِلاَّ رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَقْبَانِ مَاتِ اَوْ قَتَلَ الْقَلْبِ سَمِعَ عَلٰی اَعْقَابِكُمْ رِقَابًا**

”محمد مصطفیٰ نہیں ہیں۔ مگر رسول، ان سے پہلے بھی رسول گزرے ہیں اگر یہ وفات پا جائیں یا شہید ہو جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر پلٹ جاؤ گے؟“

رسول اللہ کی حکومت میں  
**رسول اللہ کی حکومت جمہوریہ نہیں تھی** | جمہوریت کا ذرہ بھر  
 شاہد بھی موجود نہ تھا۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ اکثر امور میں صحابہ سے مشورہ  
 فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے آپ کی حکومت جمہوری تھی یا آپ جمہوری نظام کو پسند  
 فرماتے تھے۔ قطعاً غلط ہے۔

رسول اللہ جمہور کے نمائندہ نہیں تھے بلکہ منصوص من اللہ حکمران تھے  
 وہ جمہور کی رائے یا مرضی سے حکومت نہیں کر رہے تھے بلکہ تابع اوامر الہیہ تھے  
 رسول اللہ نہ کسی جماعت قانون ساز کے تابع تھے نہ عدلیہ کے پاس  
 قانون خدا کا تھا اور آپ قرآن کو نافذ بھی فرماتے تھے اور اس کی تشریح بھی کرتے تھے  
 رسول اللہ منصوص من اللہ حاکم بھی تھے افواجوں کے کمانڈر بھی، جج بھی تھے۔  
 اور رئیس خزانہ بھی ٹیکس لگانے والے بھی اور ٹیکس وصول کرنے والے بھی۔ حالانکہ کوئی  
 نظام جمہوری حکومت کے یہ تمام شعبے کسی ایک شخص کی تفویض کرنے کے لئے تیار  
 نہیں۔ جمہوریت میں یہ اختیارات الگ الگ لوگوں کے ہاتھ میں رکھے  
 جاتے ہیں۔

رسول اللہ نہ جمہوری حکمران تھے۔ نہ عوام نے انہیں منتخب کیا تھا۔ اور  
 نہ وہ عوام کے سامنے جوابدہ تھے۔ وہ اللہ کے مقرر کردہ تھے اور اللہ ہی کو جوابدہ  
 عوام صرف ان کی اطاعت پر مامور تھے۔  
 رسول اللہ لوگوں سے مشورہ ضرور فرماتے تھے۔ لیکن یہ مشورہ تشکیل  
 قانون کے متعلق نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی امور مملکت کے متعلق۔ بلکہ اس کا مقصد



نے یہودیوں کی حکومت سے عرب کو بچا لیا اور یہودی نوآدیات پر اسلامی قبضہ ہو گیا۔  
 سرکار رسالت سے پہلے عرب میں لا قانونیت تھی۔ آنحضرتؐ نے ایسے قوانین  
 نافذ کئے۔ جن سے جرائم کا انسداد ہوا اور ملک میں امن بحال ہوا۔ سرکار  
 رسالت سے پہلے عرب میں بت پرستی عام تھی۔ حضرتؐ نے انسانیت کو  
 ذلیل کرنے والی بت پرستی سے بنی نوع انسان کو آزادی دلائی۔ سرکار رسالت  
 سے پہلے صنف نسواں کو ذلیل سمجھا جاتا تھا۔ حضورؐ نے عورت کے درجہ  
 کو بلند کیا۔ انہیں میراث کا حق دیا۔ ان کے لئے ایک پراویڈنٹ فنڈ  
 رکھا۔ جسے مہر کہتے ہیں اور ان کے لئے حقوق و فرائض قائم کئے۔

سرکار رسالت سے پہلے دولت کی غلط تقسیم نے بنی نوع انسان کے کثیر  
 حصہ کو کچل دیا تھا۔ آپ نے خمس و زکوٰۃ کے فریقوں سے کماؤ اور تقسیم کروانے کے اصول  
 کو فروغ دیا۔ سرمایہ کی ناجائز افزائش کو حرمت سود اور ممانعت و خیر اندوزی  
 و *Black marketing* سے روکا۔ اور ایسے قوانین وضع کئے جس  
 سے مملکت اسلامیہ میں کوئی شخص بھوکا نہیں مر سکتا تقسیم وراثت کے اصول  
 سے سرمایہ داری کی بڑھتی ہوئی کیفیت پر پورے سچلا دئے۔

سرکار رسالت سے پہلے عرب میں غلامی کی رسم اتہالی مذموم طور پر  
 اختیار کر چکی تھی حضورؐ نے غلامی کے قلع قمع کی بنیاد رکھی۔ غلاموں کو مساویانہ  
 حقوق دیئے۔ انہیں غلام کی بجائے شریک کار و *comrade* قرار  
 دیا۔ اور احکام خیرات کے ایسے دروازے کھول دیئے کہ جس سے کسی تشریح  
 کے بغیر غلامی کا نود بخود ختم ہو جائے۔ مثلاً بلا عذر شرعی روزہ نہ رکھنے

پر یا روزہ توڑنے پر ایک غلام کے آزاد کرنے کا حکم وغیرہ سرکار رسالت نے تبلیغ اسلام کا ذریعہ فتوحات ملکی یا لشکر کو قرار نہیں دیا۔ تمام اطراف و جوانب میں دعاۃ اسلام روانہ فرمائے جو اسلام کی خوبیاں بتلا کر لوگوں کو دعوتِ اسلام دیں البتہ مبلغوں کے ہمراہ ان کی حفاظت خود اختیار کی کے لئے چند مسلح آدمی بھیج دیئے جاتے تھے۔ تاکہ دعاۃ اسلام ہر طرح کے ضرر سے محفوظ رہیں۔

خالد بن ولید کو تبلیغ کے لئے بھیجا۔ تو ایسے چند مسلح آدمی ان کے بھی ساتھ تھے۔ لیکن ان کے اخلاق کے پیش نظر انہیں تاکید فرمائی۔ کہ جاہلانہ روش بالکل اختیار نہ کریں۔ وہ چھ مہینے دعوتِ اسلام کے منصب پر مامور رہیں جب اس سے کوئی اثر مرتب نہ ہوا۔ تو پھر حضرت علیؑ کو بھیجا۔ انہوں نے قبائل کے سامنے اسلام کو ایسے نفسیاتی اور پیمبرانہ انداز میں پیش کیا۔ کہ ملک کا ملک مسلمان ہو گیا۔ حضرت خالد کو بنو خزیمہ کے پاس بھی اسی طرح دعوتِ اسلام کے لئے بھیجا تھا۔ لیکن جب انہوں نے کشت و خون شروع کر دیا اور آپ کو اس کا علم ہوا۔ تو آپ اٹھ کر گھڑے ہو گئے اور قبلہ رخ دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "خدا یا میں خالد کے اس فعل سے بری ہوں۔"

پھر حضرت علیؑ ایسے سلام کو بھیجا۔ انہوں نے ایک ایک مقتول کا خون بہا ادا کیا۔ یہاں تک کہ کتوں کا بھی۔

علامہ طبری لکھتے ہیں۔ آنحضرت نے مکہ کے اطراف میں مبلغوں کے کچھ گروہ بھیجے تھے۔ کہ وہ لوگوں کو خدا کی طرف بلائیں۔ لیکن ان کو لڑائی کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔

حضور نے مختلف ممالک میں سفیر بھی مقرر کئے اور مختلف ممالک میں خیرگالی کے وفود بھی روانہ کئے اور مختلف ملکوں کے وفود کا خیر مقدم بھی کیا۔

رسول اللہ کا زمانہ امن و امان کا زمانہ تھا۔ اس زمانہ کی تصویر

**انتظامِ ملکی** کسی آئیہ استخلاف میں ان الفاظ میں کی گئی ہے۔  
اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمانداروں اور نیکو کاروں سے وعدہ کیا کہ ان کو بے شبہ زمین میں اپنی خلافت اسی طرح سے عطا فرمائے گا جس طرح کہ گذشتہ امتوں کو اس نے اپنی خلافت عطا کی تھی۔ اور ان کے اس مذہب کو جس کو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے۔ یقیناً قوت بخشے گا اور ان کی بے امنی کو امن سے بدل دے گا کہ مجھ کو پوچھیں اور کسی کو میرا شریک نہ بناؤں۔ پس اس کے بعد جو ناشکری کریگا پس نافرمان وہی ہے سورہ نور آیت ۵۵ پ ۱۸

امن و امان کا یہ وعدہ جزوی طور پر پورا ہو گیا۔ پھر لوگوں نے ناشکری کی اور نہ ہاج رسالت پر قائم حکومت کو بدل دیا۔ اب یہ وعدہ کلی طور پر آخری زمانے میں پورا ہوگا جب کہ زمین عدل و انصاف سے اسی طرح پُر ہو جائے گی جیسی کہ وہ ظلم و جور سے پُر ہو چکی ہوگی۔ اس زمانہ میں دین کو تمکین حاصل ہوگی اور اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں ہوگی۔ اس زمانہ میں اگرچہ سرکار رسالت کا سن ثلث ساتھ برس کا ہو چکا تھا لیکن حکومت کے تمام امور کو بنفس نفیس انجام دیتے تھے۔ گورنروں اور عاملوں کا تقریر مبلغین کا تعین، جوڈیشیل اور اگزیکٹو افسروں کا چناؤ و تحصیل زکوٰۃ و جزیہ کا انتخاب۔ اقوام مختلفہ سے صلح کے معاہدے مسلمانوں



میں تقسیم جائیداد، ترتیب افواج، مقدمات و تنذرات کے فیصلے، خوزیریوں کا انسداد، جرائم کے لئے اجرائے تعزیر، عمال ملک کے عمل کی خبر گیری اور احتساب آپ کی ذات گرامی صفات سے ہی متعلق تھے۔

**فوجوں کی نمائندگی** چھوٹے چھوٹے غزوات میں لشکر کی سپہ سالاری اہل افراد کے فرائض بنفس نفیس ادا فرماتے تھے۔ آپ افواج کو لڑانے کے علاوہ عساکر کی عام اخلاقی اور روحانی نگرانی بھی فرماتے تھے۔ آپ غزوات میں مجاہدین کی معمولی اور جبروی بے اعتدالیوں پر گرفت فرماتے تھے۔ عام طور پر غزوات میں حضرت علیؑ کو نشان فوج عطا فرماتے تھے۔

**فصل قضایا** آپ کے عہد سلطنت میں قضا کا منصب قائم ہو چکا تھا۔ حضرت علیؑ رضی اللہ عنہما والثناء وفاضلین مقرر ہوئے۔ آپ نے اس منصب کو ایسے عادلانہ، معصومانہ اور عادلانہ انداز سے انجام دیا کہ سرکار رسالت نے اپنی زبان وحی ترجمان سے افضا کے علیؑ کی سند عطا فرمائی۔ یعنی علیؑ تم میں سے قابل ترین حج ہے۔

**محصل جزیرہ زکوٰۃ** محصلین جزیرہ زکوٰۃ کو ایک فرمان عطا ہوتا تھا جس میں بالتصریح یہ ہدایت کی جاتی تھی۔ کہ کس قسم کے مال کی گنتی میں زکوٰۃ کی کیا مقدار ہے۔ چھانٹ کر مال لینے کی یا حق سے زیادہ لینے کی اجازت نہ تھی۔ بعض لوگوں نے بخوشی حق سے زیادہ دینا چاہا۔ مگر محصلین نے قبول نہ کیا۔

زاعی اور رعایا کے تعلقات ٹیکس کے سوال پر  
**صدقہ و زکوٰۃ حرام** خراب ہو جاتے ہیں۔ محکوم رعایا کو ہمیشہ یہ

شکایت رہی ہے کہ ان کے خون لپیٹہ کی کمائی سے حکام گلچھڑے اڑتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے تمدن کی اس خرابی کی اصلاح کے لئے اپنی ذات پر صدقہ اور زکوٰۃ کی حرمت کا اعلان کر کے بتلایا۔ کہ ہم تمہارے ٹیکس کھانے کے لئے حکومت کا بوجھ نہیں اٹھاتے۔ ہمارے ہاں اعلان حکومت زکوٰۃ لینے پر نہیں بلکہ زکوٰۃ دینے پر ہوتا ہے۔ اسی لئے میرے جانشین کی ولایت کا اعلان زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد کیا گیا ہے۔ پس تمہارا والی وہی ہے۔ جو زکوٰۃ نہ لے بلکہ حالت رکوع میں بھی زکوٰۃ ادا کرے۔ صدقہ و زکوٰۃ خاندان رسالت پر حرام تھا۔ اس لئے خاندان نبوت کا کوئی شخص صدقہ و زکوٰۃ کا محصل مقرر نہیں ہوا۔

عمال کا تقرر خود رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے، اور جو لوگ اپنے  
**عمال کا تقرر** آپ کو خود اس خدمت کے لئے پیش کرتے تھے۔ ان کی درخواست نامنظور ہوتی تھی۔

اسلام میں آمدنی کے صرف پانچ ذرائع تھے۔ غنیمت  
**ذرائع آمدنی** فئے، زکوٰۃ، جزیہ، خراج، اول کے سوا، بقیہ  
 ذرائع آمدنی سالانہ تھے۔

غنیمت کا پانچواں حصہ خمس تھا۔ جو اللہ اور اللہ کے رسول  
**خمس** کا تھا۔ اس خمس کا نصف خاندان رسالت کے اغراض  
 و مقاصد پر صرف ہوتا تھا، اور باقی نصف اسلام کے مصالح اغراض

کے لئے مخصوص تھا۔ غنیمت کے علاوہ خمس اور ذرائع سے بھی حاصل ہوتا تھا۔

**مالِ فتنے** خدا اور رسول کے لئے خاص تھا۔

**زکوٰۃ** زکوٰۃ کے اچھے مصروف تھے۔ فقراء، مساکین، نو مسلم، غلام جن کو خرید کر آزاد کیا جاتا تھا، مقروض، مسافر اور محصلین زکوٰۃ۔

**جزیہ** جزیرہ غیر مسلم رعایا سے ان کی حفاظت و ذمہ داری کے معاوضہ میں لیا جاتا تھا۔ نیز فوجی خدمات سے مستثنیٰ ہونے کا معاوضہ تھا عورتیں اور بچے اس سے مستثنیٰ تھے۔

**خراج** غیر مسلم کاشت کاروں سے حق مالکانہ کے معاوضہ میں زمین کی پیداوار کا جو مخصوص حصہ یا بھی طور پر طے کر کے لیا جاتا تھا۔ خراج کہلاتا تھا۔

**زرعی اراضی کی آباد کاری** جو شخص اقتادہ زمینوں کو آباد کرے وہ زمینیں اس کی ملکیت ہو جاتی تھیں جو شخص کسی چشمہ پر قبضہ کر لے جس پر کسی مسلمان نے قبضہ نہیں کیا۔ وہ اسی کا قرار دے دیا جاتا تھا۔ آباد کاری کے لئے حضور نے مختلف افراد کو زمینیں عطا بھی فرمائی تھیں۔ چراگاہوں کے استعمال کی عام اجازت تھی۔ چراگاہیں وقف عام تھیں۔

**جنگ کی اجازت اور عورتیں** آپ نے خاص حالات میں ہی جنگ کی اجازت دی۔ جنگ

کو صرف ان حالات میں جائز قرار دیا۔ جب کہ کوئی اور چارہ کار نہ ہے اور اس کے لئے ایسے قوانین وضع کئے جس سے جنگ کی ہلاکتیں اور اس کے نقصانات کم ہو جائیں۔ مثلاً عورتوں، بچوں، مزدوروں اور عبادت گزاروں پر تلوار نہ چلاؤ اور مقتولوں کے اعضاء نہ کاٹو اور زخمیوں کی شکل نہ بگاڑو۔ صلح کے لئے تاکید فرمائی کہ جب دشمن صلح چاہے تو جنگ فوراً بند کر دو اور مخالف کو پناہ دو۔

## سوالات

- ۱۔ اسلامی زندگی میں اسلام کی پوزیشن کیا ہے اور سرکار رسالت کا منصب کیا ہے؟
- ۲۔ حکیم ارسطو کا نظریہ حکومت کیا تھا؟ اسے تفصیل سے بیان کیجئے۔
- ۳۔ حضور سرور کائنات کا نظریہ حکومت کیا ہے؟ اور آپ نے اسے علم و عمل سے کس طرح پیش فرمایا؟
- ۴۔ مسلمانوں نے اسلامی نظریہ حکومت کو کس طرح پلٹا؟
- ۵۔ حضرت ابو بکر کا طریق انتخاب کیا تھا۔ اس طریق انتخاب پر تبصرہ کیجئے۔
- ۶۔ قرآن حکیم نے طاقت کے قصہ میں نظریہ حکومت کی

کیا توضیح فرمائی ہے ؟

۶ - سرکارِ رسالت نے کن آیات قرآنیہ کے تحت اپنے بعد کے لئے اپنا جانشین مقرر فرمایا ؟

۸ - کیا رسول اللہؐ جمہوری بادشاہ تھے - ان کے جمہوری بادشاہ نہ ہونے کے کیا دلائل ہیں ؟

۹ - رسول اللہؐ نے اندرونی اور بیرونی خلفشار سے ملک کو کس طرح آزاد کیا اور امن کو کس طرح قائم کیا ؟

۱۰ - سرکارِ رسالتؐ نے کیا کیا اصلاحات نافذ فرمائیں ؟

۱۱ - سرکارِ رسالتؐ کا نظام تبلیغ کیا تھا ؟

۱۲ - سرکارِ رسالتؐ کے نظام سلطنت میں مختلف صدیوں کے انتظام کو بیان کیجئے ۔

۱۳ - عہدِ سرکارِ رسالتؐ میں جنگی قوانین کو بیان کیجئے ۔

پھر کفر کی گھناہٹ گھٹایا میں برسایا

طیبہ سے اٹھا لو کر بلا میں برسایا

(سناغر نظامی)

اک ابرم فضا فضا میں برسایا

کعبہ سے چلا تو چھا گیا طیبہ پر

یٰسَیِّدُ الْمَرْسَلِمِ

دَوْرِ الْمَسَلِمِ

سَنَمِ الْفِیْلِ سَعْدِ الْاَمْرِ